برِّصغیر اور پوری دنیا میں غلبۂ دین کا داعی

# نوائے غزوۂ ہند

مارچ ۲۰۲۶ء
رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ

بانی مُدیر: حافظ طیّب نواز شہید رحمہ اللہ

جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے!

# مرتدین کے خلاف جنگوں میں کامیابیوں پر
# خلیفۂ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا
# سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلیفۂ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)، ابوبکر کی طرف سے خالد بن ولید کے نام

”یہ کامیابیاں خدا کرے مزید کامیابیوں کا پیش خیمہ ہوں۔ اپنے سارے کاموں میں خدا سے ڈرتے رہو، خدا اُن لوگوں کا ساتھ دیتا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں۔ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ۝ اسلام کی سربلندی اور ارتداد کے قلع قمع میں پوری تن دہی سے کام لو، ذرا بھی تساہل نہ ہونے پائے، جس شخص نے کسی مسلمان کو مارا ہو اور وہ تمہارے ہاتھ لگ جائے تو اس کو ضرور قتل کر دو، اور اس طرح قتل کرو کہ دوسرے عبرت پکڑیں۔ وہ لوگ جنہوں نے خدا کے حکم سے سرتابی کی ہو اور اسلام کے دشمن ہوں، ان کے قتل سے اگر اسلام کو فائدہ پہنچتا ہو تو قتل کر سکتے ہو۔“

(طبری ج: ۳، ص: ۲۳۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# نوائے غزوۂ ہند


جلد نمبر: ۱۹، شمارہ نمبر: ۳

رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ — مارچ ۲۰۲۶ء

بحمد اللہ... مُسلسل اشاعت کا انیسواں ۱۹ سال!

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.org

www.nawai.io/Twitter

www.nawai.io/Bot

www.nawai.io/ChirpWire

ContactNGH.313


نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا:

’’اے اللہ کے رسولﷺ! کیا اپنی قوم سے محبت رکھنا عصبیت ہے؟‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’نہیں بلکہ ظلم پر قوم کی مدد کرنا عصبیت ہے۔‘‘

(کتاب الفتن: سنن ابن ماجہ)

## اس شمارے میں


**اداریہ**

جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے! 5

**تزکیہ و احسان**

اللہ سے حُسنِ ظن 9

**آخرت**

موت و مابعد الموت 13

**اسوۂ حسنہ**

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سائے میں 15

**شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ أُنزِلَ فِیهِ الْقُرْآنُ**

دوروزے 17

رمضان المبارک میں مجاہدین کے کرنے کے کام 21

**نشریات**

یمن پر امریکی بمباری کے حوالے سے چند اہم نکات 24

**فکر و منہج**

جنگی اسٹریٹجی کے ۳۳ رہنما اصول 29

مدرسہ و مبارزہ (مدارس و دینی جدوجہد کی تحریک) 34

کفار کا معاشی بائیکاٹ 37

**عالمی منظر نامہ**

فَاعْتَبِرُوْا يَآ اُولِی الْاَبْصَارِ 44

ایران پر حملہ اور دنیا کے بدلتے حالات 46

**طوفان الاقصیٰ**

زخم خوردہ قلم سے جواب...... 52

غزہ کا لڑکھڑاتا ہوا رمضان 54

**افغان باقی کہسار باقی...... الحکم للہ والملک للہ**

عمرِ ثالث 55

افغاں سے محبت مری ایماں کے لیے ہے! 58

بھیڑ چال سے بچیں! 59

**پاکستان کا مقدر...... شریعتِ اسلامی کا نفاذ!**

نو آبادیاتی دور کی روایات پر کاربند کمشنز اور افسران 64

گستاخیوں (Blasphemy) کا بڑھتا رجحان 67

**کشمیر...... غزوۂ ہند کا ایک دروازہ!**

دھو کے آج تک میں کھار ہا ہوں! 70

**غزوۂ ہند**

غزوۂ ہند کی فکری بنیادیں 72

**حلقۂ مجاہد**

مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟ 76

**ناول و افسانے**

الشوک والقرنفل (کانٹے اور پھول) 79

**وغیرہ وغیرہ**

اِک نظر اِدھر بھی 85

اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے......


### اعلانات از ادارہ:

- مجلّہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ میں علمائے کرام کی اجازت کے بعد جانداروں کی تصاویر شامل ہوتی ہیں۔ تاہم یہ اجازت فقط مجلّے کے ’ویب ورژن (PDF وغیرہ)‘ کے لیے ہے، اگر کوئی مجلّے کو کاغذ پر چھاپنا چاہے تو براہِ کرم مذکورہ تصاویر کو دھندلا (blur) کر کے چھاپے۔ قدیم و معاصر علماء کی اکثریت بہر حال کاغذ پر چھپی تصویر کی اجازت نہیں دیتی!
- مجلّہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ میں شائع ہونے والے ’مستعار مضامین‘ (بشمول سوشل میڈیا پوسٹس/سٹیٹس/ٹویٹس) مجلّے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں اور ان مضامین وغیرہ میں موجود تمام خیالات اور ان کے مصنفین کے تمام افکار و آراء سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

**’غزوۂ ہند‘** تمام اہلِ ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہلِ ایمان بالخصوص برِّصغیر میں بستے اہلِ ایمان کا فریضہ ہے۔ ’غزوۂ ہند‘ کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوۂ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوۂ ہند:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- برِّصغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے...... اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

editor@nghmag.com

# جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے!

آج سے سو سال قبل خلافتِ عثمانیہ کی قبا چاک کر دی گئی، اس قبا کے کے چاک کرنے میں اوروں کی عیاری بھی کارفرما تھی اور اپنوں کی سادگی بھی۔ خلافت کے سقوط کے بعد مسلمان صرف اپنے جغرافیے ہی میں تقسیم نہ ہوئے، بلکہ ان کی تاریخ، تہذیب، روایت اور زبان و رسم الخط وغیرہ تک تقسیم ہو گئے۔ سقوطِ خلافت کی چند دہائیوں بعد امتِ مسلمہ چھوٹے چھوٹے ڈربوں اور لکیروں میں بٹ و کٹ گئی۔ امیرؔ مینائی نے جس امت کی شان ان الفاظ میں بیان کی تھی، وہ امت اور اس امت کا غم کہیں پیچھے رہ گیا:

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

امت جس کے یہاں وطن کا تصور اس ٹکڑائے زمین سے مربوط تھا، وہ زمین کا ٹکڑا جہاں انسان پیدا ہوتا ہے اور بود و باش اختیار کرتا ہے، جس کے شہروں، بازاروں میں، جس کی گلیوں، چوراہوں میں، جس کی وادیوں اور باغوں، اور ندیوں اور نالوں کے ساتھ انسان مانوس ہوتا ہے، وہ زمین جس سے انسان کو ایک طبعی محبت ہوتی ہے، ایک جبلی میلان ہوتا ہے۔ وہ وطن جس سے محبت انبیائے معصومین علیہم الصلاۃ والسلام کے دلوں میں بھی ہوتی ہے اور وطن سے دوری انبیاء پر اور انبیاء کے امام، ہمارے نبی محمد (علیہ آلف صلاۃ وسلام) پر بھی شاق ہوتی ہے۔ ایسی محبت جو انسانوں کے علاوہ دیگر ذی ارواح میں بھی پائی جاتی ہے، چڑیوں اور چیونٹیوں کو بھی اپنے وطن اور اپنے گھر اور اپنے گھونسلے سے محبت ہوتی ہے۔ یہ ایک فطری امر ہے۔ وطن تو وطن ہوتا ہے، انسان دیگر بے جان روز و شب استعمال کرنے والی چیزوں سے بھی محبت کرتا ہے۔ یہ محبت، وطن کی محبت، الغرض دنیا کی کسی بھی شئے سے محبت ہرگز مذموم نہیں ہے الا یہ کہ وہ محبت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے لائے دین و شریعت کی محبت پر غالب آ جائے۔

چاکِ قبائے خلافت کے بعد، جب امت کو مختلف ڈربوں اور لکیروں میں تقسیم کر دیا گیا تو نئی قائم ہونے والی مملکتوں کی بنیاد 'وطن' رکھ دی گئی، بزبانِ اقبال 'وطن ایک سیاسی نظریے کے طور پر'۔ کل تک اس امت میں موجود ایک قاتل و ظالم و سفّاک حجاج بن یوسف جیسا بھی مشرق میں سندھ کی کسی بیٹی کی پکار سنتا تو اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو ایک لشکرِ جرار کے ساتھ بھیج کر سندھ و پنجاب تہہِ تیغ کر کے دار الاسلام میں شامل کر دیتا تھا۔ معتصم باللہ مغرب میں قید ایک مسلمان بہن کی پکار پر بلادِ مغرب کو تہہِ تیغ کر ڈالتا تھا۔ طارق بن زیاد اپنا وطن چھوڑ کر سیاہ سمندر پر تیر کر یورپ میں اتر کر 'ہر ملک ملکِ ماست' کہہ کر، کشتیاں جلا ڈالتا تھا کہ جب سبھی وطن میرے خدا کے عطا کردہ وطن ہیں تو اپنے وطن کو واپس لوٹنے کی فکر کاہے کو؟ ان کے یہاں مشرق و مغرب سمتوں اور ملکوں کے نام تھے، کسی ایسے سیاسی نظریے کے نام نہیں جس کی حمیت ان کے دلوں میں ایسی موجزن ہو کہ مشرق کا فرد مغرب اور مغرب کا فرد مشرق کے مسلمانوں کا درد محسوس نہ کرتا ہو۔ لیکن سقوطِ خلافت کے بعد وطن کی حیثیت 'سیاسی' ہو گئی۔ اب دین و عقیدہ، تاریخ، جغرافیہ، تہذیب و روایت اور ثقافت بلکہ محبت و نفرت اور اخوت و ہمدردی کا معیار بھی یہی وطن کا نظریہ نو ٹھہرا۔ شیخ عبد اللہ عزّام شہید رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

> "افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام کے بارے میں سوچتے ہوئے ہمارے ذہنوں پر قوم پرستانہ تصورات غالب آ جاتے ہیں اور ہماری نگاہیں وہ مصنوعی سرحدیں پار نہیں کر پاتیں جو معاہدۂ سائیکس پیکو نے ہمارے لیے کھینچی تھیں یا جان انتون نامی برطانوی یا کسی اور فرانسیسی کافر نے جن کا تعین کیا تھا! آخر کیا وجہ ہے کہ شام کی سرحد پر واقع اردن کے شہر 'رمثا' میں رہنے والا مسلمان اردن ہی کے ایک اور شہر 'عقبہ' میں رہنے والے شخص

سے گہری وابستگی کا احساس رکھتا ہے اور اس کے بارے میں ایسے ہی فکر کرتا ہے جیسے ایک مسلمان بھائی کی فکر ہونی چاہیے، حالانکہ 'عقبہ' اس سے سے چھ سو(۶۰۰) میل کے فاصلے پر ہے؟ لیکن یہی مسلمان سرحد پار شام کے علاقے 'درعا' میں بسنے والے شخص کے بارے میں نہ ایسے جذبات رکھتا ہے، نہ اس کی فکر کرتا ہے، حالانکہ 'درعا' اس سے محض دس (۱۰) میل کی مسافت پر ہے۔ یہ فرق کیوں ہے جب کہ 'درعا' (شام) اور 'عقبہ' (اردن) دونوں کے باشندے مسلمان ہیں، بلکہ ہو سکتا ہے کہ 'درعا' میں رہنے والا دوسرے شخص سے زیادہ دین دار اور پابندِ شرع ہو؟ بلاشبہ یہ رویے ہمارے ذہنوں میں راسخ قوم پرستانہ تصورات ہی کا نتیجہ ہیں۔"[1]

اس سیارے زمین پر جغرافیائی لکیریں ایسی مضبوط تنی گئیں کہ ان کا اطلاق فضا سے پار 'خلا' پر بھی کیا جانے لگا۔ ہر ہر جدید قوم پرست ریاست یا نیشن سٹیٹ کا چاند بھی اپنا اپنا ہو گیا، رمضان و عیدین میں چاند دیکھنا مدار و معیار نہ ٹھہرا بلکہ وہ بھی ریڈ کلف، ڈیورنڈ اور سائیکس وپیکو کی تقسیم کا شکار ہو گیا۔ علمائے کرام و فقہائے عظام رحمۃ اللہ علیہم و رضی اللہ عنہم نے جو 'اختلافِ مطالع' کا شرعی مسئلہ بیان فرمایا ہے، حاشا وکلا، اس پر زبان درازی ہرگز ہرگز مقصود نہیں، جس مسئلۂ شرعی پر صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) نے بھی فتویٰ صادر فرمایا ہو اور شام و حجاز میں الگ الگ روزے اور عید کا فیصلہ کیا ہو، اس پر شر قروں میں بیٹھے کسی فرد کی بات چہ معنیٰ؟ نہیں! فقہاء و علماء کے کسی فتوے و فیصلے پر طعن تو 'ضالّین' کا کام ہے۔ ہم تو صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ تمام جدید ریاستوں اور نیشن سٹیٹس کے درمیان سرحد یا بارڈر کتنا ہوتا ہے؟ ایک لکیر ہی، چند انچ یا چند فٹ یا چند میٹر یا جہاں بفر زون قائم ہیں تو چند کلو میٹر۔ کیا لاہور و امر تسر کے بیچ واہگہ کے دس میٹر بطرف ہندوستان اور دس میٹر بطرفِ پاکستان مطلع ایک ہے یا مختلف؟ تورخم یا چمن بارڈر بھی بالکل اسی طرح نہیں؟

نظریۂ وطن ہمارے یہاں اس قدر غالب ہو گیا ہے کہ ہندوستان میں بسنے والا ایک 'مسلمان' انڈین آرمی کا حصہ ہو سکتا ہے اور ایک پاکستانی 'سکھ' یا 'عیسائی' بلکہ 'قادیانی' زندیق کرنل، جنرل بلکہ آرمی چیف بھی بن سکتا ہے اور فوج کے شعار 'ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ' پر کوئی فرق نہیں پڑتا، سوچیے مسلمانوں کی فوج و مسلمان فوج کا مرزائی، عیسائی یا سکھ سپہ سالار۔ پھر وطن و فوج کا جو نظریہ اور جو ڈاکٹرائن ہو تو ہماری فوجیں اسی کی خاطر لڑیں اور جیسی بھی جنگ ہو تو اس میں لڑ کر مرنے کی صورت میں 'شہید' کہلائیں۔ جنگ لال مسجد فتح کرنے کی ہو، سوات و قبائل پر یلغار ہو یا پڑوسی ملک افغانستان پر امریکی ایما پر چڑھائی، بلکہ اگر جنگ 'بورڈ آف پیس' میں بیٹھ کر غزہ و قدس کو تہہِ تیغ کرنے کی ہو تو بھی یہ جنگ 'جہاد' اور قتل ہونا 'شہادت'۔

پس ماضی، حال یا مستقبل کی کوئی بھی جنگ ہو تو پیمانہ یہ نہ رکھیے کہ چونکہ ریاست نے ایک بار کلمہ پڑھ لیا ہے تو اس کا ہر سیاہ سپید اور ہر گناہ قابلِ معافی ہو گا۔ وطن سے محبت فطرت ہے، لیکن عصبیت جنت کو لے جانے والا راستہ نہیں۔ یہی حب الوطنی جب وطنیت میں بدل جاتی ہے تو قدس کا غم ثانوی ہو جاتا ہے۔ سری نگر میں کسی کی شہادت پر ہمیں زیادہ غم اس لیے ہوتا ہے کہ 'کشمیر بنے گا پاکستان' اور حیدر آباد دکّن میں شہید ہونے والے کسی مسلمان پر ہم اس لیے ویسے نوحہ کناں نہیں ہوتے کہ وہ دوسرے ملک بھارت کا حصہ ہے۔ کل تک میرے ہی وطن کا حصہ جو ڈھاکہ تھا، آج بنگلہ دیش ہے، پاکستانی کو بنگلہ دیشی کا ویسا غم نہیں اور کل چٹاگانگ مشرقی پاکستان میں پیدا ہونے والے کو کل کے مغربی

---

[1] ایمان کے بعد اہم ترین فرضِ عین، ص ۱۱۶-۱۱۷

اور آج کے فقط پاکستان میں بسنے والے کا ویسا غم نہیں جیسا کسی ہم وطن بنگالی مسلمان کا غم ہے۔ کسی سائیکس پیکو یا ریڈ کلف کا بویا کوئی تعصب کا بیج ہو یا کسی سرہنری ڈیورنڈ کا کشیدہ کوئی خط، جو بھی جہاں بھی ان لکیروں میں امت کو تقسیم کرتا ہے تو اقبالؔ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی بصیرت و فراست کے ساتھ آج سے سو سال قبل اس سے کہا تھا[۲]:

اس دور میں مے اور ہے، جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روش لطف و ستم اور

مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نوی ہے
غارت گر کاشانۂ دینِ نبویؐ ہے

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے، تو مصطفوی ہے

نظّارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے!

ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزاد وطن صورت ماہی

ہے ترک وطن سنت محبوب الٰہی
دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوتؐ میں وطن اور ہی کچھ ہے

اقوام جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصود تجارت تو اسی سے

خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے

---

[۲] شکر ہے کہ اقبال اس بصیرت و فراست کے ساتھ آج موجود نہیں، ورنہ ان کا شمار لاپتہ افراد، خوارج اور ملک دشمن عناصر، دہشت گردوں یا دہشت گردوں کے سہولت کار عناصر وغیرہ میں ہوتا۔

اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے
قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

اللهم اهدنا فيمن هديت وعافنا فيمن عافيت وتولنا فيمن توليت وبارك لنا فيما أعطيت وقنا شر ما قضيت إنك تقضى ولا يقضى عليك وإنه لا يذل من واليت ولا يعز من عاديت تباركت ربنا وتعاليت!

اللهم وفقنا لما تحب وترضى وخذ من دمائنا حتى ترضى. اللهم اهدنا لما اختلف فيه من الحق بإذنك. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وارضنا وارض عنا. اللهم إنّا نسئلك الثّبات فى الأمر ونسئلك عزيمة الرشد ونسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين!

◆◆◆◆◆

مجلّہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ اہلِ دین و دانش کے نصائح، رائے اور مشورے کا محتاج ہے
اور چاہتا ہے کہ اہلِ دین و دانش کے
قیمتی نصائح، رائے اور مشورے ادارے تک پہنچیں۔

editor@nghmag.com

# اللہ سے حُسنِ ظن

شیخ إياد قنيبي

آزمائش و ابتلا کو نعمتوں میں کیسے بدلیں؟ آزمائش کی نعمت کا مزہ کیسے حاصل کریں؟ قطع نظر اس سے کہ آپ کو زندگی میں کس کس مشکل کا سامنا ہے، آپ ایک پر سکون زندگی کیسے گزار سکتے ہیں؟ آپ ہر معاملے کا سامنا مثبت اندازِ فکر اور امید و حوصلے سے کیسے کر سکتے ہیں؟ آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ وہ گہرا و قریبی تعلق کیسے بنا سکتے ہیں، کہ آپ کو اس کی ذات کے سوا کسی کا خوف اور کسی سے امید نہ رہے؟ آپ ایک ناقابلِ شکست عزم اور ایک ناقابلِ شکست شخصیت کیسے پیدا کر سکتے ہیں؟ آپ اپنے دل کا تزکیہ کیسے کریں، کہ قسمت و تقدیر کو الزام دینا چھوڑ دیں تاکہ اللہ سے ایک سالم و پاکیزہ دل کے ساتھ ملاقات کر سکیں؟ آپ اپنے خالق و مالک، اپنے ربّ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے اپنی محبت کو کیسے خالص و غیر مشروط بنا سکتے ہیں؟ تحریرِ ہٰذا میں آپ کو ان سوالوں کے جواب، اور مزید بہت کچھ ملے گا، ان شاء اللہ! (إياد قنيبي)

## جب آپ کو یقین ہو جائے کہ اللہ کو آپ کی بہتری منظور ہے

واللہ! میرے بھائیو اور بہنو، میرا نہیں خیال کہ اس احساس سے بڑھ کر بھی کوئی خوبصورت احساس ہے، کہ اللہ آپ کو جس قسم کے حالات میں بھی مبتلا کرتا ہے، ان سب سے اللہ کو آپ کی بھلائی منظور ہے۔ اور یہ کہ جو کچھ بھی آپ کے ساتھ پیش آتا ہے، بالآخر وہ سب آپ ہی کے فائدے کا سبب بن جاتا ہے۔ لیکن شاید اس احساس کو یقین میں بدلنے کے لیے ہمیں ابتلا و آزمائش سے گزرنے کی ضرورت ہوتی ہے!

جب زندگی میں سب کچھ بالکل ٹھیک چل رہا ہوتا ہے (بغیر کسی مشکل و پریشانی کے)، جب آپ کی زندگی بالکل مکمل اور پر سکون محسوس ہوتی ہے کیونکہ اللہ نے آپ کو ہر قسم کی دنیاوی نعمتیں عطا کر رکھی ہیں، تو ممکن ہے کہ آپ خود سے یہ سوال کریں: 'کیا یہ سب نعمتیں جو اللہ نے اپنی مشیّت سے مجھے اسی دنیاوی زندگی میں عطا کر رکھی ہیں، ان نعمتوں کے علاوہ ہیں جو اللہ نے میری آخرت کے لیے مؤخر فرمائی ہیں؟ یا میں اپنی تباہی کی جانب رواں دواں ہوں، اور اللہ مجھے اس زندگی میں وافر نعمتیں عطا کر رہا ہے تاکہ آخرت میں میرے لیے کچھ نہ بچے اور پھر میری خطاؤں اور کوتاہیوں پر مجھے سزا دی جائے؟'۔ یہ بے یقینی آپ کے لیے فکر و پریشانی کا ایک بڑا سبب بن سکتی ہے۔

پھر آپ کسی آزمائش میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس میں آپ کو ایسی نشانیاں نظر آتی ہیں جن سے آپ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس آزمائش کے ذریعے اللہ نے آپ کو خیر عطا فرمانے کا ارادہ کیا ہے۔ اس پر آپ خوش ہو جاتے ہیں اور سوچتے ہیں: 'میں اللہ کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتا رہا، لیکن ذاتِ الٰہی الحلیم ہے، وہ میرے ساتھ اپنی مہربانی اور حلم کے مطابق معاملہ فرماتا ہے، نہ کہ اس کے مطابق کہ میں کس چیز کا مستحق ہوں۔ اس نے مجھے خیر عطا فرمائی...... اس لیے نہیں کہ میں اس کا مستحق تھا...... بلکہ اس لیے کہ یہی اس کی شانِ رحمت، مہربانی، حلم و بردباری، عفو و کرم کو زیبا تھا۔'

سوال یہ ہے کہ مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے خیر کا ارادہ رکھتے ہیں یا نہیں؟ کیا اس کا تعلق اس چیز سے ہے کہ میں زندگی میں کس قدر صحت مند، دولت مند اور محفوظ ہوں؟

نہیں! ہر گز نہیں! ان میں سے کوئی چیز بھی اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ آپ کو عزت و شرف بخش رہا ہے یا وہ آپ کے لیے خیر مقدر فرما رہا ہے:

> فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكۡرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَكۡرَمَنِ وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيۡهِ رِزۡقَهٗ ۙ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَهَانَنِ (الفجر: ۱۵-۱۶)
>
> ”لیکن انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس کا پروردگار اسے آزماتا ہے اور انعام و اکرام سے نوازتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ: میرے پروردگار نے میری عزت کی ہے۔ اور دوسری طرف جب اسے آزماتا ہے اور اس کے رزق میں تنگی کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ: میرے پروردگار نے میری توہین کی ہے۔“

انسان اللہ کی جانب سے دنیاوی نعمتوں کے عطا کیے جانے یا روک لیے جانے کو اس نظر سے دیکھتا ہے گویا یہی اللہ کی اپنے بندے سے خوشنودی یا ناراضگی کا معیار ہے، گویا اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندے کو خیر عطا فرمائے گا یا اسے سزا دے گا۔ ایسے فہم کا ایک ہی جواب ہے جو سورۃ الفجر کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے: ”كَلَّا...“ (الفجر: ۱۷) ”ایسا ہر گز نہیں ہے!“ اللہ کی عطا یا اس کی جانب سے دنیاوی نعمتوں کا روک لیا جانا کوئی معیار نہیں۔ بلکہ وہ تو فرماتا ہے:

> ”مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعَاجِلَةَ عَجَّلۡنَا لَهٗ فِيۡهَا مَا نَشَآءُ لِمَنۡ نُّرِيۡدُ ثُمَّ جَعَلۡنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلٰىهَا مَذۡمُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا (الاسراء: ۱۸)
>
> ”جو شخص دنیا کے فوری فائدے ہی چاہتا ہے تو ہم جس کے لیے چاہتے ہیں جتنا چاہتے ہیں، اسے یہیں پر جلدی دے دیتے ہیں، پھر اس کے لیے ہم نے جہنم رکھ چھوڑی ہے جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر داخل ہو گا۔“

اور فرمایا:

> كُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَاۤءِ وَهٰۤؤُلَاۤءِ مِنۡ عَطَآءِ رَبِّكَ ‌ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحۡظُوۡرًا (الاسراء: ۲۰)

”(اے پیغمبر) جہاں تک (دنیا میں) تمہارے رب کی عطا کا تعلق ہے ہم ان کو بھی اس سے نوازتے ہیں، اور ان کو بھی، اور (دنیا میں) تمہارے رب کی عطا کسی کے لیے بند نہیں ہے۔“

تو پھر وہ معیار کیا ہے جس کے مطابق آپ یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اللہ آپ کے لیے خیر کا ارادہ فرمائے ہوئے ہے یا نہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ دنیاوی نعمتیں اپنے پسندیدہ بندوں کو بھی عطا کرتا ہے اور انہیں بھی جنہیں وہ پسند نہیں فرماتا، لیکن وہ ایمان کی نعمت صرف انہی کو عطا کرتا ہے جن سے وہ محبت فرماتا ہے۔“ (عمدۃ التفسیر میں شیخ احمد شاکر نے اس حدیث کی سند کو ’صحیح‘ کہا ہے)

جی ہاں! ایمان ہی اصل معیار ہے!

تو اگر آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ کسی آزمائش میں مبتلا ہو کر آپ اللہ سے مزید قریب ہو گئے ہیں، تو جان لیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو خیر عطا کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ لیکن اگر آپ اپنا حال اس کے برعکس پاتے ہیں تو خبردار ہو جائیں! اپنے رویّے کی اصلاح کریں اس سے قبل کہ آپ ان لوگوں میں شامل ہو جائیں جو اللہ کی رحمت سے محروم و مایوس ہیں۔ اگر آپ کسی ایسی مشکل سے آزمائے جاتے ہیں جو آپ کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی، اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ آپ کو سکینت و اطمینان عطا فرماتے ہیں، تو جان لیں کہ وہ آپ کے لیے خیر کا ارادہ فرمائے ہوئے ہے۔ اگر اللہ آپ کی رہنمائی فرماتا ہے کہ آپ اس سے بہترین گمان رکھیں، اور آپ کو اپنی قسمت و تقدیر کو برا بھلا کہنے سے، اللہ کی مشیّت کو الزام دینے سے محفوظ رکھتا ہے، تو جان لیں کہ وہ آپ کو خیر عطا کرنے والا ہے۔ اگر اپنی ابتلا و آزمائش کے درمیان، آپ پر ایسے لمحات آتے ہیں کہ آیاتِ قرآن پر تدبر کرتے ہوئے آپ کا دل شاد ہو جاتا ہے...... اور اپنی تمام تر مشکل و تکلیف کے باوجود...... آپ کی آنکھیں اللہ کے لیے محبت و تشکر کے آنسوؤں سے لبریز ہو جاتی ہیں، تو جان لیں کہ اللہ نے آپ کے لیے خیر مقدر فرمائی ہے۔ اگر آپ کی نظر میں وہ خدشات جو لوگوں کی جانب سے آپ کے دل میں ہیں، ہلکے ہو جاتے ہیں اور آپ کو اپنے دشمن محض...... اللہ، الجبّار و القہّار، المتعال...... کے ادنیٰ غلام اور اس کے حکم و مشیّت میں جکڑے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں...... اگر آپ صرف اور صرف اللہ کی جانب سے خیر عطا ہونے کی توقع رکھتے ہیں اور ما سوائے اس کے کسی کا خوف آپ کے دل و ذہن میں باقی نہیں رہتا، تو یہ سب علامات ہیں کہ اللہ آپ کے لیے خیر کا ارادہ فرمائے ہوئے ہے۔ اگر آپ کی ابتلا کے دوران اللہ تعالیٰ آپ کو یہ توفیق عطا فرماتا ہے کہ آپ اپنا وقت ایسے کاموں میں لگاتے ہیں جو آپ کے دین کے لیے مفید ہیں، جو آپ کی اپنے ربّ کے ساتھ قربت میں اضافہ کرتے ہیں، جبکہ بہت سے ایسے لوگ جو بظاہر مصائب و آلام سے آزاد و محفوظ نظر آتے ہیں، وہ اپنی خواہشات کے غلام ہیں اور حرص و ہوس، شبہات اور سرابوں میں مبتلا ہیں، تو جان لیں کہ اللہ نے ان سب میں سے آپ کو چُنا ہے کہ آپ اس کے دین کی خدمت کریں، کیونکہ اس نے آپ کو خیر عطا فرمانے کا ارادہ کیا ہے۔ اگر آپ کی روح اللہ کی بنائی کائنات میں اڑتی پھرتی ہے، اس کے عرش تلے سیر کرتی ہے، جبکہ آپ کا جسم بیماری کے سبب بستر تک محدود ہے یا جیل کی سلاخوں کے پیچھے مقیّد ہے، تو یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے حکم و مہربانی سے ہے، کہ اس نے آپ کی روح کو یہ آزادی عطا فرمائی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپ کے لیے خیر چاہتا ہے۔ لہٰذا سکینت، اطمینان، صبر، اللہ کے لیے تشکر کے جذبات، اس کی نعمتوں کا اعتراف و ادراک، دل کا اللہ سے جڑے ہونا، اسی کی ذات سے سب خوف اور امید کا وابستہ ہونا، اس کی معیت میں سکون و اطمینان حاصل ہونا، اس کے دین کی خدمت میں خوشی و آرام محسوس کرنا...... یہ سب ایمان کی صفات ہیں، جو اللہ صرف انہی کو عطا کرتا ہے جن سے وہ محبت فرماتا ہے۔ لہٰذا اگر اللہ نے آپ کو یہ صفات عطا فرمائی ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ آپ کے لیے خیر کا ارادہ رکھتا ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ نے آزمائش کے دور میں تو آپ کو صبر و قناعت کی دولت عطا فرمائی ہو، لیکن اس آزمائش کے نتیجے میں اس نے آپ کے لیے شر مقدر فرمایا ہو؟ نہیں! ہر گز نہیں! اللہ کی قسم، اس نے آپ کو اپنی قدر و مشیّت پر سکون، صبر اور اطمینان و قناعت عطا ہی اس لیے کی کہ وہ آپ کو اس کے نتیجے میں خیر عطا کرنے والا ہے۔ بھائیو اور بہنو! یہ اختیار آپ کا اپنا ہے: اگر آپ مصائب و ابتلا کے زمانے میں خود کو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے کاموں میں مصروف کرتے ہیں، اور آپ کے ہونٹ صرف اللہ کی حمد و ثنا، اس کی مشیّت پر اظہارِ رضامندی اور تشکر کے اظہار میں ہلتے ہیں، تو اللہ نے آپ کے لیے خیر مقدر فرمائی ہے۔ اور ایسی صورت میں آپ کو قلبی اطمینان و سکون اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطمینان حاصل ہو گا۔ لیکن اگر، خدانخواستہ آپ اپنی قسمت سے نالاں ہیں، اللہ کی قدر کو الزام دیتے ہیں اور شکوہ کرتے ہیں، اپنے آپ کو غم اور اندیشوں، مستقبل کی فکروں اور پریشانیوں اور حکمتِ الٰہی پر شک و شبے میں مبتلا کرتے ہیں...... ہم ان سب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں...... تو پھر آپ نے غلط راستے کا انتخاب کیا ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”عمّال و خدّام میں سے جو بھی یہ جاننا چاہے کہ حکمران کی نظر میں وہ کیا مرتبہ رکھتا ہے، تو اسے دیکھنا چاہیے کہ حاکم نے اس کے سپرد کیا کام کیا ہے اور اس کو کس جگہ کام پر لگایا ہے۔“

یہی مثال آپ پر بھی منطبق ہوتی ہے۔ سوچیے کہ اللہ نے آپ کو کس کام پر لگایا ہے، وہ آپ کو کس محنت میں استعمال کر رہا ہے اور آپ جان لیں گے کہ اللہ کے نزدیک آپ کا مقام و مرتبہ کیا ہے اور یہ کہ آیا وہ آپ کو خیر عطا فرمانے کا ارادہ رکھتا ہے یا اس کے برعکس۔ اگر آپ خود کو ایسے کاموں میں مصروف دیکھیں جو اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں، تو توبہ کرنے میں، پلٹ آنے میں جلدی کیجیے۔ اور جان لیں کہ اگر آپ کو توبہ کرنے کی توفیق مل جاتی ہے، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ آپ کے لیے خیر کا ارادہ رکھتا ہے۔

اس احساس کے ساتھ زندہ رہنا کس قدر خوشگوار ہے کہ اللہ آپ سے محبت کرتا ہے۔ جب آپ اللہ کی قدر پر راضی و مطمئن ہو جائیں گے تو آپ کو اللہ کی محبت محسوس ہونا شروع ہو جائے گی، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایمان کی دولت صرف انہی کو عطا کرتا ہے جن سے وہ محبت فرماتا ہے۔

تسلیم و رضا ایمان کا ثمرہ ہیں۔ اگر آپ کو یہ حاصل ہو جاتے ہیں، تو یہ اللہ کی آپ سے محبت کی علامت ہیں۔ اور اس کے بعد آپ دیکھیے کہ کس طرح اللہ کی مقدر فرمائی ہر چیز، ہر معاملہ آپ کو ایک مثبت روشنی میں نظر آنا شروع ہو جائے گا۔ اس لیے کہ دکھ سکھ، تلخ و شیریں، ہر شے جو آپ کی قسمت میں لکھی گئی ہے، اس کو لکھنے والا آپ کا محبوب ربّ ہے جو آپ سے محبت کرتا ہے۔ تو اگر اس کی مشیّت یہ ہے کہ آپ کسی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں، تو یہ بیماری اس ربّ کی مرضی سے آتی ہے جو ربّ آپ سے محبت کرتا ہے۔ اور اگر اس کا حکم یہ ہے کہ آپ کا کوئی قریبی عزیز داغِ مفارقت دے جاتا ہے، تو یہ حکم بھی اسی کی جانب سے ہے جو آپ کو محبوب رکھتا ہے۔ لیکن مومن کو خوفِ الٰہی اور رجائے الٰہی کے دو پروں پر اڑنا ہے، تو وہ اس بات کو کیسے یقینی بنا سکتا ہے کہ جن مصائب سے وہ گزر رہا ہے وہ اللہ کے غضب کی علامات نہیں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب بھی کوئی آزمائش آپ پر نازل ہوتی ہے، اس آزمائش میں آپ کون سا راستہ اختیار کرتے ہیں؟ آپ کا چناؤ ہی اس چیز کا فیصلہ کرتا ہے کہ یہ آزمائش اللہ کی جانب سے خیر موصول ہونے کی علامت ہے یا اس کا قہر و غضب بن کر نازل ہوئی ہے۔ اگر آپ دل کی گہرائیوں سے اللہ کی جانب رجوع کرتے ہیں، اس کے مزید قریب ہو جاتے ہیں، اپنے دل میں اس کے فیصلے پر رضامندی و اطمینان محسوس کرتے ہیں، اور صبر کا راستہ اپناتے ہیں، تو آپ اللہ کی محبت (جس کی علامات آپ پہلے دیکھ چکے ہیں) میں مزید اضافہ کرتے ہیں، اور اللہ کی اس محبت پر آپ کا یقین بھی بڑھ جاتا ہے۔ اپنے وجود کے لیے اللہ کی محبت میں اضافہ کرنے کا شوق، اور اس کی محبت میں اپنے لیے سکون و اطمینان تلاش کرنا آپ کے لیے صبر کرنا سہل بنا دیتا ہے، اور اللہ کی رضا میں راضی رہنا آسان کر دیتا ہے۔ لیکن اگر آپ اپنی آزمائش کا سامنا غیض و غضب اور غم و غصّے سے کرتے ہیں، تو آپ کو اللہ کے غضب و ناراضگی کا سامنا ہو گا! اس لیے اللہ کی مشیّت پر ناراضگی اور بے اطمینانی محسوس کرنے سے بچنے کے لیے اپنے اس خوف کو اپنی ڈھال بنا لیجیے کہ کہیں آپ اللہ کی محبت کھو نہ دیں، کہ اس محبت کو کھونے کے نتیجے میں غم والم کے سوا کچھ حاصل نہیں۔

خلاصۂ کلام: آزمائشوں کا سامنا کرتے ہوئے صبر اختیار کیجیے، اپنے ربّ سے، اس کی حکمت اور رحمت سے اچھا گمان رکھیں، اگر آپ یہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو خیر عطا کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔

## مشروط عاشق نہ بنیں!

ایک مسلمان مشروط عاشق کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ یقیناً یہ پہلی دفعہ ہے کہ آپ یہ اصطلاح سن رہے ہیں۔ مشروط عاشق یا مشروط محبّ (محبت کرنے والا) سے مراد مسلمانوں کا وہ گروہ ہے جو کہتا ہے: 'تمام تعریفیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں، وہ جس نے ہمیں زندگی عطا فرمائی، جس نے ہم پر کچھ احکام نازل فرمائے، اور ہمیں حرام امور سے منع فرمایا، اور یہ اسی پر منحصر ہے کہ ہم خوشحال ہوں یا بدحال۔ اس کے باوجود ہم پر اس کے عائد کردہ بعض احکام بھاری ہیں، اور ہمیں ان حرام چیزوں میں سے بعض کی طلب یا ضرورت محسوس ہوتی ہے جن سے اس نے ہمیں روکا ہے۔ اس لیے ہم اللہ کے ساتھ ایک نیا تلا رویہ اپنائیں گے۔ ہم بس اتنے ہی فرائض پورے کریں گے کہ جن کے سبب کم سے کم زحمت اٹھاتے ہوئے ہم پر اللہ کا انعام و اکرام جاری رہے۔ اپنی خواہشات کی تسکین کے لیے ہم حرام امور میں سے بھی بعض اختیار کریں گے، لیکن اتنے نہیں کہ جن کے سبب ہم اللہ کے غیض و غضب کو دعوت دیں یا اللہ کی جو نعمتیں ہمیں حاصل ہیں، ان سے محروم ہونے کا خدشہ پیدا ہو'۔

کیا یہ مشروط عاشق جو اللہ کے لیے کم سے کم زحمت اٹھانے کی کوشش میں رہتے ہیں، ایک بندے کا اپنے آقا کے ساتھ تعلق صحیح سے سمجھتے بھی ہیں؟

کیا یہی وہ طریقہ ہے جس کے مطابق ہم اپنے جذبات و احساسات اور خود اپنے آپ کو اللہ کے سامنے تسلیم کرتے ہیں، جو تمام جہانوں کا مالک ہے؟

کیا آپ اس رویّے کو پہچانتے ہیں؟

بدقسمتی سے حقیقت یہ ہے کہ اس رویّے کا اظہار اکثر مسلمانوں سے ہوتا ہے۔ وہ یہ سب یوں صراحت سے نہیں کہتے، لیکن ان کے افعال ان کی زبانوں سے بڑھ کر اس رویّے کا اظہار کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آئندہ سطور پڑھ کر آپ کو لگے کہ آپ بھی اسی گروہ کا حصّہ ہیں!

ہماری شخصیتوں میں بعض صفات ایسی ہوتی ہیں جن کا خطرہ تب ہی ظاہر ہوتا ہے جب ہم مکمل حقیقت پسندی اور کسی بھی قسم کی لاگ لپٹ کے بغیر ان کا تجزیہ کرتے ہیں۔ بعض اوقات ان صفات کو اپنے اندر موجود پا کر ہم حیران بھی ہوتے ہیں، ہمیں صدمے ہوتے ہیں اور ہم ان سے برأت کا اظہار بھی کرتے ہیں، لیکن تلخ حقیقت یہی ہے کہ وہ ہمارے اندر مختلف درجوں میں موجود ہوتی ہیں۔ تو آئیے، مشروط عاشقوں کی شخصیت اور رویّوں کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ کہیں ہم بھی اسی بیماری میں مبتلا تو نہیں، اور اگر ایسا ہے، تو کس حد تک یہ بیماری ہمیں جکڑے ہوئے ہے۔

ایک مشروط عاشق اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق میں ذہانت و چالاکی استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور ایک تجرباتی رویّہ اپناتا ہے۔ وہ اس نقطے کی تلاش میں رہتا ہے جس پر پہنچ کر پیمانۂ الٰہی لبریز ہو جائے، اور جس سے پہلے پہلے وہ اپنی حرام خواہشات کی تسکین کرتا رہے.....ہاں مگر، اللہ کی نعمتوں سے محروم ہوئے بغیر۔ اگر وہ اپنے دفتر میں کسی گناہ کا اضافہ

کرتے ہیں، تو اس کے بعد وہ محتاط ہو جاتے ہیں۔ اگر اللہ کی نعمتیں برقرار رہیں اور اللہ کی جانب سے کوئی سزا انہیں نہ ملے تو وہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اس گناہ کے بوجود ہم اس آخری حد تک نہیں پہنچے، کہ جس کے بعد اللہ کا قہر نازل ہوتا ہے۔ یوں وہ اس گناہ کو ایک کامیابی تصور کرتے ہیں کہ ایک اور خواہش کی تکمیل ہو گئی اللہ کو ناراض کیے اور اس کی نعمتوں کو کھوئے بغیر! لیکن اگر اس گناہ کا نتیجہ نعمتوں میں کسی کمی یا کسی سزا کی صورت میں نکلتا ہے تو وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ہم نے توازن خراب کر دیا، اور وہ جلدی سے اس گناہ سے رک جاتے ہیں اور ایمر جنسی کی حالت نافذ کر دیتے ہیں: دعائیں، فریادیں، آنسو اور معافی تلافی کرتے ہیں، نیک اعمال اور اطاعت کے کام وغیرہ شروع کر دیتے ہیں۔

کیوں؟

کیونکہ وہ اللہ کی جانب سے نعمتوں کی بحالی اور سزا کا موقوف کیا جانا چاہتے ہیں۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (یونس: ۱۲)

”اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لیٹے بیٹھے اور کھڑے ہوئے (ہر حالت میں) ہمیں پکارتے ہیں۔ پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو اس طرح چل کھڑا ہوتا ہے جیسے کبھی اپنے آپ کو پہنچنے والی کسی تکلیف میں ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ جو لوگ حد سے گزر جاتے ہیں، انھیں اپنے کرتوت اسی طرح خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔“

سو وہ اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے، ہر حالت میں دعائیں مانگتے ہیں۔ ایک ایسے شخص کی دعا جو ان نعمتوں کی بحالی چاہتا ہے جن سے وہ محروم کیا گیا ہے۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَاۗءٍ عَرِيْضٍ (الفصلت: ۵۱)

”اور جب ہم انسان پر کوئی انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا اور پہلو بدل کر دور چلا جاتا ہے، اور جب اسے کوئی برائی چھو جاتی ہے تو وہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔“

وہ دل سوزی سے اللہ کے سامنے فریاد کرتے ہیں، ایسے شخص کی فریاد جو اپنی نعمتیں دوبارہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر بری بات یہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ مشروط عاشق اللہ کے ساتھ توازن کے اس کھیل کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل میں یہ یقین پیدا ہونے لگتا ہے کہ اللہ نے جو نعمتیں انہیں عطا کر رکھی ہیں، وہ دراصل انہی کا حق ہے، جو انہیں ملنا چاہیے۔

وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّاۗءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَاۗىِٕمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ (الفصلت: ۵۰)

”اور جو تکلیف اسے پہنچتی تھی اگر اس کے بعد ہم اسے اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھا دیں تو وہ لازم یہ کہے گا کہ: یہ تو میرا حق تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے، اور اگر مجھے اپنے رب کے پاس واپس بھیجا بھی گیا تو مجھے یقین ہے کہ اس کے پاس بھی مجھے خوش حالی ہی ضرور ملے گی۔ اب ہم ان کافروں کو یہ ضرور جتلائیں گے کہ انھوں نے کیا عمل کیے ہیں اور انھیں ایک سخت عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے۔“

یعنی میں اس رحمت کا مستحق ہوں۔ میں ان نعمتوں کا حقدار ہوں۔

یہ شخص اللہ سے اس وقت تک محبت کرتا ہے جب تک کہ وہ اپنے توازن کے اس کھیل کے ذریعے اللہ کی نعمتیں اپنے اوپر قائم رکھ سکے اور اس کی سزا سے خود کو بچائے رکھے۔ لہٰذا اللہ کے لیے اس کی محبت، اللہ کی نعمتوں کے حصول سے مشروط ہے... اور ان نعمتوں میں سے بھی خصوصاً دنیاوی نعمتیں... کیونکہ وہ لوگ جو اللہ سے مشروط محبت کرتے ہیں وہ آخرت کو شاذ ہی یاد کرتے ہیں۔ اب آیئے تصور کرتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے جب یہ مشروط عاشق کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اللہ اس کی کسی ایسی چیز سے آزمائش کرتا ہے جس سے وہ نفرت کرتا ہے۔ لیکن اس دفعہ اگرچہ وہ عجلت میں اللہ کو راضی کرنے والے کاموں کا آغاز کر دیتا ہے (یعنی توبہ و استغفار، دعائیں اور اطاعت) اس کے باوجود اللہ تعالیٰ آزمائش کی شدّت میں اضافہ فرما دیتے ہیں اور آزمائش جاری رہتی ہے۔ تو یہ مشروط عاشق سوچنے لگتا ہے: 'میں نے اپنے حصّے کا کام کر دیا، تو پھر اللہ کیوں اپنے حصّے کا کام نہیں کر رہا؟'۔ توازن کا جو تصور اس کے دماغ میں راسخ ہو چکا ہے، اس کے سبب یہ شخص سمجھتا ہے کہ جب وہ گناہ سے رک گیا، اور خود کو اللہ کی اطاعت میں مصروف کر لیا، تو اب یہ اس کا حق ہے کہ اس کے اوپر سے آزمائش و ابتلا ہٹالی جائے۔ لیکن جب یہ توقع پوری نہیں ہوتی، تو اللہ کے لیے اس کی شروط محبت کی قلعی کھل جاتی ہے، اور یہ محبت غائب ہونے لگتی ہے۔ اس پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس محبت کی بنیاد ہی انتہائی کھوکھلی تھی، اور آقا و بندے کے مابین جو تعلق ہوتا ہے، اس کے غلط فہم پر مبنی تھی۔

تو اللہ عز و جل کی محبت اپنے دلوں میں کس بنیاد پر قائم کی جاتی ہے؟ ایسی محبت جو ہماری زندگی کے کسی موڑ، کسی مشکل مرحلے پر بکھر کر تحلیل نہیں ہو جاتی؟ ان شاء اللہ، اس سوال کا جواب ہم آئندہ گفتگو میں تلاش کریں گے۔

خلاصہ کلام: اپنے اندر جھانکیے اور اپنا تجزیہ کیجیے، کہ کہیں آپ کوئی مشروط عاشق تو نہیں جس کی اللہ کے لیے محبت مشروط اور کھوکھلی ہے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

THE HEREAFTER

# آخرت

شیخ انور العولقی شہید رحمہ اللہ

۳۰

# موت وما بعد الموت

## الحوض

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حوض عطا فرمایا اور قیامت کے دن محض اسی حوض میں پانی موجود ہو گا، اس کے سوا کہیں پانی نہیں ہو گا۔ اس حوض کا پانی جنت سے، نہرِ کوثر سے آ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

حَوْضِي مَسِيرَةُ شَهْرٍ، مَاؤُهُ أَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ، وَرِيحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ، وَكِيزَانُهُ كَنُجُومِ السَّمَاءِ، مَنْ شَرِبَ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ أَبَدًا (متفق علیه)

”میرا حوض ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہو گا، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ عمدہ ہو گی، اور اس کے آب خورے (پانی پینے کے برتن) آسمان کے ستاروں کی طرح ہوں گے، جو شخص اس میں سے ایک مرتبہ پی لے گا پھر وہ کبھی پیاسا نہیں ہو گا۔“

ہم اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ہمیں اس حوض سے سیر اب ہونے والوں میں شامل فرمائیں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ ایک اور حدیث ہے کہ جس میں حوض کی چند مزید تفصیلات ذکر کی گئی ہیں:

قَالَ إِنِّي لَبِعُقْرِ حَوْضِي أَذُودُ النَّاسَ لِأَهْلِ الْيَمَنِ، أَضْرِبُ بِعَصَايَ حَتَّى يَرْفَضَّ عَلَيْهِمْ، فَسُئِلَ عَنْ عَرْضِهِ، فَقَالَ: مِنْ مَقَامِي إِلَى عَمَّانَ، وَسُئِلَ عَنْ شَرَابِهِ، فَقَالَ: أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ، وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ، يَغُتُّ فِيهِ مِيزَابَانِ، يَمُدَّانِهِ مِنَ الْجَنَّةِ، أَحَدُهُمَا مِنْ ذَهَبٍ، وَالْآخَرُ مِنْ وَرِقٍ (صحیح مسلم)

(نبی کریم ﷺ نے) فرمایا:

”میں اپنے حوض پر، پینے کی جگہ سے، اہل یمن کے لیے لوگوں کو ہٹاؤں گا، میں (اپنے حوض کے پانی پر) اپنی لاٹھی ماروں گا، تو وہ ان پر بہنے لگے گا“، پھر پوچھا گیا: اس حوض کا عرض کتنا ہے؟ فرمایا: ”جیسے یہاں سے عمان“، پھر پوچھا گیا: اس کا پانی کیسا ہے؟ فرمایا: ”دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، دو پرنالے اس میں پانی چھوڑتے ہیں جن کو جنت سے پانی کی فراہمی ہوتی ہے، ایک پرنالہ سونے کا ہے اور ایک چاندی کا۔“

یہ حدیث بتاتی ہے کہ آپ ﷺ اپنے حوض پر، دوسرے لوگوں کو ہٹا کر، یمن والوں کو پانی پلانے کے لیے جگہ بنائیں گے۔ آپ کے ان الفاظ سے آپ کی اہل یمن سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ ﷺ اپنی لاٹھی کے ذریعے لوگوں کو پیچھے ہٹائیں گے تاکہ یمن والے پہلے آگے بڑھ کر حوض سے پانی پی سکیں۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی چوڑائی اور اس کے پانی کی خاصیت کے بارے میں بتایا اور پھر بتایا کہ جنت کی نہرِ کوثر سے دو ندیوں کے ذریعے اس حوض میں پانی آ رہا ہے، جن میں سے ایک ندی سونے کی ہے اور دوسری چاندی کی۔ پچاس ہزار برس طویل، روزِ قیامت کو آپ ﷺ کے اس حوض کے سوا پیاس بجھانے کا کوئی ذریعہ نہ ہو گا، اسی لیے ہم اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے، حوض کوثر کا پانی نصیب فرمائیں۔

اس سلسلے کا آخری موضوع ہے:

## ہر امت اپنے اپنے رب کی اتباع کرے گی

قَالَ أُنَاسٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَقَالَ: هَلْ تُضَارُّونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ؟ قَالُوا: لَا، يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ هَلْ تُضَارُّونَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ؟ قَالُوا: لَا، يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ كَذَلِكَ يَجْمَعُ اللَّهُ النَّاسَ، فَيَقُولُ: مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ، فَيَتْبَعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الشَّمْسَ، وَيَتْبَعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الْقَمَرَ، وَيَتْبَعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الطَّوَاغِيتَ، وَتَبْقَى هَذِهِ الْأُمَّةُ، فِيهَا مُنَافِقُوهَا، فَيَأْتِيهِم اللَّهُ فِي غَيْرِ الصُّورَةِ الَّتِي يَعْرِفُونَ، فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ! فَيَقُولُونَ، نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ، هَذَا مَكَانُنَا حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا، فَإِذَا أَتَانَا رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ، فَيَأْتِيهِم اللَّهُ فِي الصُّورَةِ الَّتِي يَعْرِفُونَ، فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ! فَيَقُولُونَ: أَنْتَ رَبُّنَا، فَيَتْبَعُونَهُ، وَيُضْرَبُ جِسْرُ جَهَنَّمَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُ (صحیح بخاری)

لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھ سکیں گے؟ فرمایا: ’’کیا سورج کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دشواری ہوتی ہے، جبکہ اس پر کوئی بادل (ابر) وغیرہ نہ ہو؟‘‘ صحابہ نے عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ! (نبی کریم ﷺ نے) فرمایا: کیا جب کوئی بادل نہ ہو، تو تمہیں چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟‘‘ صحابہ نے عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ! (آپ ﷺ نے) فرمایا: ’’تم اللہ تعالیٰ کو اسی طرح قیامت کے دن دیکھو گے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع کرے گا اور کہے گا کہ تم میں سے جو شخص جس چیز کی پوجا پاٹ کیا کرتا تھا، وہ اسی کے پیچھے لگ جائے، چنانچہ جو لوگ سورج کی پرستش کیا کرتے تھے، وہ اس کے پیچھے لگ جائیں گے اور جو لوگ چاند کی پوجا کرتے تھے، وہ اس کے پیچھے ہو لیں گے، جو لوگ طواغیت کی پرستش کرتے تھے، وہ ان کے پیچھے لگ جائیں گے، (اور پھر یہ تمام کے تمام معبود، اپنے پیروکاروں سمیت جہنم میں ڈال دیے جائیں گے، کیونکہ قیامت کے دن ہر ایک اپنا اجر اسی سے وصول کرے گا جس کی وہ عبادت کرتا تھا، یہی عدل کا تقاضا ہے۔ جو شخص کسی بت کی پوجا کرتا تھا، وہ کسی دوسرے سے صلے کی توقع رکھ بھی کیسے سکتا ہے؟ جس نے جس کی پوجا کی، اللہ اس سے کہیں گے کہ جاؤ اپنے معبود سے جا کر اپنا اجر طلب کرو۔ یہی کامل عدل ہے کہ معبود ہی اپنی عبادت کرنے والوں کو بدلہ دینے کے ذمہ دار ہیں۔ اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا، صرف وہی اپنے اجر کی توقع اللہ رب العزت سے رکھے گا۔ اور چونکہ اس روز کامل اختیار کا مالک اللہ رب العزت ہو گا، لہٰذا اللہ رب العزت تمام معبودوں کو جہنم میں ڈال دیں گے اور کوئی صدائے احتجاج بلند نہ کر سکے گا کیونکہ ان معبودوں کے پاس تو کوئی اختیار نہ ہو گا) اور آخر میں یہ امت باقی رہ جائے گی اور اس میں منافقین کی جماعت بھی ہو گی، (آخر میں صرف یہ امت رہ جائے گی اور اس میں منافقین شامل ہوں گے۔ تمام کے تمام کفار تو جہنم کی آگ میں ڈالے جا چکے ہوں گے اور یہ منافقین مومنین کے مابین چھپنے کی کوشش کر رہے ہوں گے) اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اس صورت میں آئے گا جس کو وہ پہچانتے نہ ہوں گے اور کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں! لوگ کہیں گے، تجھ سے اللہ کی پناہ! ہم اپنی جگہ پر اس وقت تک رہیں گے، جب تک کہ ہمارا پروردگار ہمارے سامنے نہ آ جائے۔ جب ہمارا رب ہمارے پاس آئے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے، (کیونکہ وہ پہلے ایک بار، حشر میں اس کو دیکھ چکے ہوں گے) پھر حق تعالیٰ اس صورت میں آئے گا جس کو وہ پہچانتے ہوں گے اور ان سے کہا جائے گا (آؤ! میرے ساتھ ہو لو) میں تمہارا رب ہوں! لوگ کہیں گے کہ (ہاں) تو (ہی) ہمارا رب ہے، پھر اسی کے پیچھے ہو جائیں گے۔ اور جہنم پر پل بنا دیا جائے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو اس پل کو پار کروں گا۔‘‘

منافقین مسلمانوں کے ساتھ گڈمڈ ہوں گے اور وہ مومنین کے درمیان چھپنے کی کوشش کریں گے، مگر اس میں کامیاب نہ ہو پائیں گے کہ اللہ رب العزت ہر ایک کو نور عطا فرمائیں گے، منافقین کے پاس بھی یہ نور ہو گا، مگر جب لوگ صراط (جہنم کے پل) سے گزر رہے ہوں گے، جو کہ بال سے زیادہ باریک اور استرے سے زیادہ تیز دھار ہے اور جہنم کے اوپر سے گزر رہا ہے، نیز جنت میں داخل ہونے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس پل کے اوپر سے گزرا جائے جو کہ نہایت باریک اور بالکل اندھیرا ہے۔ جہنم کے اس پل پر تمام کے تمام حالات انسان کے خلاف جا رہے ہوں گے، مگر اللہ رب العزت مومنین کو نور عطا فرمائیں گے اور انہیں ان کے اعمال کے بقدر رفتار عطا فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صراط سے بعض لوگ پلک جھپکتے میں (بجلی کی سی رفتار سے) گزر جائیں گے، اور کچھ لوگ تیز رفتار گھوڑوں کی مانند گزر جائیں گے، کچھ بھاگ کر اسے پار کریں گے اور کچھ چل کر اسے پار کریں گے اور کچھ وہ بھی ہوں گے جو ایک قدم آگے بڑھاتے ہوں گے اور ایک قدم پیچھے ہٹاتے ہوں گے اور کچھ ہوں گے جو جہنم میں گرتے جاتے ہوں گے۔ یہ تمام تفصیلات آپ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں، پس منافقین جب یہ پل پار کرنے کی کوشش کریں گے تو ان کا نور بجھ جائے گا اور وہ مومنین سے کہیں گے کہ ہمیں اپنے نور میں سے کچھ دو! اور پھر، اللہ فرماتے ہیں کہ مومنین اور منافقین کے مابین ایک رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی، مومنین کی جانب رحمت و برکت ہو گی اور منافقین کی جانب عذاب و عقاب۔ سورۃ الحدید میں اللہ فرماتے ہیں:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَاۗءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ○ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ○ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ (سورۃ الحدید: ۱۲-۱۵)

’’اس دن جب تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہو گا، (اور ان سے کہا جائے گا کہ) آج تمہیں خوش خبری ہے ان باغات کی، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں تم ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ یہی ہے جو بڑی زبردست کامیابی ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۳۳ پر)

# سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سائے میں

## معاصرِ جہاد کے لیے سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفاد فوائد و حِکَم!

شیخ منصور شامی رحمۃ اللہ علیہ / استفادہ: مفتی محمد متین مغل

### تا آخریں رمق ثابت قدمی

یہ واقعات اور ان میں موجود قربانی و ثابت قدمی کے مناظر کیسے پر کشش ہیں، ان کی خوبصورتی انسان کو دنگ کر دیتی ہے۔

### [ہادی و مقتدیٰ ﷺ! تجھ پہ سب کچھ فدا]

زید بن دثنہ ؓ کو قتل کے لیے لے جایا جا رہا ہے، حضرت ابو سفیان ؓ [جو تا حال اسلام نہیں لائے تھے، آگے چل کر فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے] ان سے پوچھتے ہیں: اے زید! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم اسے پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد [ﷺ] ہماری قید میں ہوں، ان کو قتل کر دیا جائے اور تم اپنے اہل و عیال میں [مزے سے] ہوتے؟ آپ ؓ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں تو اس کو بھی گوارا نہیں کرتا کہ میں اپنے گھر والوں ساتھ رہوں اور محمد ﷺ کو کوئی کانٹا بھی چبھ کر انہیں تکلیف دے۔[1]

پھر جب کفار نے انہیں سولی پر لٹکا کر، تیر مار کر، تکلیفیں دے کر اسلام سے ہٹانا چاہا تو ناکام رہے اور حضرت زید بن دثنہ ؓ کے ایمان و ایقان میں اس سب سے اضافہ ہی ہوا۔ رضی اللہ عنه وارضاه

اسی طرح جب حضرت خبیب ؓ کو سولی پر لٹکایا تو کفار نے پکار کر قسم دے کر ان سے پوچھا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ محمد [ﷺ] تمہاری جگہ ہوتے؟ حضرت خبیب ؓ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں تو اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ مجھے اس قتل سے بچانے کے لیے محمد ﷺ کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔ اس جواب پر قریش کو بہت تعجب ہوا۔

بئر معونہ میں جب کفار نے حضرت حرام ؓ کو نیزہ مار کر شہید کیا تو ان کی زبان سے نکلا: اللہ اکبر! فزت ورب الكعبة! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ یہ بات ان کے قاتل کے اسلام لانے کا سبب بن گئی۔

بئر معونہ کے موقع پر ایک انصاری صحابی اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری ؓ قافلے کے جانوروں کے ساتھ [پیچھے پیچھے آ رہے] تھے، انہیں اس سانحے کا علم نہیں تھا، قافلے کے پڑاؤ کی سمت پرندوں کے گھومنے سے انہیں خطرے کا اندازہ ہوا اور کہنے لگے: بخدا! ان پرندوں کے گھومنے کا کوئی خاص سبب ہے۔ پھر جب جائے وقوعہ پر پہنچ کر دیکھا سب صحابہ رضی اللہ عنھم اپنے خون میں نہائے پڑے تھے، اور ان کے قاتل بھی وہیں موجود تھے، انصاری صحابی نے عمرو بن امیہ سے کہا: کیا کہتے ہو؟ [کیا کرنا چاہیے]، انہوں نے جواب دیا: میری رائے ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر انہیں سارا ماجرا سنائیں۔ انصاری صحابی نے کہا: لیکن مجھے گوارا نہیں جس جگہ منذر بن عمرو قتل ہوئے ہیں میں وہاں سے خود کو بچا لے جاؤں اور لوگوں کو ان کے قتل کا حال بتاؤں۔ یہ کہہ کر انصاری صحابی کفار پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے، جبکہ حضرت عمرو بن امیہ قیدی بنا لیے گئے۔ رضی اللہ عن الصحابة وارضاهم

### [ایمان کی حلاوت جب دل میں گھر کر لے]

جب انسانی دل کو اللہ کی معرفت حاصل ہو جائے، اللہ کے پیارے ناموں اور عالی صفات کا ادراک ہو جائے، اہل ایمان کے لیے اللہ کے تیار کردہ انعامات اور کفار کے لیے بنائے گئے دردناک عذاب کا یقین راسخ ہو جائے تو پھر اللہ سے ملاقات کا شوق اسے بے خود کر دیتا ہے اور وہ اللہ کی خوشنودی کے راستے پر چل پڑتا ہے اور راستے کی تکالیف بھی ان مطمئن نفوس پر چنداں گراں نہیں گزرتیں، کیونکہ ان کا منتہائے نظر یہی ہوتا کہ کسی طرح اس فانی دنیا سے گزر کر اللہ کے پاس پہنچ جائیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کی جنتوں، نعمتوں میں جا بسیں۔

یہی ایمان کا کمال تھا جس نے اس سے پہلے بھی فرعونی دربار کے جادوگروں کو استقامت دی تھی اور فرعون کی دھمکیوں کو وہ خاطر میں نہ لائے۔ فرعون نے انہیں دھمکایا:

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ○ (سورۃ طه: ۷۱)

”سو میں ضرور بالضرور تمہارے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹوں گا اور لازماً تمہیں کھجور کے تنوں کے ساتھ سولی دوں گا اور یقیناً تم جان لو گے کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت ہے اور دیرپا ہے۔“

ان نئے ایمان لانے والے ان سابق جادوگروں نے بلا ہچکچائے پورے یقین سے جواب دیا:

لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○ (سورۃ طه: ۷۲،۷۳)

---

[1] البدایہ والنہایہ؛ ج۴، ص ۷۲

"قسم اس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا ہمارے سامنے جو روشن نشانیاں آگئی ہیں ان پر ہم تمہیں ہرگز ترجیح نہیں دے سکتے، اب تجھے جو کرنا ہے کر لے، تو اسی دنیاوی زندگی کا فیصلہ کر سکتا ہے، ہم تو اپنے رب پر ایمان لا چکے تا کہ وہ ہمارے گناہوں کو بخش دے اور جادو کے اس کام کو بھی جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا، اور اللہ ہی (اور اس کا اجر) سب سے اچھا اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔"

ایمان کی بلندی اور اللہ کی دی سکینت کے مقابل کفر کی بغض بھری چھریاں اور خائن شکنجے کوئی حقیقت نہیں رکھتے، ان سے اہلِ ایمان کے ایمان ویقین میں اضافہ و بالیدگی ہی ہوتی ہے۔

ان واقعات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت اور آپ ﷺ کی خاطر سب کچھ قربان کر دینے کا جذبہ بھی نمایاں ہے۔

### [پھر شریعت کی خاطر گزر جائیں ہم، دولت ومال سے، جسم سے، جان سے]

ایمان کا مزہ چکھ لینے والے سچے مومن کا حال یہی ہوتا ہے، اللہ کے دین پر ہلکی آنچ بھی اس کو گوارا نہیں ہوتی اور وہ اس کی خاطر کٹ مرنے پر تیار ہو جاتا ہے، کجا یہ کہ وہ دین کی تباہی کو برداشت کرے۔

پس آج کے دور میں کہاں ہیں ایسے مردِ میدان! آج اسلام کو محض کانٹے نہیں چبھوئے جا رہے بلکہ اس کے سینے میں نیزے اتارے جا رہے ہیں، اس کے خلاف ہر سازش کی جا رہی ہے، سو ہے کوئی خبیب و مرثد رضی اللہ عنہما جیسا اور ان کا جانشین جو اسلام اور اہلِ اسلام کی حفاظت کی خاطر سب کچھ داؤ پر لگا دے؟

### منافقین کی ہرزہ سرائی

منافقین کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ اسلام اور اہلِ اسلام کی بابت اپنی بری رائے اور زہریلی باتیں ظاہر کرنے سے باز نہیں آتے، اس سے وہ اپنے دل میں بھرے بغض کی بھڑاس نکالتے ہیں اور اسلام کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی اپنی سی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"حضرت عاصم و مرثد رضی اللہ عنہما کی جماعت پر جب رجیع میں آزمائش آئی تو کچھ منافقین کہنے لگے: افسوس ہے ان دھوکے میں مبتلا لوگوں پر، ویسے ہی مارے گئے، نہ اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے رہے اور نہ اپنے نبی کا پیغام پہنچا سکے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝

'اور لوگوں میں سے ایک وہ بھی ہے کہ دنیا کی زندگی میں اس کی بات تمہیں بڑی اچھی لگتی ہے (یعنی وہ زبان سے اسلام ظاہر کرتا ہے) اور وہ اللہ کو گواہ بناتا ہے اس پر جو اس کے دل میں ہے ([یہ اس کی انتہا درجہ کی دیدہ دلیری ہے کیونکہ] اس کا دل تو اس کی زبان کے برعکس ہے) اور وہ دشمنوں میں سب سے کٹڑ ہے (یعنی آپ سے بات چیت میں بہت بحث کرتا ہے))'۔"[۲]

### [بغض مجاہدین کارِ زیاں ہے]

اب بھی بعض انہی منافقوں کے نقش پر رواں ہیں اور انہی کا پیشہ اختیار کیے ہوئے ہیں، جب بھی مجاہدین پر کوئی آزمائش آتی ہے تو خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجاہدین ناکام ہو گئے، اپنا مقصد حاصل نہ کر سکے، اگر وہ اپنے مقصد [غلبہ اسلام اور نفاذِ شریعت] کے حصول کے لیے کوئی اور راستہ اختیار کرتے تو بہتر ہوتا۔

یہ مجاہدین کی آزمائش پر بھنگڑے ڈالنے والے یہ باتیں کر کے لوگوں کو جہاد سے روکنا چاہتے ہیں، لیکن ان کی ان ہفوات سے اس امت کے اہلِ صدق و عزیمت کو کوئی نقصان نہیں ہوتا، نہ ان کا عزم و ارادہ مضمحل ہوتا ہے۔

ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہیے، نفاق کی خصلتوں میں سے یہ خصلت اس میں نہ ہو، دیکھا جائے تو مسلمان کی تکلیف پر سوائے منافق کے اور کون خوش ہو سکتا ہے!

### [متفرق فوائد و نکات]

آخر میں ہم وہ فوائد ذکر کریں گے جو حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیے ہیں:

اسیر کے لیے جائز ہے کہ وہ کافر کی امان قبول نہ کرے، اور خود پر کافر کے حکم کو عار سمجھ کر گرفتاری نہ دے، خواہ قتل ہو جائے، یہ تب ہے کہ جب وہ عزیمت پر عمل کا ارادہ کرے، اگر رخصت و آسانی پر عمل کرنا چاہے تو اس کے لیے امان کو قبول کر لینا جائز ہے، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔

اس واقعے میں درجِ ذیل نکات ہیں:

- مشرکین سے کیے عہد کی بھی پاسداری،
- ان کی اولاد کو قتل کرنے سے بچنا،

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۸ پر)

[۲] سیرت ابن ہشام: ج۲ص ۱۱۱

# دو روزے

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (المائدة:۳)

میرے بھائیو!

سب سے پہلے تو آپ کو رمضان المبارک کی سعادت ملنے اور رمضان المبارک میں روزے رکھنے اور اس کام کے لئے توفیق الٰہی پر مبارک باد دیتا ہوں، یہ معمولی نعمت نہیں ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے وعدے فرمائے ہیں، اور اللہ کے رسول ﷺ نے بڑی بشارتیں سنائی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه

”جس نے رمضان کے روزے رکھے، اللہ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے اجر و ثواب کی لالچ میں، تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔“

اور یہ بظاہر آخری جمعہ ہے جمعۃ الوداع ہے اس کے بعد جو روزے باقی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور شب قدر کی دولت و نعمت بھی عطا فرمائے، ہماری اور آپ کی عاجزانہ دعاؤں کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے جو اس مہینہ میں کی گئیں۔

اب میں آپ کے سامنے بظاہر ایک نئی بات کہنے والا ہوں لیکن وہ نئی بات نہیں ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیم سے ماخوذ ہے، اور قرآن مجید پر مبنی ہے لیکن بہت سے بھائیوں کے لئے نئی ہو گی، اور نئی چیز کی ذرا قدر ہوتی ہے اور اس سے آدمی کا ذہن ذرا تازہ، بیدار اور متوجہ ہو جاتا ہے وہ یہ کہ روزے دو طرح کے ہیں، ایک چھوٹا روزہ ایک بڑا روزہ، چھوٹے روزے کی تحقیر نہیں صرف زمانی اور وقتی لحاظ سے کہہ رہا ہوں کہ چھوٹا روزہ کتنا ہی بڑا ہو، ۱۳ گھنٹے، ۱۴ گھنٹے کا روزہ ہو گا، بعض ملکوں میں جہاں دن اس زمانہ میں بڑا ہوتا ہے اس سے کچھ زیادہ، یہ وہ روزہ ہے جو بالغ مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے، وہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب تک قائم رہتا ہے اس روزہ کا ایک قانونی ضابطہ اور اس کے کچھ شرعی احکام ہیں جو آپ کو معلوم ہیں، آپ جانتے ہیں کہ اس روزہ میں آدمی کھا پی نہیں سکتا اور ان تعلقات و معاملات کا لطف نہیں حاصل کر سکتا جن کی اور دنوں میں اجازت ہے یہ روزہ چاہے ۲۹ دن کا ہو یا ۳۰ دن کا ہو، اس میں محدود پابندیاں ہیں، رمضان کے اس روزے سے لوگ واقف اور اس کے قوانین و احکام پر عامل ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ غور کریں کہ اس روزے کے علاوہ اور کون سا روزہ ہے جو اپنے وقت اور رقبہ میں اس سے بڑا ہے، گرمی کے روزے اور بڑے ہوتے ہیں اور اس روزے کے علاوہ اور کون سا بڑا روزہ ہو گا کیا شش عید (عید کے بعد چھ دن روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے اور حدیث سے ثابت ہے) کا روزہ بتانے والا ہوں، یا پندرہویں شعبان کا؟ کون سا روزہ بتانے والا ہوں۔

بڑا روزہ ہے اسلام کا روزہ، اسلام خود ایک روزہ ہے اور یہ سب روزے اور عیدین بھی بلکہ روزہ، نماز یہاں تک کہ جنت بھی جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا وہ سب اس کے طفیل ہی ہے، اصل بڑا روزہ اسلام کا روزہ ہے وہ کب ختم ہوتا ہے، کب شروع ہوتا ہے یہ بھی سن لیجیے۔

جو خوش قسمت انسان مسلمان گھر میں پیدا ہوا، اور وہ شروع سے کلمہ گو ہے، اس پر بلوغ کے بعد ہی یہ طویل اور مسلسل روزہ فرض ہو جاتا ہے اور جو اسلام لائے، کلمہ پڑھے یہ روزہ اس پر اسلام قبول کرنے کے وقت سے شروع ہوتا ہے، اور یہ روزہ کب ختم ہو گا، یہ بھی سن لیجیے۔ رمضان کا روزہ اور نفلی روزہ تو غروب آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے، مگر اسلام کا یہ روزہ تو آفتابِ عمر کے غروب ہونے پر ختم ہو گا۔

رمضان کے روزے و نفلی روزہ کا افطار کیا ہے؟ آپ عمدہ سے عمدہ مشروب اور لذیذ سے لذیذ غذا سے افطار کر سکتے ہیں، زیادہ مشروبات اور ماکولات کا نام سن کر آپ کے منہ میں پانی آ جائے گا اور شوق پیدا ہو جائے گا، اس لئے میں ان کا نام نہیں لیتا، وہ روزہ زمزم سے کھلتا ہے، وہ روزہ ٹھنڈے پانی سے کھلتا ہے، یا دوسرے مشروبات سے یا کھجور وغیرہ سے کھلتا ہے اور زندگی کا یہ طویل و مسلسل روزہ کس سے کھلے گا۔ حضرت محمد رسول اللہ محبوب رب العالمین شفیع المذنبین سید المرسلین ﷺ کے دستِ مبارک سے جامِ طہور، جامِ کوثر سے کھلے گا، اگر وہ روزہ پکا ہے اور اس روزے کے آپ نے شرائط پورے کر دیئے ہیں اور محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل سے ہم دنیا سے کلمہ پڑھتے ہوئے گئے، ہماری روح اس حال میں نکلی کہ ہماری زبان پر کلمہ تھا اور ہم لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہہ رہے تھے اور ہمارے دل میں نور ایمان تھا، ہمارے دماغ میں اللہ سے ملاقات اور حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کا شوق تھا، تو وہ روزہ اس وقت ختم ہوتا ہے، اس کا افطار کیا ہے، اس کی ضیافت کیا ہے؟ وہ ہے جس ضیافت پر آدمی اپنی جان دیدے اور اللہ کے بندوں نے جان دی ہے اللہ کے سینکڑوں اور ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے اس شوق میں جان دی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا دیدار نصیب ہو، اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ہم جب ہوں تو وہ ہم سے خوش ہوں، راضی ہوں، جہاد کے واقعات، غزوات اور جنگوں کے واقعات پڑھیے، لوگوں نے خوشی خوشی جانیں دیں، بلکہ ایسا شوق تھا کہ ایک بچہ احد کی جنگ کے موقع پر آیا اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی جہاد کرنے کی اجازت دیجیے، حضور ﷺ نے فرمایا، ابھی تم چھوٹے ہو، اس نے کہا نہیں چھوٹا نہیں، میں لڑ سکتا ہوں، اس نے بڑی خوشامد کی،

کسی نے سفارش بھی کی، تو آپ نے اجازت دے دی، دوسرے صاحبزادے آئے جو ذرا چھوٹے تھے، کہنے لگے آپ نے انہیں اجازت دی تھی مجھے بھی اجازت دے دیجیے، آپ نے فرمایا تم ابھی بچے ہو، اس نے عرض کیا کہ آپ ہماری کشتی کرا کر دیکھ لیجیے اگر میں اس کو پچھاڑ دوں تو مجھ کو اجازت دے دیجیے۔ یہ بچوں کا شوق تھا، کشتی ہوئی، اس نے واقعی پچھاڑ دیا، اور آپ ﷺ نے ان کو بھی اجازت دے دی، اور وہ شہید بھی ہوئے، اور ابو جہل کو دیکھ کر دونوں بھائیوں نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں ابو جہل کو دکھایئے، ہم نے سنا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے، میں شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں، ابو جہل کا بتانے پر دونوں لپک پڑے اور اس کا کام تمام کر دیا۔

اس چھوٹے روزہ کا حکم اور اس کی پابندیاں سب کو معلوم ہیں، سب روزہ دار کھانے پینے سے اور ان تمام چیزوں سے بچتے ہیں جو ممنوع ہی، لیکن اس بڑے روزہ کا خیال بہت کم لوگوں کو ہے حالانکہ یہ روزہ ہم لوگوں کو اس بڑے روزہ کے طفیل ہی ملا ہے، اس بڑے روزہ کی برکت سے ملا ہے، یوں سمجھیے کہ اس بڑے روزہ کے انعام میں ملا ہے اور عید بھی اسی روزے کے طفیل میں ملی ہے اگر اسلام نہ ہوتا تو نہ نماز ہوتی، نہ روزہ ہوتا، اور دیکھ لیجیے جہاں اسلام نہیں وہاں نماز ہے نہ روزہ، نہ کلمہ ہے نہ اللہ پر یقین ہے، نہ اس کے واحد ہونے کا یقین، نہ حشر کا، نہ روزِ قیامت، نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا، یہ سب دولتِ ایمان ہم کو اسلام کے طفیل ملی ہے، ہم گن بھی نہیں سکتے کہ کیا کیا دولتیں ہم کو ملی ہیں، یہ سب اسلام کے طفیل ملی ہیں، اسلام کے طفیل میں آدمیت ملی ہے، انسانیت ملی ہے، عزت ملی ہے، طاقت ملی ہے، روحانیت ملی ہے، اور مرنے کے بعد قیامت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت ملے گی، اس کا تو پوچھنا ہی کیا۔

وما لا عین رات ولا ازن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔

”نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں اس کا خیال گزرا۔“

تو اس (طویل و مسلسل) روزے کا لوگوں کو کم خیال آتا ہے۔ اب ہم آپ کو بتاتے ہیں، معلوم نہیں پھر کبھی ہماری آپ کی ملاقات ہو یا نہ ہو اور ہمیں کچھ کہنے سننے کا موقع ملے یا نہ ملے، بڑے کام کی بات آپ سے کہہ رہا ہوں کہ اس روزہ (رمضان کے روزہ یا نفلی) میں پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کھانا کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، یہ روزہ ٹوٹ جائے تو ساٹھ روزے رکھنے چاہئیں، تب ان کی قضا ہو گی لیکن وہ روزہ جو اسلام کا روزہ ہے اس کا بہت کم لوگوں کو خیال ہے، ہم بتاتے ہیں کہ اس میں کیا کیا چیزیں منع ہیں، اس میں کھانے پینے کی محدود چیزیں جو حرام ہیں منع ہیں، اس میں شرک منع ہے، سب سے بدتر چیز جو اللہ کو ناپسند ہے وہ یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ (سورۃ النسآء)

قرآن مجید میں صاف آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا، باقی جس کو چاہے گا معاف فرمادے گا۔

شرک کیا ہے آپ سن لیجیے، اس کو سب برا سمجھتے ہیں آپ بھی برا سمجھتے ہوں گے، عقیدہ یہ جو ہے کہ یہ خیال کرے کہ کارخانہ عالم اللہ کا بنایا ہوا ہے اور وہی چلا رہا ہے، الا له الخلق والامر، اسی کا کام ہے پیدا کرنا، اسی کا کام ہے جلانا، اسی کو مانتے ہیں کہ خالق ارض و سموت اور کائنات چلانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن چلانے کے بارے میں بہت سے بھائی ایسے ہیں جن کے دل میں اور کبھی ان کے دماغ میں یہ بات پورے طور سے جذب نہیں ہوتی ہے، اس نے اپنی جگہ نہیں بنائی ہے، وہ ایسا سمجھتے ہیں کہ کارخانہ عالم تو اللہ نے بنایا۔ کن فیکون کہہ دیا بس بن گئی، لیکن چلانے میں دوسری ہستیاں شریک ہیں: جیسے کوئی بادشاہ اپنی مرضی سے کوئی کام کسی کے سپرد کر دے، کوئی بات کسی کے ذمہ کر دے، بھائی تم خیرات بانٹا کرو، تم دیکھو کھانے پینے کا خیال رکھنا، غلہ پہنچا دو، کچھ پہنچا دو، جس کی ضرورت ہو، کوئی بیمار ہو اس کو شفا دے دو، کسی کی اولاد نہیں ہے اس کو اولاد عطا کرو، کوئی کسی مصیبت میں گرفتار ہے، اس کی خلاصی کر دو، کسی کا مقدمہ جتا دو وغیرہ وغیرہ۔

اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کے ذمہ کچھ کارخانے کر دیئے ہیں تو اس میں اللہ کی شان کے خلاف کوئی بات نہ ہو گی، ان کی قبولیت اور بزرگی کی وجہ سے اور اپنے ارادہ سے سپرد کیا ہے اور جب چاہے گا لے گا۔ لیکن ایسا نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرا ہی کام ہے پیدا کرنا، اور میرا ہی کام ہے جلانا اور حکم دینا، الا له الخلق والامر

یہ دنیا تاج محل نہیں ہے کہ شاہ جہاں بنا کر چلے گئے اب اس کے بعد کوئی چاہے دیوار پر کچھ لکھ دے، دھبہ لگا دے، کھونچا لگا دے، کوئی حصہ توڑ دے، وہ کچھ نہیں کر سکتے، ان کے بس میں کچھ نہیں، اور شاہ جہاں کیا خواہ بڑے سے بڑا بادشاہ اور حکمراں ہو۔

لیکن وہ کارخانہ یعنی کارخانہ عالم پورے طور سے اسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے، وہی خالقِ کائنات ہے، ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور وجود بخشنے والا ہے، اور وہی حکمراں، سیاہ سپید کرنے والا، جِلانے مارنے والا، روزی اور اولاد دینے والا ہے۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (سورۃ یس: ۸۲)

اولاد دینا، روزی دینا قسمت اچھی بری کرنا، ہرانا جتانا، اور کسی کو عزت دینا، کسی کی آئی ہوئی بلا کو ٹال دینا، یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے اور ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ اس دنیا کا ایک پتہ بھی اور ایک ذرہ بھی اس کے حکم کے بغیر ہل نہیں سکتا، پوری باگ ڈور عنانِ حکومت اور کنجی اس کے ہاتھ میں ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ توحید کامل ہونی چاہیے، اولاد وہی دے سکتا ہے، روزی وہی دے سکتا ہے، عزت وہی دے سکتا ہے، جلانا، مارنا اسی کا کام ہے، یہ نہ کسی ولی کے قبضہ میں ہے، نہ کسی

قطب کے قبضہ میں ہے، نہ کسی غوث کے قبضہ میں ہے، نہ کسی ابدال کے قبضہ میں ہے، ایک بات یہاں سے یہ کر جایئے اور یہ وہ جگہ ہے (دائرہ شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد جو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت، توحید و جہاد کا سب سے پہلے مرکز بنی اور وہیں سے سارے ہندوستان میں دعوت پھیلی) جہاں خاص طور پر اس چیز کی دعوت دی گئی اور پورے ہندوستان میں پہنچی، پہلے عقیدہ توحید کو جانچیے کہ آپ اللہ ہی کو مسبب الاسباب سمجھتے ہیں اور خالق ورازق سمجھتے ہیں۔

ایک بات تو یہ اور اس کے بعد دوسری بات قیامت کا یقین و آخرت کا یقین ہے اور اس کے بعد حضور ﷺ کو آخری پیغمبر ماننا، خاتم النبیین، سید المرسلین، شفیع المذنبین کو محبوب رب العالمین ماننا اور یہ ماننا کہ شریعت انھیں کی چل رہی ہے اور قیامت تک چلے گی، اور آخرت میں کام آئے گی، قیامت تک اور کسی کی شریعت نہیں چلے گی۔ اگر کوئی آپ ﷺ کے بعد نئی شریعت لے کر آئے تو وہ کذاب اور دجال ہے، ملحد ہے، دین کا باغی ہے، اور واجب القتل ہے، شریعت، شریعت محمدی ہے اور وہی قیامت تک چلے گی، اور ہر جگہ چلے گی، اور اس پر جو چلے گا وہی فلاح یاب ہو گا، اور سرخرو ہو گا۔

آپ ﷺ حبیب خدا ہیں، جو آپ ﷺ سے محبت کرے خدا اس سے محبت کرتا ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

لا یؤمن احد کم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین۔

یہ مرتبہ کسی بزرگ ولی کیا چیز، کسی نبی اور رسول کو بھی نہیں ملا، یہ مرتبہ خدا نے آپ ﷺ کے لئے رکھا تھا، ایک تو یہ کہ آپ پر ایمان بھی ہو۔ عقیدہ بھی ہو، محبت بھی ہو، اور شفاعت کا شوق بھی ہو اور اہتمام اس کے ساتھ ساتھ یہ کہ آپ میں شریعت پر چلنے کا اہتمام بھی ہو، کہ آپ پوچھیں، آپ کے اندر جذبہ اور جستجو اس بات کی پیدا ہو کہ مسئلہ بتایئے اور اہل علم وفضل کے پاس جایئے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں میں یہ بات پورے طور پر نہیں ہے، شادی بیاہ کس طریقہ پر ہو، حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا کیا طریقہ کار تھا۔ خوشی کا اظہار اور غم کا اظہار بھی شریعت و سنت کے مطابق ہونا چاہیئے، ماتم کرنا، گانا بجانا، یہ تزک واحتشام، دھوم دھام اور شادیوں میں وہ سب کام کرنا، چاہے سود لے کر اور زمینیں بیچ کر، رشوت لے کر ہو، بس جس سے نام ہو، ہماری حیثیت عرفی بلند ہو، لوگوں میں اونچے سمجھے جائیں اور یہ جہیز کا مطالبہ اور نہ دینے پر نازیبا سلوک، کہ گردن شرم سے جھک جائے، کیسی بری بات ہے یہ سب شریعت کے خلاف ہے، اللہ کو ناپسند ہے۔ سب میں ہم پابند ہیں شریعت کے، صرف نماز روزہ میں ہی پابند نہیں ہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں پابند ہیں، ہر چیز میں ہمارے لئے نمونہ اسوہ رسول ﷺ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورۃ آل عمران: ۳۱)

(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں دوست رکھے گا۔

تو ایک بات یہ ہے کہ شریعت اسلامی پر عمل ہو اور شریعت کو آپ سمجھیں کہ وہ پوری زندگی میں نافذ ہے، پوری زندگی پر اس کا سایہ ہے، پوری زندگی اس کے ماتحت ہونی چاہیے۔ یہ نہیں کہ بس نماز روزہ شریعت کے مطابق ہوں، اس کے لئے مسئلہ پوچھیں، اور نکاح و طلاق تجارت اور کاروبار میں آزاد ہیں، لاٹری بھی چل رہی ہے، جوا بھی چل رہا ہے، ٹیلی ویژن بھی دن رات چل رہا ہے (جو لہو الحدیث کی بہترین تشریح ہے)، اسراف اور فضول خرچی بھی چل رہی ہے، نمود و نمائش بھی جاری ہے، ہمسایہ قوم کی نقالی بھی چل رہی ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ اس کے بعد روزہ میں جیسے غیبت منع ہے ایسے ہی اس روزہ میں بھی غیبت منع ہے، اسی طرح جھوٹ بولنا، فحش بکنا، رشوت لینا اور رشوت دینا، سود خوری، اسراف اور فضول خرچی ممنوع ہے تو آپ یہ سمجھ کر جائیں کہ یہ روزہ تو انشاء اللہ اب جو ۵،۶ دن باقی ہیں اگلے جمعہ کو شاید عید ہو جائے یا اس کے بعد ہو، اگر ۳۰ کا رمضان ہوا، اس کے بعد ہم آزاد ہیں؟ ہرگز نہیں، ہم آزاد نہیں ہیں، وہ روزہ برابر چلتا رہے گا، وہ روزہ اب بھی ہے، بلکہ وہ اس روزہ پر بھی سایہ فگن ہے، اور یہ روزہ اس روزہ کا جزو ہے جو آپ رکھ رہے ہیں، وہ روزہ چلتا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سب سے بڑی چیز اور تمنا کرنے کی ہے، بلکہ جس کے لئے جان کی بازی لگا دینا اور جس کے لئے جان فدا کر دینا جسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ ہے، ہماری آزادی، غریبی، مفلسی، دوستی، دشمنی، کامیابی اور ناکامی، یہ سب گذر جائے گی، بس خاتمہ ایمان پر فرمائے، اولیاء اللہ کو اس کی بڑی فکر تھی، ان کے حالات پڑھیے، جن کا نام لینے سے ایمان تازہ ہوتا ہے، ان کو یہ فکر ہوتی تھی بلکہ دوسروں سے دعا کراتے تھے کہ خاتمہ بخیر ہو۔ سب کے دل سے یہ لگی ہوئی تھی، اور اللہ تعالیٰ نے خاتمہ بخیر فرمایا ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ یہاں سے رمضان ختم ہونے کے بعد آپ یہ نہ سمجھیں کہ چھٹی ہو گئی، اب ہم آزاد ہیں، جو چاہیں کریں، ہرگز ایسا نہیں، آپ آزاد بالکل نہیں ہیں، آپ کے گلے میں اسلام کا طوق پڑا ہوا ہے۔ آپ کی تختی، آپ کے شناختی کارڈ پر لکھا ہے کہ آپ مسلمان ہیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس روزہ کا حساب ہو گا اور اس روزہ کا بھی حساب و کتاب ہو گا۔ ہم نے آپ کے سامنے آیت پڑھی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ المائدۃ: ۳)

میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، چاہے کوئی تبدیلی لانا چاہے، سلطنت کہے، بادشاہ کہے، کہ ایسا کرو، اور وہ کرنا چاہے، بڑے سے بڑا مسلمان اور علم کا دعوی کرنے والا کہے، کچھ ہونے کو نہیں، جو چیز حرام ہے قیامت تک حرام رہے گی، دنیا میں کسی کو یہ اجازت

نہیں اور نہ اس کے لئے مجال ہے کہ اس میں ترمیم کرے، شریعت میں اب کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی، وہ چیزیں جو حرام ہیں حرام ہی رہیں گی۔

یہاں سے آپ ارادہ کر کے جایئے کہ اگر کسی کی جائداد آپ کے قبضہ میں ہے اور آپ کی نہیں تو اس روزہ کا تقاضا ہے کہ آپ اس جائداد کو چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر بڑا خوش ہو گا۔ آپ اللہ کے خوف سے ایسا کریں اور کہیں کہ لو اپنی جائداد، اپنا ترکہ یہ تمہیں مبارک ہو۔ اب ہم نے توبہ کی ہے تم جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا، دل آزاری کرنا، گالی بکنا، ناجائز، حرام ذرائع آمدنی، رشوت وغیرہ جن سے پیسے ملتے ہیں حرام ہی ہیں، اور قیامت تک ناجائز ہی رہیں گے، اسی طرح سود ہے، کہ بعض لوگ اس دور پر فتن میں اس کے جواز کی شکلیں نکال رہے ہیں کس قدر افسوسناک بات ہے جس چیز کو شریعت و دین نے حرام قرار دے دیا قیامت تک حرام ہی رہے گی۔

کوشش یہ کیجئے کہ آپ کا روزہ صحیح طریقہ پر افطار ہو، شاہ غلام علی صاحب مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کبار مشائخ میں تھے، نواب میر خاں نے جو ان کے مرید تھے ارادہ کیا جب انہوں نے سنا کہ حضرت کے یہاں پانچ پانچ سو آدمی رہتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں اور آپ ہی کو ان کی ضروریات پوری کرنا پڑتی ہیں، کوئی آمدنی نہیں کوئی جائداد نہیں تو انہوں نے ایک بڑی رقم پیش کرنی چاہی اور کہا کہ حضرت اس کو قبول فرمالیں۔ فرمایا کہ فقیر نے روزہ رکھا تھا اور جب آفتاب ڈوبنے لگے تو کوئی روزہ نہیں توڑتا۔ اب میرا آفتاب عمر ڈوبنے کے قریب ہے۔ اب کوئی جتنا کہے کہ یہ چیزیں لے لو، یہ دوا کھالو، میں روزہ نہیں کھولوں گا، کہ تمام دن روزہ رکھا اور اب جب افطار کا وقت قریب ہے تو توڑ دوں۔

ہر شخص کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ اسلام کا روزہ ہے، ساری عمر کا روزہ ہے کبھی نہیں ٹوٹ سکتا، جو چیزیں حرام ہیں، غلط ہیں غلط ہیں، عقیدہ خالص ہونا چاہیے، سمجھ لیجیے نہ کوئی قسمت بری بھلی بنا سکتا ہے نہ کوئی آئی ہوئی بلا کو ٹال سکتا ہے، نہ اولاد دے سکتا ہے، نہ نوکری دلا سکتا ہے، کہ آپ کسی اور سے مانگیں، جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگیں جو سمیع و مجیب ہے، وہ فرماتا ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (البقرۃ: ۱۸۶)

خدا تعالیٰ فرماتا ہے اپنے رسول ﷺ سے کہ بندہ تجھ سے میرے بارے میں پوچھے تو کہہ دیجیے کہ میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ دعا کرے۔

بس آپ یہاں سے بڑے روزے کا خیال لے کر جایئے، خوش ہوئیے، اللہ کا شکر ادا کیجیے، یہ روزہ تو ختم ہو رہا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اور رمضان نصیب کرے، مگر زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، صحت کا اعتبار نہیں، ہاں وہ مسلسل و طویل روزہ رہے گا۔ وہ روزہ مبارک ہو، اس روزہ کا خیال رکھیے، وہ روزہ نہ توڑیے گا، وہ روزہ اگر ٹوٹا تو سب کچھ ٹوٹ گیا، سب کچھ بگڑ گیا۔

بس یہی دو روزے ہیں ایک روزہ ہے قریب المیعاد، وہ ہے رمضان کا روزہ اور دن بھر کا روزہ ہے ایک روزہ وہ ہے جو زندگی کے ساتھ رہے گا۔ اور مسلمان کے لئے جب سے وہ بالغ ہوا، اس دن تک جب تک سانس اور جان میں جان ہے اور وہ شخص جس نے اسلام قبول کیا اس کا بھی جب تک بدن میں اس کے جان اور روح ہے اس وقت تک باقی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق دے کہ ہم اس روزے کو برقرار رکھیں، اس روزے کی حفاظت کریں اور قدر کریں، اور اس روزے پر جئیں اور مریں۔

رب توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین، واخر دعو انا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

## بقیہ: گستاخیوں (Blasphemy) کا بڑھتا رجحان

آخر میں یہی عرض ہے کہ اے امت مسلمہ کے غیور نوجوانو! اے آقا ﷺ کے دیوانو! وقت اب حدودِ جمہوریت میں رہنے کا تو نہیں، یہ وقت تو دفاع رسول ﷺ کا ہے، تم کہاں ہو؟ تمہارے دین کا تماشہ سر بازار بنایا جا رہا ہے، اے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے بیٹو! تم یہ کیوں کہتے ہو کہ ہمارے بس میں کچھ نہیں؟ تم یہ کیوں نہیں کہتے ہیں کہ "اللہ کی قسم! اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر میں بھی کودنے کا حکم دیں تو ہم کود جائیں گے، اور ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہم آپ ﷺ کے دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے لڑیں گے۔" آؤ دفاع رسول ﷺ کے پروانو آج تو محافظین اسلام کی صف میں بہت جگہ ہے، اس خلا کو پر کر دو، وہ نظام جس نے بد سے بدتر گستاخ کو راحت فراہم کی، آؤ اس نظام اور اس کے کارندوں کی راحت چھین لیں، اے امت مسلمہ کے غیور نوجوانو! وقتِ یلغار ہے، روزِ محشر آقا ﷺ سے یہ نہ کہنا کہ ہم کچھ کر نہ سکے بلکہ یہ کہہ کر سرخرو ہو جانا کہ بات خود کے دفاع کی آئی تو چپ رہے مگر جب معاملہ آپ ﷺ کے دفاع کا آیا کو ابو جہل، ابو لہب اور امیہ بن خلف جیسوں کی صفیں چیر کر معاذ و معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سنت ادا کرتے ہوئے گستاخ کو انجام تک پہنچایا۔

یاد رکھو!

وہ ﷺ ملے تو سب ملا
وہ ﷺ نہ ملے تو کچھ نہ ملا

اللہ مجھے اور آپ کو دفاع رسول کی صف میں شامل فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ

و صلی اللہ علی النبی السیف والرحمۃ وآلہ واصحابہ و ازواجہ و ذریتہ اجمعین و بارک وسلم تسلیما کثیراً کثیرا

☆☆☆☆☆

# رمضان المبارک میں مجاہدین کے کرنے کے کام

حافظ طیب نواز شہید عِلیہ الرحمۃ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخر میں وعظ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”لوگو تم پر عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے، ایسا مہینہ جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیے ہیں اور اس کی رات کا قیام نفل ہے، جس نے بھی اس مہینے میں نیکی کی وہ ایسے ہے جس طرح عام دنوں میں فرض ادا کیا جائے، اور جس نے رمضان میں فرض ادا کیا گویا کہ اس نے رمضان کے علاوہ ستر فرض ادا کیے، یہ ایسا مہینہ ہے جس کا اول رحمت اور درمیان مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔“ (الترغیب والترہیب)

رمضان المبارک ہم مجاہدین لیے اپنی انفرادی اصلاح کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔ چنانچہ چند گزارشات پیش خدمت ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق سے نوازے، آمین۔

## تجدیدِ نیت

سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم اپنی نیت خالص کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عہد باندھیں کہ صرف رمضان ہی نہیں بلکہ بقیہ سال بھر بھی اللہ کی اطاعت سے انحراف نہیں کریں گے۔ رمضان شروع ہونے سے پہلے نیت نہیں کر سکے تب بھی کوئی بات نہیں۔ اس وقت ’ایمان اور احتساب‘ کے ساتھ بقیہ دن گزارنے کی نیت کر لینی چاہیے۔

## تزکیۂ نفس کا درست اسلوب

تزکیۂ نفس کا صحیح اسلوب تو وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو۔ کیونکہ دین کی تکمیل ہو چکی ہے اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں تمام فلاح پوشیدہ ہے اور اس کا اچھا ذریعہ اہل اللہ کی صحبت ہے۔

## اپنا محاسبہ کیجیے

اللہ تعالیٰ تو علیم و بصیر ہے۔ وہ ہر کھلے اور چھپے راز سے واقف ہے، تاہم دنیا میں انسان کا سب سے بڑا محرم خود اس کی اپنی ذات ہی ہے۔ بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ...... لہٰذا اپنی خامیوں کی فہرست تیار کریں اور عزمِ مصمم کریں کہ ان شاء اللہ اسی رمضان کے اندر ان سے چھٹکارا پانا ہے۔ کیونکہ انسان کو گناہ پر مائل کرنے والی دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک اس کا نفس امارہ اور دوسرا شیطان الرجیم۔ اور احادیث میں تصریح ہے کہ رمضان میں شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں لہٰذا اب صرف نفس کی تحریض ہی باقی رہ جاتی ہے۔ اسے بھی روزہ اتنا کمزور کر دیتا ہے کہ وہ کوئی قابلِ ذکر قوت نہیں رہتی۔

لہٰذا اگر آپ رمضان میں اپنی خامیوں سے جان نہیں چھڑا سکے تو پھر کبھی بھی نہیں چھڑا سکیں گے، الا ان یشاء اللہ۔ چنانچہ ابھی سے عزم کریں کہ اپنی خامیوں کو دور کرنا اور خوبیوں کو مزید بڑھانا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص غیبت جیسی قبیح عادت میں مبتلا ہے تو اس کے لیے سنہری موقع ہے کہ وہ اپنی زبان کو قابو کر سکے۔ یاد رہے کہ غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ نیز اسے زنا سے بدتر ٹھہرایا گیا ہے۔ لہٰذا غیبت کرنے والا فرد اس گناہ کے گھناؤنے پن کا تصور کر کے اس کو چھوڑنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

ہم غیبت کیوں کرتے ہیں؟ بالعموم محض اپنی زبان کا چسکا پورا کرنے کے لیے۔ یا یوں سمجھ لیں کہ غیبت دراصل زبان کی شہوت ہے۔ بسا اوقات غیر ضروری اور لا یعنی گفتگو کرتے رہنے کی عادت بھی غیبت میں ڈھل جاتی ہے۔ کیونکہ موضوعِ گفتگو تو بہر حال چلتے ہی رہنا چاہیے نا......! بہتر یہ ہے کہ ہم رمضان میں اپنی یہ عادت بنائیں کہ کوئی لا یعنی بات زبان سے نہیں نکالنی، دوسرے لفظوں میں ہمیں تقلیلِ کلام کو اپنانا ہو گا۔ غیبت دوسرے مسلمان کی غیر موجودگی میں اُس کا ایسا ذکر ہے جو اس کے سامنے کیا جائے تو اسے برا لگے۔ غیبت سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کا ذکر کیا ہی نہ جائے۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے کی بانسری...... آزمائش شرط ہے۔

غیبت تو خیر بہت بڑا گناہ ہے، ہمیں تو بحیثیت مسلمان آفات اللسان کی ہر شکل سے خود کو بچانا چاہیے۔ اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ کم از کم رمضان کی حد تک تو یہ طے کر ہی لیں کہ کم سے کم گفتگو کرنی ہے اور ایسی کوئی بات زبان سے نہیں نکالنی جو آخرت کی میزان میں حسنات کے پلڑے میں نہ ڈالی جا سکے۔

غیبت ہی کی طرح ایک دوسری خطرناک بیماری جس کی طرف آج کل کے معاشرے میں بہت کم دھیان دیا جاتا ہے، وہ ہے بد نظری۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس بری بلا سے بچائے۔ بد نظری چاہے دانستہ ہو رہی ہو یا نادانستہ طور پر، بہر حال بعض اوقات نیک لوگ بھی یا یوں کہہ لیں کہ بظاہر متشرع وضع رکھنے والے بھی اس روگ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اس سے بچنے کا حقیقی نسخہ تو یہی ہے کہ آدمی محض اتنا تصور کر لے کہ جب میں بد نظری کے گناہ سے اپنی آنکھیں گندی کر رہا ہوں، تو کیا آخرت میں انہی آنکھوں سے دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو سکوں گا۔ سبحان اللہ! کہاں یہ فانی حسن اور کہاں جمالِ الٰہی!

یہ بات تو شاید آپ نے کہیں پڑھی ہو گی کہ محرمات کی طرف دیکھنے سے اجتناب کرنے والے کو عبادات میں حلاوت نصیب ہوتی ہے۔ کاش لوگ نگاہوں کی چوری کرتے ہوئے اتنا سوچ لیں کہ کیا وہ اپنے والدین کے سامنے ایسی حرکت کر سکتے ہیں؟ اور یقیناً کوئی حیادار آدمی ایسا نہیں کر سکتا۔ تو پھر اس رب کریم سے حیا کیوں نہیں آتی؟ بہر حال بد نظری سے بچا جا سکتا ہے، بازاروں میں اپنی آمد و رفت کم سے کم کر کے اور (ہر قسم کے) غیر محرموں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے اجتناب کر کے۔ کوشش کریں کہ اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ اوقات مسجد میں گزاریں یا پھر اہل اللہ، بزرگ صالحین کی صحبت میں۔ اور چونکہ رمضان، شہرِ قرآن ہے، لہٰذا اسے قرآن مجید ہی کی معیت میں گزارا جائے۔

یاد رکھیں! اس وقت دنیا میں دینِ حق پر حقیقتاً عمل کرنے والے آٹے میں نمک کے برابر ہیں اور حقیقی اہلِ ایمان 'غرباء' ہو چکے ہیں، ان میں سے بھی اَغْرَبُ الْغُرَبَاء وہ ہیں جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر راہ جہاد میں گامزن ہیں۔ اور ہم یہی چاہ رہے ہیں کہ ہمارا شمار بھی اسی طائفہ منصورہ میں سے ہو جائے۔ بنا بریں ہمارے لیے اشد ضروری ہے کہ اپنے شب و روز قرآن کے سائے میں گزاریں۔ مسلمان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہوتا ہے۔ اس لیے رمضان المبارک میں ہم اپنے معمولات کو بہتر سے بہتر بنا سکتے ہیں۔ ایک ایسا مہینہ جب نوافل، فرض کے درجے میں اور فرائض کا اجر ستر گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے تو پھر کون بدنصیب ہے جو رحمت باری سے محروم ہونا چاہے گا۔

ع یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

چنانچہ دن بھر کے معمولات کی ترتیب بنا کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ تفصیلی منصوبہ بندی تو ہر بھائی اور بہن اپنے حالات کی مناسبت سے کر سکتے ہیں لیکن ایک سرسری خاکہ پیش خدمت ہے:

## قیام اللیل:

رمضان میں قیام اللیل عام دنوں سے زیادہ آسان بھی ہے اور زیادہ فضیلت والا بھی۔ اگر کوئی ہمت پاتا ہو تو رات کا تیسرا پہر افضل وقت ہے۔ لیکن کم از کم اتنا تو ہونا چاہیے کہ سحری سے کچھ دیر پہلے اٹھ کر آٹھ نوافل ادا کر لیے جائیں۔ قیام اللیل میں قرآن کی تلاوت کا لطف تو وہی جانتا ہے جسے اس کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ جتنی سورتیں زبانی یاد ہیں پڑھ ڈالیے۔ جتنا پڑھیں، تدبر کے ساتھ اور اس احساس کے ساتھ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی نصیب ہو رہا ہے۔ کیا خبر کہ اس عمل کی برکت سے ہم بھی 'وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ' والوں کی فہرست میں شامل ہو جائیں۔

لیکن قیام اللیل پر عامل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ تراویح سے فارغ ہونے کے بعد بلا تاخیر سو جائیں۔ اگر عام دنوں میں ہم عشاء کے بعد بھی تا دیر جاگنے کے عادی ہیں، لیکن خدارا! کم از کم رمضان میں ہی اس 'خلافِ سنت' عادت کو ترک کر دیا جائے۔ اور اس طرح فجر کے بعد سونے کی عادت کو بھی جبراً چھوڑ دیا جائے۔ اور آرام کرنا ضروری ہو بھی تو اشراق کے نوافل پڑھنے کے بعد کچھ دیر آرام کر لیا جائے۔

## اذکار مسنونہ:

نمازِ فجر کے فوراً بعد اٹھ جانے کی بجائے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے صبح کے مسنون اذکار کا ورد کر لیا جائے۔ اس حوالے سے 'حِصنُ المسلم' اور 'علیکم بِسُنّتی' میں موجود اذکار کی ترتیب مفید پائی گئی ہے۔ نیز اگر 'مناجات مقبول' کو اپنے روزانہ کے معمولات میں شامل کر لیا جائے تو سونے پہ سہاگہ ہو گا۔

صبح کے اذکار کا وقت سورج نکلنے سے پہلے اور شام کے اذکار عصر کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک مسنون ہیں۔ اذکار مسنونہ کا ورد اپنی عادت بنا لیں۔ نیز رمضان چونکہ شہرِ قرآن ہے لہٰذا کم از کم ایک پارے کی تلاوت ضرور کریں۔ ہو سکتا ہے کہ آغاز میں طبیعت کو آمادہ کرنے میں دشواری پیش آئے لیکن یاد رکھیں کہ 'اب نہیں تو کبھی نہیں'۔ ہمارے اکابر اور اسلاف رمضان میں بہت زیادہ تلاوت فرماتے تھے۔ اگر ممکن ہو تو کیسٹ وغیرہ سے اچھے قراء کی تلاوت اور اللہ والوں کے بیانات سننے کا بھی اہتمام کیا جا سکتا ہے۔

## سنن رواتب:

سورج طلوع ہونے کے بعد کم از کم دو رکعت اشراق کے نوافل ادا کریں۔ اسی طرح کوشش کریں کہ وہ سنتیں جنہیں چھوٹے ایک مدت گزر گئی ہے، انہیں از سرِ نو زندہ کیا جائے، مثلاً تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد اور نمازِ عصر کی چار سنتیں۔

(نوٹ: نماز عصر کی چار سنتوں کے حوالے سے ایک فضیلت والی حدیث نظر سے گزری ہے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: اللہ اس پر رحم فرمائے جو نمازِ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھ لے۔ اسی روایت کو ابو داود اور ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے لیے رحم کی دعا کی ہے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرتا ہے۔ آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی فرد کے لیے دعا کر رہے ہیں تو وہ رد کیسے ہو سکتی ہے۔)

## ذکر الٰہی:

ہماری سابقہ زندگی کی تعلیم و تربیت میں چونکہ ایک فرد میں خود اعتمادی پیدا کرنے پر بہت زور دیا جاتا رہا ہے لہٰذا اس کے اثرات یہ ہوئے ہیں کہ ہم دنیا بھر کے موضوعات پر بے تکان بولے چلے جاتے ہیں۔ تقلیل کلام کے ذریعے اس چیز پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ لیکن تقلیل کلام سے مقصود یہ نہیں کہ زبان پر تالا لگا کر بیٹھ جائیں بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ ہماری زبان ہمہ وقت، ذکرِ الٰہی سے تر رہے۔ جتنی مسنون دعائیں منقول ہیں ان کا ورد اٹھتے بیٹھتے جاری رکھیں۔ ممکن ہے شروع میں تصنع کا خیال آئے لیکن اس وسوسۂ شیطانی کو دل سے

جھٹک کر اپنا معمول جاری رکھیں۔ اگر کچھ تصنع ہوا بھی تو ان شاء اللہ خود بخود ڈھل جائے گا۔ البتہ یہ دھیان میں رہے کہ جہراً ذکر کی بجائے سراً ذکر بہتر ہے۔

## سورہ کہف کی تلاوت:

جمعۃ المبارک کے دن سورہ کہف کی تلاوت کو اپنا معمول بنائیں اور جمعے کے دن عصر کے بعد کی گھڑیاں قبولیتِ دعا کے لیے بہت اہم ہیں، حدیث میں ان کی بہت فضیلت آئی ہے۔ لہٰذا ان اوقات کو غنیمت جانتے ہوئے اللہ کے حضور خوب دعائیں کریں۔

## مطالعہ سیرت النبی ﷺ:

تزکیۂ نفس کے حوالے سے بنیادی بات یہ ہے کہ اپنے انفرادی اور اجتماعی اعمال سیرت نبوی ﷺ کے سانچے میں ڈھل جائیں لہٰذا اس غرض کے لیے کتب سیرت، مثلاً زاد المعاد، سیرت المصطفیٰ ﷺ اور اسوۂ رسول اکرم ﷺ کا مطالعہ شروع کر دیں۔

## حیاۃ الصحابہؓ سے استفادہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ مبارک اور خوش قسمت ہستیاں ہیں جن کی تربیت رسول اکرم ﷺ نے فرمائی۔ اُن کی زندگیوں کو اپنی زندگی میں اپنانے کی نیت سے 'حیاۃ الصحابہؓ' کی تعلیم اگر گھروں اور مراکز میں ہو سکے تو اُس کے بہت مفید اثرات عملی زندگی میں سامنے آتے ہیں۔

## محاسبۂ نفس:

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا...... روزانہ سونے سے پہلے کچھ دیر کے لیے اپنے دن بھر کے معمولات کا محاسبہ کریں۔

## کثرت دعا:

ان سارے معمولات کے باوجود، قبولیت اخلاص سے مشروط ہے، لہٰذا اخلاص کی دعا ضرور کریں۔ ہم اپنی تمام حاجات میں اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہیں۔ ان مبارک ساعتوں میں بار بار اس کا در کھٹکھٹائیں۔ بالخصوص رات کے پچھلے پہر اور بوقت افطار کی جانے والی دعائیں مقبول ہوں گی۔ (ان شاء اللہ)

اللہ تعالیٰ سے اپنی، اپنے والدین، عزیز و اقارب اور امت مسلمہ کے لیے عفو و عافیت کا سوال کریں۔ سعادت مندی کی زندگی اور شہادت کی موت طلب کریں۔ مجاہدین اسلام کی نصرت اور کامیابی کے لیے خصوصی دعائیں کریں، یہ بھی ان کی مدد ہے۔ قنوت نازلہ پڑھیں اور بالخصوص اپنے قیدی بھائیوں اور بہنوں کی قید سے رہائی کے لیے نہایت الحاح و زاری سے دعائیں مانگیں۔ قیدیوں کو چھڑوانے میں تساہل کر کے ہم بحیثیت مجموعی جس گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں اس پہ رو رو کر اللہ کے حضور معذرت پیش کریں۔ مجاہدین کی قیادت کے حق میں صبر و استقامت کی دعا کریں۔ امت مسلمہ کے سروں پر مسلط غاصب کفار اور طواغیت کی ہلاکت اور بربادی کی دعا کریں۔

## انفاق فی سبیل اللہ:

مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے اپنی ذاتی جیب سے 'نصرت فنڈ' قائم کریں۔ اس سلسلے میں ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ اپنے گھروں میں ایک ڈبہ رکھ لیں اور روزانہ اس میں کچھ نہ کچھ ڈالتے رہیں۔ اسی طرح دیگر ساتھیوں اور اہل خیر کو بھی 'انفاق فی سبیل اللہ' پر ابھاریں۔ محاذوں پر موجود مجاہدین بھائیوں تک ضروری سامان پہنچانا ہمارا فرض ہے۔

## ترک تعیش:

راہِ جہاد اور تعیش میں باہم ضد واقع ہوئی ہے۔ عیش کوشی اور سہولیات کے عادی افراد راہِ جہاد کے مسافر نہیں بن سکتے۔ وہاں تو ایسے رجال کی ضرورت ہے جو رھبان باللیل اور فرسان بالنھار ہوں۔ چنانچہ رمضان کو غنیمت جان کر اپنی زندگی میں سے ان چیزوں کو آہستہ آہستہ خارج کرتے جائیں جو اگرچہ مباح ہی کیوں نہ ہوں لیکن ان سے آرام طلبی اور عیش پسندی کی بو آتی ہو۔ اس حوالے سے دو حدیثیں یاد رکھیں۔

کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل

"دنیا میں اس طرح رہو گویا تم پردیسی ہو یا مسافر۔"

اور

الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر

"دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔"

## آخری عشرے کا اعتکاف:

آخری عشرے میں اعتکاف کی کوشش کریں۔ وگرنہ کم از کم طاق راتیں ضرور قیام اللیل میں گزاریں۔

## نصاب برائے حفظ:

قرآن مجید کی بعض سورتیں جو بھول چکی ہوں از سرِ نو یاد کرنے کی کوشش کریں۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں ایک بار پھر رمضان کی برکات سے مستفید ہونے کا موقع عنایت فرما دیا، چنانچہ اس کے ایک ایک لمحے کو غنیمت جان کر عبادت الٰہی میں وقف ہو جائیں۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۸۴ پر)

# یمن پر امریکی بمباری کے حوالے سے چند اہم نکات

شیخ ابو الحسن الہاشمی (ابراہیم البنا)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس کا فرمان ہے:

وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ○ اِنۡ يَّمۡسَسۡكُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ‌ؕ وَتِلۡكَ الۡاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيۡنَ النَّاسِ‌ۚ وَلِيَـعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَتَّخِذَ مِنۡكُمۡ شُهَدَآءَ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ○ (سورۃ آل عمران: ۱۳۹، ۱۴۰)

”تم نہ تو کمزور پڑو، اور نہ غمگین رہو، اگر تم واقعی مومن رہو تو تم ہی سربلند ہوگے۔ اگر تمہیں ایک زخم لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی اسی جیسا زخم پہلے لگ چکا ہے۔ یہ تو آتے جاتے دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں، اور مقصد یہ تھا کہ اللہ ایمان والوں کو جانچ لے، اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید قرار دے، اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔“

اور درود و سلام ہو انبیاء و مرسلین کے سردار محمد بن عبد اللہ ﷺ پر جن کا فرمان ہے:

عَجَباً لأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَلِكَ لأَحَدٍ إِلاَّ لِلْمُؤْمِنِ: إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْراً لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خيْراً لَهُ۔ (رواه مسلم)

”مومن کے معاملے پر تعجب ہے کہ اس کا ہر حال اس کے لیے خیر ہی ہوتا ہے، اور یہ خصوصیت صرف مومن ہی کو حاصل ہے۔ اگر اسے خوشی ملے تو شکر ادا کرتا ہے، تو وہ اس کے لیے بہتر بن جاتی ہے؛ اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو وہ بھی اس کے لیے بہتر ثابت ہوتی ہے۔“

وعلى اله وصحبه أجمعين. أما بعد.

دشمنانِ اسلام کی طرف سے ہمارے مسلمان بھائیوں کے خلاف دنیا کے مختلف حصوں میں ہونے والی زیادتیاں بدستور جاری ہیں۔ ہم مسلسل مدد و نصرت کے ارادے سے مشرقی ترکستان کے مسلمانوں کی حالت کو دیکھ رہے ہیں، ملحد، کافر چینی حکومت کی جانب سے انہیں قتل اور طرح طرح سے ظلم و ستم کا نشانہ بنانے کے ساتھ ساتھ اپنے دینی شعائر سے منع کیا جا رہا ہے، روزے پر پابندی لگا دی گئی ہے، ان کے علماء اور داعیانِ دین کو قتل کیا جا رہا ہے۔

وحسبنا الله ونعم الوكيل۔

اور ہم مسلسل پوری ہمت اور اشتیاق کے ساتھ جہادی میدانوں پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ تاکہ ہم اپنے مظلوم مسلمانانِ اہلِ غزہ کی مدد و نصرت کا فریضہ ادا کر سکیں، جنہیں امریکی حمایت یافتہ صہیونی درندے اپنے مظالم کا شکار بنا رہے ہیں۔

اسی طرح ہم اپنی زخمی اور دکھی امت کے حالات سے بھی غافل نہیں، جو دنیا کے مختلف حصوں میں اپنے دشمنوں کی چالوں اور سازشوں کا دن رات سامنا کر رہی ہے۔

وَاِنۡ كَانَ مَكۡرُهُمۡ لِتَزُوۡلَ مِنۡهُ الۡجِبَالُ○ (سورۃ ابراہیم: ۴۶)

”اگرچہ ان کی تدبیریں ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ گویا ان سے پہاڑ بھی ہل جائیں۔“

اور بے شک ایمان اور حکمت کی سرزمین (یمن) بھی دشمنوں کی ان زیادتیوں سے محفوظ نہ رہ سکی جو کئی برسوں سے جاری ہیں، جن میں صلیبی امریکی طیاروں کی جانب سے فضائی حدود کی خلاف ورزیاں، جاسوسی اور وقفے وقفے سے اس مبارک اور پاک دھرتی کے مسلمان باشندوں پر آگ برسائی جاتی ہے۔ ان حالات سے متعلق ہم کچھ تاثرات اور معروضات پیش کرنا چاہتے ہیں۔

## مجاہد بھائیوں کے نام

سب سے پہلے اپنے مجاہد بھائیوں کی خدمت میں عرض ہے کہ ہم آپ تک پورے فخر اور اعزاز کے ساتھ اپنے ان بھائیوں اور بیٹوں کے بلند مرتبے پر فائز ہونے کی خبر دیتے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے سخت آزمائشوں اور مصیبتوں کے باوجود اس راستے پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔ انہوں نے صبر و استقامت کا دامن تھامے رکھا اور اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے جہاد میں ڈٹے رہے، تاکہ دین مکمل طور پر اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے راستے میں پیٹھ پھیرنے کے بجائے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے شہادت کی سعادت سے سرفراز فرمایا، نحسبهم كذلك والله حسيبهم۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ انہیں شہداء میں قبول فرمائے، جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند کرے، اور قیامت کے دن انہیں ہمارے اور اپنے اہلِ خانہ کے لیے شفیع بنائے، اس دن جب نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، سوائے اس کے کہ جو اللہ کے حضور قلبِ سلیم لے کر حاضر ہو گا۔

ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے رب کو پسند ہو۔ یقیناً ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اللہ ہمیں کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ اور گناہ سے بچنے اور نیکی کی توفیق صرف اللہ بلند و برتر کی مدد سے ہے۔

اے بہادر مجاہدین! یہی ہجرت اور اللہ کی راہ میں جہاد کا راستہ ہے، تاکہ زمین میں اللہ کے کلمے کو بلند کیا جائے، اس کی شریعت کو نافذ کیا جائے اور ہماری امت پر ہونے والے ظلم کو ختم کیا جائے۔ اس راستے میں ہمیں وہی کچھ پہنچ سکتا ہے جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ○ (سورۃ التوبۃ: ۵۱)

”کہہ دو کہ اللہ نے ہمارے مقدر میں جو تکلیف لکھ دی ہے ہمیں اس کے سوا کوئی اور تکلیف ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔ وہ ہمارا رکھوالا ہے، اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔“

پس اللہ ہی ہمارا مددگار ہے، اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں۔ اللہ ہمیں ان کے شر اور مکر سے محفوظ رکھے۔ وہ تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ بھی تدبیر فرماتا ہے، اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

اے عزیز و محترم بھائیو! یاد رکھیں کہ اللہ نے جو کچھ ہمارے لیے لکھ دیا ہے، وہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔ یہ دراصل دو بھلائیوں میں سے ایک ہے: یا تو فتح و نصرت یا اس کی راہ میں شہادت۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ○ (سورۃ التوبۃ: ۵۲)

”کہہ دو کہ تم ہمارے لیے جس چیز کے منتظر ہو، وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ (آخر کار) دو بھلائیوں میں سے ایک نہ ایک بھلائی ہمیں ملے۔ اور ہمیں تمہارے بارے میں انتظار اس کا ہے کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سزا دے۔ بس اب انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں۔“

اور ہمارے بیٹوں اور بھائیوں کا قتل ہونا ہمیں ہرگز اس بات سے نہیں روک سکتا کہ ہم اللہ کی راہ میں ہجرت اور جہاد کے اس راستے پر آگے بڑھتے رہیں۔ بلکہ ہمارے لیے یہ ایک عظیم اعزاز ہے کہ ہمارے بیٹے میدان میں حق پر ثابت قدم رہتے ہوئے قتل ہوں، انہوں نے نہ اپنا راستہ بدلا اور نہ اپنے عہد سے پھرے، جس طرح ہمارے دوسرے بھائی دنیا کے مختلف محاذوں اور سرحدوں پر لڑتے ہوئے مارے جاتے ہیں۔

اور اسی طرح جیسے ہمارے بھائی مقبوضہ فلسطین کے شہر غزہ میں مسجدِ اقصیٰ کے غاصب یہودیوں کے ہاتھوں قتل کیے جا رہے ہیں۔ ہم انہیں اللہ کے حضور شہید شمار کرتے ہیں، اگرچہ ہم کسی کے بارے میں اللہ کے سامنے قطعی فیصلہ نہیں کرتے۔

اگرچہ ہم سب بھی صفحہ ہستی سے مٹا دیے جائیں تب بھی ہمیں کوئی فرق نہیں پڑنے والا، ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ جب ہم قیامت کے دن اپنے رب کے حضور پیش ہوں گے اور وہ، حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے، ہم سے پوچھے گا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ اور اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے کیا کیا؟ تو ہم اس وقت یوں عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہم نے تیرے حکم پر لبیک کہا، اپنی استطاعت کے مطابق تیاری کی اور تیری راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ ہم مارے گئے۔

یقیناً اللہ کی راہ میں جہاد ایک نفع بخش تجارت ہے، جو اس پر عمل پیرا ہوتا ہے وہ دردناک عذاب سے نجات پاتا ہے اور دائمی نعمتوں سے سرفراز ہوتا ہے۔ اور خوش نصیب وہ ہے جسے اللہ شہادت کا درجہ عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ○

(سورۃ آل عمران: ۱۶۹–۱۷۱)

”اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے ہیں، انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے۔ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے جو کچھ دیا ہے وہ اس پر مگن ہیں، اور ان کے پیچھے جو لوگ ابھی ان کے ساتھ (شہادت میں) شامل نہیں ہوئے، ان کے بارے میں اس بات پر بھی خوشی مناتے ہیں کہ (جب وہ ان سے آکر ملیں گے تو) نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر بھی خوشی مناتے ہیں اور اس بات پر بھی کہ اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ○ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ○ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ

قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ: ۱۵۳–۱۵۷)

”اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوں ان کو مردہ نہ کہو، دراصل وہ زندہ ہیں مگر تم کو (ان کی زندگی کا) احساس نہیں ہوتا۔ اور دیکھو ہم تمہیں آزمائیں گے ضرور، (کبھی) خوف سے اور (کبھی) بھوک سے (کبھی) مال و جان اور پھلوں میں کمی کرکے اور جو لوگ (ایسے حالات میں) صبر سے کام لیں ان کو خوشخبری سنادو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے خصوصی عنایتیں ہیں، اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت پر ہیں۔“

پس اے معزز اور محترم مجاہدو! تمہارے بہادر اور دلیر بھائی اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں تاکہ دنیا اور تاریخ پر یہ ثابت کر دیں کہ اس امت میں ایسے مرد بھی موجود ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صادق آتا ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ......

”انہی ایمان والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا نذرانہ پورا کر دیا......“

لہٰذا تم بھی آیت کے دوسرے حصے میں مذکور لوگوں میں شامل ہو جاؤ جن کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ (سورۃ الاحزاب: ۲۳)

”اور کچھ وہ ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں۔ اور انہوں نے (اپنے ارادوں میں) ذرا سی بھی تبدیلی نہیں کی۔“

فداك نفسي وما ملكت يميني
فوارس صدقت فيهم ظنوني
فوارس لا يملون المنايا
وإن دارت رحى الحرب الزبون

”میری جان اور جو کچھ میرے اختیار میں ہے سب تم پر قربان
تم وہ جانباز سوار ہو جن کے بارے میں میرا گمان سچا نکلا
وہ ایسے دلیر شہسوار ہیں جو موت کے میدان سے کبھی نہیں تھکتے
خواہ جنگ کی ہولناک چکی ہی کیوں نہ پوری شدت سے گھومنے لگے۔“

## امتِ مسلمہ کے نوجوانوں کے نام

امتِ مسلمہ کے ان نوجوانوں کے نام جو اپنے دین اور اپنے بھائیوں کی نصرت کے لیے بے تاب ہیں:

ہم ان سے کہتے ہیں: اپنے آپ کو تیار کرو اور وہ علوم و مہارتیں حاصل کرو جن کے ذریعے تم اپنی امت کے لیے مفید ثابت ہو سکو، اور اس کوشش کو اللہ کے ہاں اجر و ثواب کی نیت سے انجام دو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ (سورۃ الانفال: ۶۰)

”اور ان کے مقابلے کے لیے جہاں تک تم سے ہو سکے قوت اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو، تاکہ اس کے ذریعے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو مرعوب کر سکو، اور ان کے سوا دوسرے دشمنوں کو بھی جنہیں تم نہیں جانتے، مگر اللہ انہیں جانتا ہے۔“

فی زمانہ جہاد کو مختلف نوعیت کے علم اور مہارتوں کی شدید ضرورت ہے۔ اس لیے جہاں تم ہو وہیں وہ علم اور صلاحیتیں حاصل کرو جن کے ذریعے اپنے دین کی خدمت کر سکو، تاکہ جب وقت آئے تو تم اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لیے پوری طرح تیار ہو۔

موجودہ حالات اس بات کی نوید دے رہے ہیں کہ مشرق و مغرب میں امتِ مسلمہ کے لیے بڑی فراخی کا وقت آنے والا ہے۔ لہٰذا آنے والے مرحلے کے لیے مکمل تیاری میں رہو، کیونکہ خیر اور بھلائی ان شاء اللہ ضرور آنے والی ہے۔

اللہ نے ہمیں اہلِ کفر کے اندر ان کے زوال کی ابتدائی نشانیاں دکھادی ہیں۔ ان کے باہمی اختلافات اب اس حد تک بڑھ چکے ہیں کہ کھل کر سامنے آنے لگے ہیں، اور ان کے نہایت گندے اور شرمناک اعمال آشکار ہو رہے ہیں جو فطرتِ سلیم کے خلاف ہیں، ایسے اعمال جنہیں دیکھ کر انسان تو کیا، شیطان بھی حیران رہ جائے۔

اور امریکی حکومت کے محکمۂ ظلم جسے وزارت عدل کہا جاتا ہے، کی جانب سے یہودی جیفری ایپسٹین کے ان شرمناک اور رسوا کن دستاویزات کا منظرِ عام پر آنا، جن میں اس متکبر ریاست کے سیاست دانوں اور سربراہوں کے اسکینڈل بے نقاب ہوئے، دراصل اس جھوٹی

تہذیب کے زوال کی محض ابتدا ہے۔ یہ تہذیب درحقیقت ایک سراب کی مانند ہے جسے پیاسا پانی سمجھ بیٹھتا ہے۔

## امت کے معزز و نیک علماء کے نام

ہماری امت کے ان معزز اور نیک علماء کے نام ہے جن سے اللہ نے عہد لیا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے حق کو واضح کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں، ان اہلِ علم کے نام جو سورۂ بقرہ اور آلِ عمران کے حامل ہیں اور سورۂ توبہ و انفال کے حافظ ہیں۔

کیا آپ تک اپنے ان مجاہد بیٹوں کی شہادت کی خبر نہیں پہنچی جو مختلف محاذوں پر دھوپ کی تپش اور سخت گرمی میں اس طرح قدم رکھتے ہیں کہ اس سے کافروں کے دلوں میں غیظ و غضب پیدا ہوتا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ صلیبی دشمن اس حد تک بڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے حرمتوں کو پامال کیا، خون اور عزتوں کو مباح سمجھا، پرامن گھروں پر بمباری کی اور عورتوں اور بچوں کو خوف و ہراس میں مبتلا کیا؟ اور پھر بھی وہ اپنی جرائم پیشہ روش پر قائم ہیں، جبکہ امت ابھی تک اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے پوری طرح بیدار نہیں ہوئی۔

یا پھر کیا ہم واقعی اسی زمانے میں جی رہے ہیں جسے رسول اللہ ﷺ نے دین کی اجنبیت کا زمانہ قرار دیا تھا، جب آپ ﷺ نے فرمایا:

بدأ الإسلام غريبا وسيعود كما بدأ غريبا. فطوبى للغرباء

”اسلام اجنبی حالت میں شروع ہوا تھا اور دوبارہ اسی طرح اجنبی ہو جائے گا، پس خوشخبری ہے ان اجنبیوں کے لیے۔“

پس آج آپ حضرات کی ذمہ داری ہے کہ اپنی مسلم امت کے سامنے حق کو واضح کریں اور اسے اپنے بیٹوں کی نصرت کے لیے دعوت دیں، جو توحید کے علم بردار، حرمتوں اور عزتوں کی حفاظت کے لیے اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ آپ میں سے بہت سے علماء نے، اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، ابین کے علاقے المعجلة میں مسلمانوں پر بمباری کے بعد جہاد کے وجوب کے بارے میں فتاویٰ جاری کیے۔ مگر یہ کافی نہیں، کیونکہ ظالم دشمن کی جارحیت اور سرکشی بدستور جاری ہے۔ آپ پر لازم ہے کہ امت کے نوجوانوں کو ابھاریں اور انہیں ان کی عزت و وقار کے راستے کی طرف رہنمائی کریں، وہ راستہ جو ہجرت اور اللہ کی راہ میں جہاد کا راستہ ہے، جو انبیا اور رسولوں علیہم السلام کا راستہ رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

والذي نفس محمد بيده لوددت أني أغزو في سبيل الله فأقتل. ثم أغزو فأقتل ثم أغزو فأقتل

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! میری خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں، پھر جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں، پھر جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں۔“

ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ اس سال کے رمضان اور اس کے بعد بھی اپنی عبادات میں کلمۂ حق کہنے کو شامل کریں۔ کیونکہ جس رب نے ہم پر روزہ اور نماز فرض کیے ہیں، اسی نے اپنی راہ میں جہاد کو بھی فرض قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○ (سورۃ البقرۃ: ۱۸۳)

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔“

اور فرمایا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ○ (سورۃ البقرۃ: ۲۱۶)

”تم پر قتال فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار لگتا ہے، ممکن ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو، اور ممکن ہے تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے جبکہ تم نہیں جانتے۔“

اللہ تعالیٰ نے مزید ایک جگہ فرمایا:

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا○ (سورۃ النساء: ۸۴)

”لہٰذا تم اللہ کے راستے میں جنگ کرو، تم پر اپنے سوا کسی اور کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ہاں مومنوں کو ترغیب دیتے رہو، کچھ بعید نہیں کہ اللہ کافروں کی جنگ کا زور توڑ دے۔ اور اللہ کا زور سب سے زیادہ زبردست ہے اور اس کی سزا بڑی سخت۔“

ہم آپ کو بتاتے چلیں کہ اس دینِ مبین کی نصرت ایک ایسا شرف ہے جس کی توفیق اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ لہٰذا اس شرف سے محروم نہ رہیں۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور آپ کو انہی لوگوں میں شامل فرمائے۔

## باحمیت یمنی قبائل کے نام

آخر میں اپنے باحمیت یمنی قبائل سے کہنا چاہتا ہوں، وہ قبائل جنہیں اللہ نے اپنے مہاجر بھائیوں کی مدد اور پناہ دینے کا شرف عطا کیا، وہ مہاجر جو اپنے دین کی حفاظت اور اپنی کمزور امت کی مدد کے لیے اپنے گھروں اور مال سے بے گھر کر دیے گئے، مگر اپنے انصار بھائیوں کے پاس انہیں مضبوط پناہ، محفوظ ٹھکانہ اور دفاع کے لیے بھرپور مدد ملی۔

اے عظیم قبائل! تمہیں باوقار مؤقف مبارک ہو، اور یہ توفیق ربانی مبارک ہو۔ اور تمہیں اپنے رسول ﷺ کے اس وعدے پر خوشخبری ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

وما من امرئ ينصر مسلما في موضع ينتقص فيه من عرضه، وينتهك فيه من حرمته إلا نصره الله في موطن يحب فيه نصرته

”جو شخص کسی ایسے مقام پر کسی مسلمان کی مدد کرتا ہے جہاں اس کی عزت پامال کی جا رہی ہو اور اس کی حرمت کو نقصان پہنچایا جا رہا ہو، اللہ اسے ایسے مقام پر مدد عطا فرمائے گا جہاں وہ اپنی مدد کو پسند کرے گا۔“

ہم اپنے قوی و عزیز رب سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تمہاری قدر و منزلت بلند کرے، تمہارا مقام اونچا کرے اور اپنے دین اور اپنے مجاہد بندوں کی مدد میں تمہیں قوت عطا فرمائے۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت و نصرت سے بہرہ مند فرما!

اے اللہ! غزہ و فلسطین، برما، مشرقی ترکستان، مغربِ اسلامی، چیچنیا، داغستان، کشمیر، ہندوستان، صومالیہ، سوڈان، یمن اور دنیا بھر کے ہمارے کمزور بھائیوں کی مدد فرما۔

اے اللہ! جو ہمارے اور مسلمانوں کے خلاف برائی کا ارادہ کرے اسے اپنی مشکلات میں مشغول کر دے اور اس کی تدبیر کو اسی پر الٹ دے۔

اے اللہ! جس طرح چاہے اور جس طرح مناسب سمجھے ہمیں ان کے شر سے بچالے اور ہمیں محفوظ رکھ۔

اے اللہ! تو ہی ہمارے لیے کافی ہے اور تو ہی بہترین کارساز ہے۔

ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆☆☆

[1] فتح الباری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجيع ورعل وذكوان وبئر معونه

## بقیہ: سیرت رسول ﷺ کے سائے میں

- جس کو قتل کیا جا رہا ہے اس کے ساتھ [اس کی آخری خواہش پوری کر کے] نرمی،
- اولیاء اللہ کی کرامت کا اثبات،
- مشرکین کے لیے عمومی بد دعا کا جواز،
- قتل سے پہلے نماز پڑھنا۔

نیز اس میں یہ امور ہیں: قتل کے وقت شعر پڑھنا، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے ایمان کی پختگی۔

اور اس میں یہ بات بھی ہے کہ اللہ اپنی مشیت کے مطابق اپنے بندے کو آزماتا ہے، تاکہ اسے اجر سے نوازے، ورنہ اللہ چاہے تو کافر کسی مسلمان کا بال بھی بیکا نہ کر سکیں۔

اور یہ بات بھی ہے کہ اللہ کسی مسلمان کی دعا اس کی زندگی میں قبول کرتے ہیں اور اس کی موت کے بعد بھی، اور بھی بہت سے فوائد ہیں جو غور کرنے سے ظاہر ہو جائیں گے۔

اللہ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی یہ دعا تو قبول کی کہ ان کے جسم کی کفار سے حفاظت کی، لیکن کفار کو ان کے قتل سے نہیں روکا، کیونکہ اللہ انہیں شہادت کی عزت دینا چاہتا تھا اور ان کی لاش کی حفاظت بھی ایک تکریم تھی، اس واقعے میں یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ کفارِ قریش حرم اور حرمت والے مہینوں کی تعظیم کرتے تھے۔[1]

### [میری قربانی، نماز، زندگی اور موت سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے]

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے واقعے کے فوائد میں سے نماز کی فضیلت بھی ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ سے ملاقات سے پہلے دنیا میں آخری عمل نماز کو بنایا، پھر یہ نماز ہر اس مسلمان کے لیے سنت قرار دے دی گئی جو قتل کیا جا رہا ہو۔

جب انسان قتل کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہو اور اللہ کی ملاقات کے انتظار میں ہو تو اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ ایک اور ہی طرح کی نماز ہو گی، اس میں انسان ظاہری و قلبی طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہو گا، اخلاص و خشوع کا خوب اہتمام کرے گا، تاکہ زندگی کے عین آخری لمحات میں کیا جانے والا یہ عمل اللہ کے یہاں مقبول ہو جائے اور اللہ کی رحمت و بلندی درجات کا سبب بن جائے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے: جب تم سے کوئی نماز پڑھے تو وہ دنیا کو الوداع کہنے والے کی طرح نماز پڑھے، اس شخص کے جیسی نماز جس کا یقین ہو کہ وہ لوٹ کر دنیا میں نہیں آئے گا۔[2]

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

[2] الجامع الصغير للسيوطی: ٤١٦

# جنگی اسٹریٹیجی کے ۳۳ رہنما اصول

فضیلۃ الشیخ سیف العدل

بسمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ

## جب انتخاب ایک آسائش بن جائے

### ۳. عدمِ واپسی کی اسٹریٹیجی

سب سے بڑا دشمن جس کا آپ کو پوری سختی سے مقابلہ کرنا چاہیے، وہ خود آپ ہیں۔ کیونکہ دن میں خواب دیکھنا اور خیالی دنیا میں کھو جانا حقیقت سے بھاگنے کے مترادف ہے، اور لازماً اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ اپنے سامنے موجود حالات کا غلط اندازہ لگاتے ہیں۔ یہ تباہی کا وہ مقام ہے جہاں سے آپ ایک ایسی دنیا میں نکلتے ہیں جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اور وہاں آپ خطرات خود گھڑتے ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے کے طریقے خود ایجاد کرتے ہیں اور آسانی و سہولت سے ان پر فتح پا لیتے ہیں، اور ایک ہی نشست میں اپنی فتوحات کی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں۔ اس پر حاصل ہونے والا اطمینان کا احساس گمراہ کن ہوتا ہے، آپ کچھ نہیں کریں گے جب تک آپ اطمینان میں مبتلا ہیں، آپ کو ضرورت کا احساس نہیں ہوگا، آپ عدم توجہی کا شکار اور حوصلے سے محروم رہیں گے، کیونکہ آپ کے سامنے نہ کوئی ہنگامی صورتحال ہے اور نہ ہی کوئی فوری خطرہ۔ آپ حقیقی دشمن کے بارے میں نہیں سوچتے بلکہ اس دشمن کے بارے میں سوچتے ہیں جسے آپ نے خود ایجاد کیا ہے کیونکہ آپ اپنی خیالی دنیا کے قیدی بن چکے ہیں۔

دن کے خوابوں سے چھٹکارا پانے کا پہلا قدم یہ یقین کرنا ہے کہ دشمن کبھی آرام نہیں کرتا، اور وہ آپ کے قریب آنے کے لیے بہت سے قدم اٹھا چکا ہے، اور اچانک وہ آپ پر جھپٹنے ہی والا ہے۔ اور جب آپ نے وہموں میں پناہ لی تو آپ کی اندرونی صف میں خواہشات اور نفسانی میلانات نے کھیل کھیلا، اور اندرونی تعمیر و ترقی پر آپ کی توجہ کے باوجود، وہاں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو آپ کے خلاف سازش کرتے ہیں تاکہ وہ اس کا فائدہ اٹھا سکیں جو آپ حاصل کر رہے ہو۔

اگلا قدم یہ ہے کہ آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اولین فاتحین اور عظیم بانی خود کو آرام کا وقت نہیں دیتے، وہ جانتے ہیں کہ بیرونی یلغار کب روکنی ہے، اندرونی صف کو کب پاک کرنا ہے، اور تعمیر کب شروع کرنی ہے۔

اس سے پہلے کہ باہر یا اندر سے آپ پر حملہ ہو، آپ کو عملی طور پر حرکت کے ذریعے پیش قدمی کرکے دونوں طرف کے دباؤ کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ خود کو حقیقت پسندانہ اختیارات (آپشنز) کے سامنے رکھیں تاکہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ اگر آپ وقت اور وسائل کو بغیر سوچے سمجھے مہمات میں ضائع کریں تو آپ کو کس قدر نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ آپ موت کی سرزمین میں ہیں، اپنی صفوں کو سازشیوں سے پاک کریں اور اندرونی محاذ کو بیرونی محاذ میں مصروف رکھیں، تاکہ بعد میں آپ تعمیر کی طرف لوٹ سکیں۔

☆☆☆☆☆

خود کو ذہنی و فکری طور پر موت کی سرزمین میں رکھیں، آپ کی پیٹھ دیوار سے لگی ہو اور آپ کو پوری قوت کے ساتھ لڑنا ہوگا تاکہ وہاں سے زندہ نکل سکیں۔ اپنی ذہنی صلاحیتیں اور اپنے مشیروں کی ذہنی صلاحیتیں استعمال کریں۔ آپ کے فیصلے کی تائید اور پشت پناہی، آپ کے سپاہیوں کے بارے میں آپ کے علم، آپ کی صلاحیتوں کے بارے میں آپ کی تفہیم اور اپنے اتحادیوں کی مدد و حمایت سے ہوتی ہے۔ پھر جب آپ پختہ عزم کر لیں تو اللہ پر توکل کریں۔ یہ محض کہی جانے والی بات نہیں، کیونکہ جب آپ اسباب کی دنیا میں اپنی پوری کوشش کر لیتے ہیں تو توکل آپ کے لیے وہ پورا کر دیتا ہے جو آپ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اللہ پر حسنِ توکل حاصل ہوتا ہے، یوں آپ تذبذب، الجھن اور حیرت سے نجات پا لیتے ہیں۔

متبادل اپنانے کا اختیار (یعنی دستیاب آپشنز کا ہونا) ہچکچاہٹ اور تردد کے لامحدود امکانات کا دروازہ کھول دیتا ہے، مگر قائدین امکانات کے درمیان زندہ نہیں رہ سکتے بلکہ انہیں ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہوتا ہے۔ کچھ امکانات ارادے کو توڑ دیتے ہیں اور کچھ اسے بلند کرتے ہیں۔ زندگی کی خواہش، حاصل شدہ فوائد کی حفاظت اور ہاتھ میں موجود چیز کو برقرار رکھنے کی چاہت، آپ کو شکست خوردہ کرکے ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کر سکتی ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ذلت کا انتخاب کیا اور ہر روز مرنے کو گوارا کر لیا۔ جبکہ جنگ و قتال کا انتخاب اور ہر قدم کے ساتھ موت کا احساس آپ کو زندگی کی طرف دھکیلتا ہے اور آپ کو قوت و تمکنت اور عزت کی طرف لے جاتا ہے۔

اسی لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہمیشہ کہا کرتے تھے:

”میں تمہارے پاس ایسے لوگ لے کر آیا ہوں جو موت سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جیسے تم زندگی سے محبت کرتے ہو۔“

یہاں ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ غزوۂ موتہ میں لڑنے کا فیصلہ کرنا قائدین کے لیے کتنا مشکل تھا، اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کس حد تک ذہین تھے۔

☆☆☆☆☆

ایک دانا قائد پر لازم ہے کہ وہ جنگ میں اپنی مہم کی کامیابی اور مقاصد کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے ابتدائی اور بنیادی اقدامات کرے۔ جہاں گفتگو کارگر ہو وہاں چھڑی کی

ضرورت نہیں، اور جہاں چھڑی نظم قائم کر دے وہاں تلوار اٹھانے کی نوبت نہیں آتی، یوں تلوار کے ذمہ کم سے کم کام رہ جاتے ہیں۔ لڑائی کی طرف پیش قدمی کے دوران جہاں تک ممکن ہو مخالفین کو بے اثر کرو اور ہر اُس فریق سے اتحاد قائم کرو جو تمہارے دشمن سے نفرت کرتا ہو، ان سے دشمن کے بارے میں وہ معلومات حاصل کرو جو تمہیں درکار ہیں۔ پھر چھوٹی چھوٹی اکائیاں بھیجو تاکہ دشمن سے ابتدائی رابطہ قائم ہو سکے۔ جو بھی معلومات تم تک پہنچیں، اُن سے حملے کے منصوبے کی تشکیل میں فائدہ اٹھاؤ اور جن سے تم نے اتحاد کیا ہو اُن کے کردار، حملے میں واضح طور پر مرتب کرو۔

دانا قائد داخلی منظر نامے سے غافل نہیں رہتا، جس کی صفائی کے لیے جرّاح (Surgeon) جیسی مہارت درکار ہوتی ہے، کیونکہ اندرونِ خانہ بھی بعض کو بے اثر کرنا اور بعض سے اتحاد کرنا ضروری ہوتا ہے۔ دانا قائد لوگوں میں سے کچھ کو مانوس کرتا ہے تاکہ اُن کی شرارت سے بچا رہے اور اُن کی وفاداری یقینی بنائے، کچھ کے ساتھ حسنِ تعلق قائم کرتا ہے تاکہ اُن کی وفاداری برقرار رہے، کچھ کو نظم و ضبط کے لئے قید کر کے تادیب کرتا ہے اور کچھ سے قصاص لیتا ہے۔

داخلی سازشوں کا خاتمہ، دشمن کے مخالفین سے اتحاد اور معلومات کی دستیابی، یہ سب فتح کے حصول کے لیے ایک معاشرتی اور سکیورٹی مرکب ہیں۔ اب اس میں دستیاب عسکری و معاشی وسائل کا اضافہ کرنا باقی ہے، یوں سیاسی باورچی خانہ کام کرتا ہے تاکہ ہر میدان میں، حتیٰ کہ موت کی سرزمین کے میدان میں بھی، موجودگی برقرار رہے۔

☆☆☆☆

اور چونکہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے پاس بہت سے انتخاب (آپشنز) ہیں، اس لیے آپ کسی ایک کام میں اتنی گہرائی سے نہیں الجھتے کہ اسے انجام تک پہنچا سکیں، یوں وقت، توانائی اور وسائل متبادل اپنانے کے انتخاب کے درمیان ضائع ہو جاتے ہیں اور آپ کبھی بھی وہ حاصل نہیں کر پاتے جس کی آپ خواہش رکھتے ہیں۔[1] کبھی کبھی، ضرورت کے وقت، اصولاً نہیں، آپ کو اپنے جہاز ڈبو دینے یا جلا دینے پڑتے ہیں اور اپنے لیے صرف ایک ہی راستہ چھوڑنا ہوتا ہے: کامیابی یا سقوط۔

موت کی سرزمین میں کام کرنے کے لیے آپ کو آسان اور درست کے درمیان انتخاب کرنا ہو گا، آپ کو مسئلے کی جڑ کا تعین کرنا ہو گا اور وہ آپ کے اردگرد کے لوگوں میں نہیں بلکہ خود آپ میں ہے، جب آپ تصادم اور مقابلے کے انتخاب کا سامنا کرتے ہیں تو آپ کی سوچ کے پس منظر میں فرار کا ایک راستہ جھلک دکھاتا ہے، اگر آپ اپنے خوف پر قابو نہ پائیں تو حالات بگڑنے پر آپ کو کوئی نہ کوئی سہارا مل ہی جاتا ہے، ٹال مٹول اور لمبی امیدیں ہمیشہ آپ کے سامنے وقت کی گنجائش کھول دیتی ہیں، آپ اس پناہ گاہ کو نعمت سمجھ سکتے ہیں، مگر حقیقت میں وہ ایک لعنت ہے۔

حالتِ ضرورت کا ایک غیر معقول اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ سپاہیوں کو ترغیب دیتی ہے کہ وہ مایوسی کو حد سے بڑھی ہوئی بہادری و جرات میں بدل ڈالیں، یہ موت کی سرزمین کی اسٹریٹیجی ہے، جس کی اپنی خاص بنیادیں ہوتی ہیں تاکہ آپ اس میں داخل ہو سکیں اور بچنے کے امکانات آپ کے حق میں ہوں۔

☆☆☆☆☆

ان خاص بنیادوں میں شامل ہیں:

- جنگ سے آپ کا مطلوبہ مقصد،
- سپاہیوں کے نکلنے کا محرک اور تحریک (اللہ کی راہ میں، جس کا ثمرہ جنت ہے)،
- مقابل کمانڈر کی فطرت کو جاننا اور اس کے خیالات اور ارادوں کو پڑھنے کی صلاحیت،
- دھوکا دینے کی آپ کی قدرت، کہ ایک ممکنہ خطرہ اس طرح ذہن نشین کریں جو دشمن کے کمانڈر کی نفسیات سے ہم آہنگ ہو اور اسے اس بات سے غافل کر دے جس کا آپ ارادہ رکھتے ہیں،
- اس میدان کی نوعیت کو سمجھنا جس میں آپ داخل ہو رہے ہیں (زمین)،
- اس وقت کی سمجھ بوجھ جسے آپ نے مقابلے کے لیے چُنا ہے اور اس کے ساتھ فطری عوامل (آب و ہوا، مرئیت و بصارت، سالانہ موسم)،
- آپ کے سپاہیوں کی قوتِ ارادہ، ان کی تربیتی مہارت اور ہتھیاروں کی کارکردگی،
- آپ کی یونٹوں اور دشمن کی یونٹوں کی نفسیاتی و اخلاقی حالت،
- وہ باتیں جو آپ دشمن کے فوجیوں کے سامنے رکھ سکتے ہیں تاکہ آپ مقابلے سے پہلے ہی انہیں شکست دے دیں (یعنی جس قضیے میں وہ اپنی جانیں کھپا رہے ہیں وہ عادلانہ اور جائز نہیں)،
- اور خبردار رہو کہ اپنی متکبرانہ حرکات سے انہیں مشتعل نہ کرو، کہیں تم ان کے اندر "موت کی سرزمین" کا فلسفہ پروان نہ چڑھا دو، ان جنگی اخلاقیات کی پابندی کرو جن میں تم مشہور رہے ہو،

---

[1] قبل از مسیح میں چینی جرنیل 'سُن تزو' نے (چینی شہر بوجو کی جنگ میں) اور ۱۵۲۱ء میں ہسپانوی جرنیل 'کورٹیز' (Cortes) نے (میکسیکو سٹی کی جنگ میں) اسی حکمت عملی کے تحت فتح پائی تھی، کیونکہ دونوں کے پاس فوجوں کی سطح پر کامیابی کے اسباب موجود تھے۔ تاہم اس کے نتائج نہایت سنگین ہوتے ہیں اگر معاملہ ویسا ہی ہو جیسا کعب بن الاشرف نے کہا تھا، جبکہ وہ اس سازش سے بے خبر تھا جو اس کے خلاف تیار کی جا رہی تھی: (بے شک شریف آدمی اگر رات کی تاریکی میں نیزے کی ضرب کے لیے بھی بلایا جائے تو وہ لبیک کہے گا)، چنانچہ اسی میں اس کی ہلاکت ہوئی، وللہ الحمد والمنة۔ یا پھر وہ واقعہ جو معرکۂ یرموک میں رومی لشکر کے ساتھ پیش آیا، جہاں وادیِ الرقاد ان کے پیچھے تھی اور وہ انہیں کچھ فائدہ نہ دے سکی۔
میرا یقین ہے کہ اس اسٹریٹیجی کی طرف صرف مجبوری کے عالم میں ہی رجوع کیا جانا چاہیے۔ نیز یہ وضاحت مفید ہے کہ تاریخی روایات میں اس بات کی کوئی صحیح سند نہیں ملتی کہ اندلس کی فتح (۷۱۱ء–۹۲ھ) کے موقع پر طارق بن زیاد نے کشتیاں جلائی تھیں، اور نہ ہی وہ مشہور قول ثابت ہے: "دشمن تمہارے سامنے ہے اور سمندر تمہارے پیچھے۔"

- معرکے میں دشمن کے فوجیوں کے لیے فرار اور نجات کے راستے کھولو، اور دشمن کے شہروں کو قتل سے سلامتی اور املاک کے لیے امان دو، اور حد سے بڑھ کر تذلیل کرنے سے بچو۔

ان امور کی پابندی سے آپ کے لیے موت کی سرزمین میں بچاؤ اور فتح کی شرح میں اضافہ ہو گا۔

☆☆☆☆☆

دستیاب آپشنز کی کثرت ایک دو دھاری تلوار ہے، ایک طرف یہ دستیاب امکانات کے حجم اور ان کی لچک کو نمایاں کرتے ہیں، اور دوسری طرف ان میں سے کسی ایک پر عمل کرنے کا فیصلہ کرنے کے لیے وقت خرچ کرتے ہیں اور قائد کو تذبذب یا الجھن کی حالت میں دکھاتے ہیں۔ جبکہ حریف کے پاس آپشنز محدود ہو سکتے ہیں، جو اسے کم وقت میں فیصلہ کرنے کے قابل بناتے ہیں اور اسے واقعات کے ساتھ تیزی سے ردِ عمل دینے میں مدد دیتے ہیں اور وہ اپنی حرکات سے ہمیں حیران کر دیتا ہے جبکہ ہم اب بھی دستیاب آپشنز کے درمیان موازنہ کر رہے ہوتے ہیں اور مفروضات کو عدم فیصلہ کی بھول بھلیاں میں رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔

اپنے آپ کو وقت کے دباؤ میں رکھیں، کیونکہ وقت اتنا قیمتی ہے کہ اسے ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ اختیارات (آپشنز) کے درمیان ترجیح طے کرنے کے لیے عملی مراحل کی ایک ترتیب بنائیں، اُن آپشنز کو خارج کر دیں جو پیچیدہ منصوبہ بندی یا مشکل ہم آہنگی کا تقاضا کرتے ہوں، کیونکہ آخر کار منصوبہ ایک سادہ سپاہی ہی نافذ کرتا ہے۔ وہ آپشن استعمال کریں جو آپ کے سپاہیوں کے خون کی حفاظت کرے اور حریف کو تھکا دے، وہ آپشن استعمال کریں جو حریف کو دھوکا دے اور اسے الجھا دے، وہ آپشن استعمال کریں جو دشمن کے سپاہیوں کے عزم کو توڑ دے اور آپ کے سپاہیوں کے حوصلے بلند کرے۔ ہمیشہ وہی انتخاب کریں جو آپ کے سپاہیوں کی مہارتوں سے ہم آہنگ ہو، آپ کے ہتھیاروں اور ساز و سامان کے مطابق ہو اور جس میں زمین، آب و ہوا، موسم اور وقت آپ کا ساتھ دیں۔

جب آپشنز (Options) پر گفتگو کی جائے تو ہمیشہ اصولوں کی طرف رجوع کریں اور جنگ کی نوعیت کے مطابق ہدایات پر عمل کریں [روایتی یا گوریلا]۔ اصولوں کی خلاف ورزی آپ کو ایک ہی انجام کے سامنے لا کھڑا کرتی ہے یعنی شکست۔ جو کوئی جنگ کے بعض اصولوں کی خلاف ورزی کے باوجود فتح حاصل کرتا ہے وہ ایک نابغہ اور عبقری شخص ہوتا ہے جو مقابل کمانڈر کے ردِ عمل کی پیش گوئی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہ نہایت نایاب ہے۔ اس لیے اصولوں کی خلاف ورزی نہ کریں جب تک کہ آپ انہیں پوری طرح سمجھ نہ لیں اور برسوں تک ان پر عمل نہ کر چکے ہوں۔

موت کی سرزمین کا فلسفہ کسی جوئے میں تبدیل نہیں کیا جانا چاہیے کہ محض زندگی کی یکسانیت توڑنے یا عسکری جمود کو شکستہ کرنے کے لیے ہم اس کی طرف لپک پڑیں۔ یہ دشمن کے خلاف حیرت اور صدمہ پیدا کرنے کے لیے تجدید کی ایک صورت ہے اور یہ ایک سوچا سمجھا چیلنج ہے جس کے ساتھ مجبوری کے ماحول میں، نہ کہ انتخاب کے ماحول میں، دلیری اور مہم جوئی کی نفسیات شامل ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

تربیت کے دوران کمانڈروں کو چاہیے کہ سپاہیوں کو ایسے خطرات اور حالات کی ایک سلسلہ وار مشق سے گزاریں جن کا سامنا ممکن ہو۔ مثلاً گھات کے دوران کارروائی، محاصرے یا گھیراؤ کی حالت میں عمل، توپ خانے کی بمباری والے علاقے میں موجودگی، کیمیائی حملے کا سامنا، فضائی بمباری کا سامنا، بحری یا فضائی اترائی (لینڈنگ) کا سامنا، گولہ بارود ختم ہونے پر دُوبدُو قریبی لڑائی، زخمیوں کا انخلا یا مالِ غنیمت کی منتقلی وغیرہ۔

فیصلہ کن لمحات [ہونا یا نہ ہونا / زندگی یا موت] سے پہلے ہمیشہ سپاہیوں کی نفسیاتی تیاری ہوتی ہے، جیسے چیلنج کی روح اور جذبہ پیدا کرنا، انہیں نہایت درست انداز میں ناپی تولی گئی متعدد مہمات میں داخل کرنا اور ان کے کئی معرکے لڑنے کے نتائج سے اطمینان حاصل کرنا، تاکہ ان کی برداشت کی آخری حد معلوم کی جا سکے۔ **کیونکہ آج اسلام کی جنگ اور معرکے کی نوعیت یہ ہے: "پوری امتِ مسلمہ اپنی تمام اقوام کے ساتھ اور اس کے صفِ اوّل کے مجاہد دستے" بمقابلہ "عالمی اتحاد اور نام نہاد ابراہیمی معاہدوں میں شامل حربی اتحاد، جو امریکی سرپرستی میں یہودی قیادت کے تحت قائم ہے"۔**

☆☆☆☆☆

عسکری کمانڈر کی تاریخ اور اس کی کامیابیاں، اپنے سپاہیوں اور جنگوں کی قیادت، نظم و نسق کی صلاحیتیں، اپنے سپاہیوں کے ساتھ اس کا انسانی برتاؤ، ان کی اور ان کے پیچھے رہ جانے والوں کی اچھی دیکھ بھال، کمانڈر کا عسکری علم اور میدانی مہارتیں، پڑوسیوں کے ساتھ تعاون کرنے اور انہیں اپنا فرض ادا کرنے پر پابند کرنے کی صلاحیت، جنگ کے نقشے اور اس کی مکمل تصویر کی سمجھ اور اس کی بہتر تقسیم اور ذمہ داریوں کی درست تقسیم، ماہرین اور اپنے شعبہ جات کے قائدین کے انتخاب و تربیت میں اس کا حسنِ انتخاب اور خوشامدیوں کے بجائے مخلص لوگوں کے ساتھ کام کرنا، اس کی نفسیاتی و اخلاقی تعمیر اور بہادری و رحم دلی، عمدہ تیاری اور منصوبہ بندی کا امتزاج۔ یہ سب اور دیگر عوامل اعتماد کی ایسی بنیاد بناتے ہیں جو سپاہ اور اس کے کمانڈروں کو فیصلہ کن لمحات کے لیے تیار کر دیتے ہیں۔

وہ لمحات جن میں نابغہ و عبقری قائدین [ہم ہوں گے یا نہیں / زندگی یا موت] جیسے فیصلے پر مجبور ہوتے ہیں، کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ وہ اس فیصلے کے لیے تیار نہیں تھے! وہ اس گھڑی کے لیے پوری طرح مستعد تھے، انہوں نے ہر ممکن سبب اختیار کرنے کی پوری کوشش کی، دستیاب وسائل کو درست وژن کے مطابق بروئے کار لائے، اور اپنے دشمن کی تیاری سے پہلے حرکت میں آ گئے۔ یہ بدر کی جنگ ہے، یہاں حسنِ توکل کے ساتھ بلند ہمتی کا مقابلہ کفر کی نخوت اور حماقت و پستی سے ہے۔

☆☆☆☆☆

سپاہیوں کو کیسے متحرک کیا جا سکتا ہے؟ اور انہیں زیادہ مؤثر اور قربانی کے لیے زیادہ آمادہ کیسے بنایا جائے؟

جنگی جرنیل پُرجوش تقریروں اور آتشیں خطابات پر انحصار کرتے رہے، ان پُرجوش تقاریر نے سپاہیوں کو طاقتور آغاز کرنے اور سیلابی ریلے جیسی رفتار کے ساتھ آگے بڑھنے پر مجبور کیا۔ لیکن آتشیں خطابات ہمیشہ ایک جیسا نتیجہ نہیں دیتے، کیونکہ کچھ عملی مقدمات بھی ہوتے ہیں جنہیں سپاہی محسوس کرتے ہیں۔ اگر وہ پہلے سے میسر نہ ہوں تو تقریروں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بدر کے دن ابو جہل خطیب بن کر کھڑا ہوا، لیکن جنگ میں اس کی ناکامی عبرتناک تھی۔

اپنی ایک لڑائی میں سُن تزو نے پُرجوش تقریروں اور آتشیں خطابات کو ”موت کی سرزمین“ کی اسٹریٹیجی کے ساتھ سہارا دیا، یہی کام کورٹیز (Cortes) نے بھی کیا جب اس نے جہاز جلا دیے۔ یہ ایک [نفسیاتی] اسٹریٹیجی ہے جو اس فوری ضرورت پر مبنی ہوتی ہے کہ ضرورت کے وقت کسی بھی طرح کے پسپائی یا رخ بدلنے کے آپشن موجود نہ ہوں، یا پھر کمانڈر اور سپاہیوں کی نفسیات پسپائی کو قبول ہی نہ کرے اور وہ اسے زندگی پر ترجیح دیتے ہوئے موت کو قبول کر لیں۔ ایسا کمانڈر یا تو لاپرواہ و مہم جو ہو سکتا ہے یا پھر ذہین و نابغہ، جب وہ یہ دیکھے کہ یہی حکمتِ عملی معرکہ فیصل کرنے کا واحد حل ہے اور یوں اپنے سپاہیوں کو اس آزمائش میں ڈال دے۔ [ضدی مگر تجربہ کار] کمانڈر اپنے سپاہیوں کو اس حکمتِ عملی کے تابع نہیں کرتا جب تک وہ تمام لازمی عوامل میسر نہ ہوں جن میں سے بعض کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اگر یہ عوامل موجود نہ ہوں تو نتیجہ تباہ کن ہو گا۔

مسلمانوں نے اپنے سپاہیوں کو غیب سے جوڑنے اور ایمان باللہ پر اعتماد کیا اور اس یقین پر انحصار کیا کہ ان کا اجر و ثواب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے۔ چنانچہ ان کے دلوں نے اسے قبول کیا اور اس پر مطمئن ہو گئے اور استطاعت کی حد تک اسباب اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی حرکات و سکنات اور پرجوش باتیں بھی اسی کے مطابق ہونے لگیں۔ چنانچہ غزوۂ بدر کے دوران (جب مشرکین قریب آ گئے تو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس جنت کی طرف بڑھو، جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے“۔ حضرت عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یارسول اللہ! جنت جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ”ہاں“ انہوں نے کہا، واہ واہ، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، ”تم کلمہ تحسین واہ، واہ کیوں کہہ رہے ہو؟“ انہوں نے کہا، نہیں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ! اس امید کے سوا اور کسی وجہ سے نہیں (کہا) کہ میں (بھی) جنت والوں میں سے ہو جاؤں۔ (آپؐ نے فرمایا: ”بلاشبہ تم اہلِ جنت میں سے ہو“)، تو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے ترکش سے کچھ کھجوریں نکال کر کھانی شروع کیں، پھر کہنے لگے: اگر میں ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہا تو یہ تو بہت طویل زندگی ہو گی، پھر انہوں نے، جو کھجوریں ان کے پاس تھیں، پھینکیں اور لڑائی شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

اور مسلمانوں نے ہدایتِ الٰہی کو پا لیا، پھر اس سے جدا نہ ہوئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ۝ (سورۃ التوبہ: ۵۲)

”کہہ دو کہ تم ہمارے لیے جس چیز کے منتظر ہو، وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ (آخر کار) دو بھلائیوں میں سے ایک نہ ایک بھلائی ہمیں ملے۔ اور ہمیں تمہارے بارے میں انتظار اس کا ہے کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سزا دے۔ بس اب انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں۔“

اور اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے یہاں تک کہ وہ انہیں زمین اور جو کچھ اس میں ہے اس سب کا وارث بنا دے۔

پس قربانی اور فداکاری کے عناصر یہ ہیں: ایک آسمانی دین جو ملاوٹ اور تحریف سے پاک ہو اور ایک ربانی قیادت جو اپنے سپاہیوں کے ساتھ رفاقت اور نرمی سے پیش آئے، اور پھر سپاہی تنگی و فراخی، رغبت و کراہت ہر حال میں اس الٰہی قیادت کی پیروی کرتے ہیں۔ ایسی قیادت جو بھرپور کوشش کرتی ہے کہ آنے والی نسلیں اسلام کے سائے تلے زندگی گزاریں۔

اور امت اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ حاضر ہے کہ جو کچھ اس کے پاس سب سے قیمتی ہے اسے قربان کر دے، بشرطیکہ اسے میسر ہو: ایک مخلص ہراول دستہ، اس کی مضبوط اور سنجیدہ تنظیم، اس کا واضح نقطہ نظر اور وژن، اور اس کی دانا، امانت دار اور مخلص قیادت جو قرآن کے تابع ہو اور تلوار سے حفاظت کرے۔

اسی طرح ہمیں اپنے سپاہیوں کو جہاد میں پوری کوشش کرنے پر آمادہ کرنا چاہیے اور امت کے دیگر اداروں میں بھی خوب محنت کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔

آج بعض محاذوں پر جہادی تحریک کے پاس کھونے کو کچھ نہیں ہے، جبکہ اس کے خلاف عالمی (مغربی) اتحاد کے پاس ہماری سرزمین پر، اپنی سرزمین پر اور اپنے اتحادیوں کی سرزمینوں پر کھونے کو بہت کچھ ہے۔ لہٰذا یہ موت کی سرزمین کا ماحول ہے، تبدیلی سے مایوسی استشہادی روح کو جنم دیتی ہے۔ یہ ہولناک حالات جو جنگ اور تنازع کو اس کی انتہائی حدود تک لے جاتے ہیں اور اسے روایتی میدانِ جنگ سے بھی آگے لے جاتے ہیں، یہ وہ حالات ہیں جو امریکہ، یہودیوں اور ان کے (مقامی) ایجنٹوں اور ان کے ساتھ سازش کرنے والوں نے

ہماری امت، ہماری سرزمین اور ہماری دولت و وسائل پر مسلط کر دیے ہیں، جو تمام دروازے بند کر دیتے ہیں اور اب صرف ایک ہی دروازہ کھلا ہے۔

اور یہ بات ہر اُس شخص کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے جو یہ خواب دیکھتا ہے کہ وہ یہودی اور مغربی دشمن، یا جسے وہ نام نہاد بین الاقوامی برادری کہتے ہیں، کے ساتھ سیاسی جنگ لڑ سکتا ہے یا تنازع کو سیاسی لحاظ سے سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

☆☆☆☆

عدم واپسی کی اسٹریٹیجی کو اختیار کرنے میں مجبوری کا ماحول اثرانداز ہوتا ہے، کیونکہ یہ اسٹریٹیجی (کوئی جنگ آخری نہیں) والی اسٹریٹیجی سے متصادم ہے۔ نیز ایسے فیصلے کرنے والے نہایت بلند حوصلہ قسم کے لوگ ہوتے ہیں جو خود کو آرام کی اجازت نہیں دیتے، وہ مسلسل سرگرمی اور حرکت میں رہتے ہیں اور یوں تھکن کو مار دیتے ہیں، کیونکہ تھکن، روٹین (Routine) اور اکتاہٹ کی پیداوار ہے۔ ان کا حوصلہ انہیں اپنے مستقبل کے لیے نیم خودکُشی جیسی مہمات میں کود پڑنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اس راستے میں دن کے خوابوں میں ڈوبے ہوئے لاپرواہ لوگ کامیاب نہیں ہوئے، اور اسے صرف وہی پار کر سکے جنہوں نے اس کے لیے بہترین تیاری کی۔

☆☆☆☆

### اور اس اسٹریٹیجی کے سلسلے میں ایک آخری بات

مسلمان سمت نہیں بھولتے جب لوگ اسے کھو بیٹھتے ہیں، اور ضائع نہیں ہوتے جب لوگ ضائع ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس ہمیشہ لَوٹنے کے لیے ایک بنیاد موجود ہوتی ہے جو ان کے قدم سیدھے کرتی ہے اور ان کے راستے کو درست کرتی ہے۔ عقیدے کے لحاظ سے وہ اپنے رب کو پہچانتے ہیں اور اس کی مرضی کے مطابق اپنے اعمال سرانجام دیتے ہیں، اور ان کی زندگی کا سفر ایک مقدس پیغام ہے جو وہ انسانوں تک پہنچاتے ہیں، سب انسانوں تک۔ اس کائنات میں مکمل آزادی ممکن نہیں اور نہ ہی یہ ممکن ہو سکتی ہے، آزادی کو دین، اقدار، رواج، روایات اور فطرتِ سلیمہ کے ذریعے سنوارا جا سکتا ہے۔ اگر گزشتہ صدی میں مغربی دنیا مسلمانوں کو جہالت میں نہ ڈالتی، اور اگر ان کی افواج اور حکمران مغربی مفادات کے لیے کام نہ کرتے اور جو بُر اتبادل مسلمانوں کے درمیان پیدا کرنے کی کوشش وہ کرتے ہیں، نہ کرتے، تو لوگ اس زمین پر امن و سکون اور خوشحالی کے ساتھ زندہ رہتے، وہ بھی اس سایہ اور نعمت میں جو اللہ نے ان کے لیے منتخب کی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۝ (سورۃ القصص: ۶۸)

”اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور (جو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے۔ ان کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ ان کے شرک سے پاک ہے اور بہت بالا و برتر ہے۔“

مسلمان رحمٰن کے سپاہی، الٰہی عقیدے کے محافظ اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لیے اللہ کے سفیر ہیں۔ وہ انسانوں کو حقیقی آزادی پہنچاتے ہیں اور محبت، مہربانی اور اخلاص کے ساتھ اسے پیش کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی جنگیں بھی خدائی ہدایات کے مطابق ہوئیں اور انسانیت کے لیے رہنمائی لے کر آئیں، اور جنگوں میں دشمنوں سے جو بدترین سلوک کیا جاتا ہے، انہوں نے اس سے خود کو الگ رکھا، یہی وجہ ہے کہ ان کے دشمنوں نے انہیں 'مہربان فاتح' کا لقب دیا۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

## بقیہ: موت و مابعد الموت

اس دن، جب منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے ذرا ہمارا انتظار کر لو کہ تمہارے نور سے ہم بھی کچھ روشنی حاصل کر لیں! ان سے کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر نور تلاش کرو! پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی، جس میں ایک دروازہ ہو گا، جس کے اندر کی طرف رحمت ہو گی اور باہر کی طرف عذاب ہو گا۔

وہ مومنوں کو پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ مومن کہیں گے: ہاں! تھے تو سہی، لیکن تم نے خود اپنے آپ کو فتنے میں ڈال لیا، اور انتظار میں رہے، شک میں پڑے رہے، اور جھوٹی آرزوؤں نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا، اور وہ بڑا دھوکے باز (یعنی شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا ہی دیتا رہا۔

چنانچہ آج نہ تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جنہوں نے (کھلے بندوں) کفر اختیار کیا تھا، تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے، وہی تمہاری رفیق ہے اور یہ بہت برا انجام ہے۔“

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد وعلی صحبه وسلم

☆☆☆☆☆

قسط ۱۱

# مدرسہ و مبارزہ

## مدارس اور دینی جدوجہد کی تحریک

مولوی عبدالهادی مجاهد

زیرِ نظر تحریر افغانستان سے تعلق رکھنے والے عالم، داعی اور فکری جنگ پر دقیق نظر رکھنے والے مفکر فضیلۃ الشیخ مولوی عبد الہادی مجاہد (دامت برکاتہم) کی پشتو تصنیف ’مدرسه او مبارزه‘ کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر افغانستان میں مدارس اور دینی تعلیم کے نظام کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھی گئی ہے، لیکن کتاب میں بیان کی گئی امت مسلمہ کی حالت اور اس حوالے سے جو مطالبہ ایک افغان عالم اور مدرسے سے کیا گیا ہے وہ در حقیقت باقی عالمِ اسلام کے علماء اور مدارس سے زیادہ مطلوب ہے۔ اس لیے کہ افغانستان میں تو آج ایک شرعی و اسلامی حکومت قائم ہو چکی ہے جبکہ باقی عالمِ اسلام اس سے کہیں پیچھے ہے۔ اس کتاب کے اصل مخاطبین علماء و طلبہ ہیں جن کی تاریخ بالا کوٹ، شاملی، صادق پور اور دیوبند کے پہاڑوں، دروں، میدانوں اور مساجد و مدارس کے در و دیوار پر نوشتہ ہے! ومن الله التوفيق! (ادارہ)

## باب ششم: افغانستان: مغربی ثقافتی اور سیاسی تسلط کے وسیع سمندر میں ایک ناقابل تسخیر جزیرہ

### افغانستان کی حفاظت: دینی مدارس اور علماء کی ذمہ داری

گزشتہ ڈیڑھ صدی سے مغربی طاقتوں نے مشرقی و جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک، مسلم افریقہ، عالم عرب، ہندوستان اور وسطی ایشیا کے خطوں کو اپنے ثقافتی اور فکری اثرات کے زیر نگیں کر رکھا ہے۔ ان ممالک کے عوام تقریباً ہر اعتبار سے مغربی رنگ میں رنگے جا چکے ہیں، لیکن اس کے برعکس افغانستان اور اس کے باشندے بڑی حد تک مغربی فکری و ثقافتی اثرات سے محفوظ رہے ہیں۔ یہی خصوصیت ہمیشہ افغان قوم میں مزاحمت کی روح اور مغرب سے غیر وابستگی کے جذبے کو تقویت دیتی رہی ہے۔

مغربی قوتیں اپنے مذہبی، سیاسی، اقتصادی، عسکری اور فکری و ثقافتی عزائم کے تحت افغانستان جیسے جغرافیائی و اسٹریٹجک لحاظ سے اہم ملک کو اس حالت میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتیں کہ یہاں مغربی قوانین کے بجائے اسلامی شریعت نافذ ہو، سیاسی سطح پر اسلام غالب ہو، اور عالمی تعلقات مغربی معیار کے بجائے اسلامی اصولوں کے مطابق استوار کیے جائیں۔ اسی طرح وہ یہ بھی گوارا نہیں کرتیں کہ یہاں کے عوام شعوری و عملی طور پر جہاد کی صلاحیت رکھتے ہوں، اور جہاد، استشہاد، اسلامی طرزِ حیات، اسلامی اخلاق، کفار سے براءت، امتِ مسلمہ کے اتحاد کا تصور، اور مغربی سیاسی و فکری نظام سے آزادی کا شعور اس معاشرے کی فکری بنیاد بن جائے، اور یہ قوم مغربی سیاسی و عسکری تسلط کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کرے۔

انھی عوامل کی بنا پر مغرب افغانستان کو اپنے وسیع ثقافتی و سیاسی سمندر میں ایک ناقابلِ تسخیر جزیرے کے طور پر قبول نہیں کر سکتا۔ اسی لیے اس جزیرے کو زیرِ نگیں لانے کے لیے دو ہزار ارب ڈالر سے زائد سرمایہ خرچ کیا گیا، اور آج بھی مختلف ذرائع سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ وہ اس وقت تک اپنی ہمہ جہت تخریبی سرگرمیاں جاری رکھیں گے جب تک اس سرزمین پر حقیقی اسلامی نظام کے تسلسل کو روک نہ دیں۔

یہ مقصد اس وقت ناکام ہو سکتا ہے جب یہاں ایک ایسی مضبوط فکری، اقتصادی اور عسکری قوت ابھرے کہ مغرب اس پر غلبہ پانے سے مایوس ہو جائے اور اس خطے پر تسلط کا خیال ترک کر دے۔ الحمدللہ، امارتِ اسلامیہ کے دوبارہ قیام کے بعد افغانستان میں ایسی قوت کے ابھرنے کی راہ ہموار ہوئی ہے۔

اپنے دورِ تسلط کے دوران مغربی طاقتوں نے افغانستان میں بھی بنیادی اور ہمہ گیر تبدیلیاں لانے کے لیے نہایت اہم اور خطرناک اقدامات کیے۔ انہوں نے اپنے وسیع سیاسی، تعلیمی، فکری اور ثقافتی منصوبوں اور بھاری سرمایہ کاری کے ذریعے درج ذیل نتائج حاصل کیے:

۱. افغانستان میں ایک ایسا سیکولر اور مغرب سے وابستہ نظام قائم کیا گیا، جس کے ذریعے پورے معاشرے کو اپنے اثر میں لے لیا گیا۔

۲. افغانستان کی زمین اور فضا پر مکمل کنٹرول قائم کیا گیا۔ مواصلاتی نظام، ٹاورز اور ذرائع ابلاغ کو اپنے قبضے میں لے کر پیغام رسانی کے تمام وسائل کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کیا گیا۔

۳. سیاست، حکومت اور قوانین میں دین کی بالادستی کو محدود کر دیا گیا، اور اگرچہ اسے کھلے طور پر سیکولر ازم کا نام نہیں دیا گیا، مگر عملی طور پر پورے سیاسی، قانونی اور معاشرتی ڈھانچے کو سیکولر روح کے مطابق ترتیب دیا گیا۔

۴. انہوں نے ایسے افراد کو اقتدار پر مسلط کیا اور ملکی امور ان کے سپرد کیے جو چند ڈالروں اور عہدوں کے بدلے دینی اقدار، آزادی اور خود مختاری سے دستبردار ہو چکے تھے۔ یہ لوگ غداری، خیانت، لوٹ مار، اخلاقی و مالی بدعنوانی، قابض قوتوں کی

معاونت، اپنے ہی عوام کے خلاف جنگ، آزادی کے خواہاں مجاہدین سے برسرِ پیکار رہنے، قابضین کے مفاد میں قوانین کی منظوری دینے اور ان کے ہر قسم کے جرائم پر چشم پوشی کرنے میں ملوث رہے۔

۵. وہ جہادی قائدین، جن سے کبھی نہ صرف افغان عوام بلکہ پوری امتِ مسلمہ کو یہ امید تھی کہ وہ جہاد کے نتیجے میں افغانستان میں اسلامی نظام قائم کریں گے اور دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کے لیے آزادی و جہاد کا چراغ روشن کریں گے، اسلامی ممالک کے لیے آزادی و حریت کا استعارہ بنیں گے۔ مغربی قوتوں اور امریکہ نے اپنے خفیہ، سیاسی، نفسیاتی، عسکری اور مالی دباؤ کے ذریعے انہیں اس حد تک کمزور، بے وقعت اور اپنے نظریاتی تشخص سے بیگانہ کر دیا کہ وہ اپنے عظیم مقاصد سے ہٹ کر محض ایک غلام اور سیکولر پارلیمنٹ میں نمائندگی حاصل کرنے کی جدوجہد تک محدود ہو گئے۔ انہوں نے سیکولر جماعتوں اور شخصیات کے ساتھ اتحاد کو ہی اپنی کامیابی سمجھا اور بالآخر اسی نظام کے سائے تلے کھڑے ہو گئے جسے قابض مغربی طاقتوں نے اپنے مفادات کے لیے قائم کیا تھا۔ اس طرح امریکہ نے تقریباً تمام سابق جہادی تنظیموں کو سیکولر اور جمہوریت نواز دھڑوں میں تبدیل کر کے انہیں مجاہدین کے مقابل لا کھڑا کیا۔

۶. افغانستان کے تعلیمی نصاب کو بتدریج مغربی مقاصد کے مطابق ڈھالا گیا، اور ایک ایسی نسل تیار کی گئی جس کے نزدیک اسلامی اقدار کے مقابلے میں مغربی اقدار زیادہ اہمیت رکھتی تھیں، اور وہ انہی کے ساتھ اپنی وابستگی اور وفاداری کا اظہار کرتی تھی۔ اس عمل کے نتیجے میں افغان معاشرے کے ایک بڑے حصے کی ثقافت اور سماجی اقدار تبدیل ہو گئیں، اور اس کے منفی اثرات طویل عرصے تک مختلف صورتوں میں برقرار رہیں گے۔

۷. معاشرے میں اعتقادی، اخلاقی اور انتظامی بدعنوانی کو فروغ دیا گیا اور اسے کھلے عام رواج دیا گیا۔

۸. افغان معاشرے کو نسلی، لسانی اور سیاسی بنیادوں پر تقسیم کر دیا گیا، اور عوام کو دشمن کے خلاف متحد ہونے کے بجائے ایک دوسرے کے مقابل لا کھڑا کیا گیا۔

۹. سابق کمیونسٹ عناصر اور الحادی نظریات کے حامل افراد کو جمہوریت کے نام پر دوبارہ منظم کر کے مختلف سرکاری اور ادارہ جاتی شعبوں میں تعینات کیا گیا، اور انہیں ملک میں سیاسی سرگرمیوں کا بھرپور موقع فراہم کیا گیا۔

۱۰. روشن خیالی، ہیومنزم (الحاد)، ریشنلزم (وحی کے بجائے محض عقل کو معیار بنانا) اور ”فکری آزادی“ کے نام پر مغربی لبرل اور الحادی نظریات، دین دشمن فلسفوں اور فکری مکاتب کو فروغ دینے کے لیے فکری و ادبی حلقے قائم کیے گئے، جن میں دین اور قومی اقدار سے ناواقف نوجوانوں کو شامل کر کے انہیں دین کے مقابل لا کھڑا کیا گیا۔

۱۱. افغانستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک مسیحی اقلیت کو منظم شکل دی گئی، اور مرتد ہونے والے افغان افراد کو اندرون و بیرونِ ملک جمع کر کے انہیں عیسائیت کی تبلیغ پر مامور کیا گیا۔ اس سلسلے میں دیگر عناصر کے ساتھ ساتھ اشرف غنی کی مسیحی اہلیہ، رولا غنی اور ان کی ٹیم نے ایوانِ صدر میں مؤثر کردار ادا کیا۔

## اب کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

اس مقصد کے لیے کہ افغان معاشرے کو مغربی فکری تسلط سے آزاد کر کے ایک حقیقی اور مضبوط قوت پیدا کی جائے، اور جس طرح ملک کو کفار کے عسکری قبضے سے آزاد کیا گیا، اسی طرح معاشرے کو فکری غلامی سے بھی نجات دلائی جائے، ضروری ہے کہ حکومت تعلیمی، فکری، سیاسی اور معاشرتی میدانوں میں سطحی رویّوں سے بلند ہو کر ایک ہمہ گیر اور اسٹریٹجک فکر اپنائے، اور فکر، ثقافت اور نصابِ تعلیم کے شعبوں میں نہایت دقیق اور متوازن اقدامات کرے۔ اس حکمتِ عملی کے چند بنیادی نکات درج ذیل ہو سکتے ہیں:

۱. دینی تعلیم کا ایسا نصاب تیار اور نافذ کیا جائے جو عصرِ حاضر کے دینی و فکری تقاضوں سے ہم آہنگ ہو۔ اس کے مضامین اور موضوعات ایسے باصلاحیت، تجربہ کار اور سیاسی، عسکری، فکری اور دینی حالات سے باخبر علماء کے ذریعے متعین کیے جائیں جو نہ صرف دینی علوم بلکہ جدید علوم سے بھی آگاہ ہوں، اور اس بات کو سمجھتے ہوں کہ موجودہ دور میں طلبہ میں قیادت کی صلاحیتیں پیدا کرنے اور موجودہ چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے کن علوم کی کس حد تک ضرورت ہے۔

ایسے جامع نصاب کے ذریعے مدارس اور ان کے فارغ التحصیل طلباء میں جہاد، نظام سازی، حکمرانی، عوامی خدمت اور اصل اسلامی روح کی تجدید کا شعور بیدار کیا جا سکتا ہے۔

اگر اس نوعیت کا مضبوط اور اسٹریٹجک دینی نصاب تشکیل نہ دیا گیا تو اندیشہ ہے کہ بیرونی عناصر ہمارے معاشرے کے ایک بڑے حصے کو فکری طور پر گمراہ کر کے انہیں اغیار کے نظریات اور عقائد کا قائل کر دیں گے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہو گی کہ ہم نہ تو لوگوں کو عصرِ حاضر کی زبان میں مخاطب کر پائیں گے اور نہ ہی ہمارے نصاب میں وہ علوم اور مباحث شامل ہوں گے جو جدید طالبِ علم کی علمی پیاس کو بجھا سکیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ نصاب سازی چند علماء یا اساتذہ کا انفرادی کام نہیں، بلکہ یہ اُن ماہرینِ تعلیم و تربیت کی ذمہ داری ہے جنہوں نے اس میدان میں تخصص حاصل کیا ہو اور جو اس بات سے واقف ہوں کہ کس طرح موجودہ دور میں قوم اور نظام کے دینی، سیاسی، فکری، ثقافتی اور تمدنی تقاضوں کو ایک متوازن اور جامع نصاب کے ذریعے پورا کیا جا سکتا ہے۔

محض صدیوں پرانی کتب کو بغیر کسی تدوین، تشریح، اختصار، ترجمہ اور جدید تقاضوں کے مطابق ترتیب دیے طلبہ پر لازم کر دینا ایک مؤثر تعلیمی حکمتِ عملی کے سوا کچھ نہیں۔

عقل، انصاف اور حقیقت پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ قدیم علوم کو جدید انداز، نئے طریقۂ تدریس، مناسب مقدار، معاصر مثالوں اور واضح اسلوب میں پیش کیا جائے، تاکہ ایک طرف اسلام ہر دور کے لیے زندہ اور قابلِ عمل دین کے طور پر سامنے آئے، اور دوسری طرف طلبہ کے لیے علم کا حصول آسان اور بامعنی ہو سکے۔

۲. اُن نظاموں اور فکری و سیاسی رجحانات کے مقابلے کے لیے سنجیدہ، ہمہ جہت اور مسلسل جدوجہد کی جائے جو مختلف طریقوں سے غیر اسلامی یا بیرونی افکار کے فروغ کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسے عناصر معاشرے میں فعال نہ ہوں تو دشمن براہِ راست ہر فرد تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی وسیع پیمانے پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس میدان میں کامیابی کے لیے حکومت اور علماء دونوں کے اندر فکری محاذ پر مقابلے کی صلاحیت پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔

۳. دینی اور دنیاوی دونوں تعلیمی نصابوں سے نہایت بصیرت اور سنجیدگی کے ساتھ اُن تمام مضامین اور موضوعات کو خارج کیا جانا چاہیے جو کفری فکر، مغربی ثقافت، سیاست یا اُن کے سماجی و فلسفیانہ اقدار سے ماخوذ ہوں اور نئی نسل کو اُن سے وابستہ یا متاثر کرتے ہوں۔

۴. دینی و عصری تعلیمی اداروں اور مدارس کے نصاب میں کفر و گمراہی کی جدید صورتوں اور نظریات جیسے کمیونزم، سیکولرازم، جمہوریت، لبرل ازم، ہیومنزم، نیشنلزم، گلوبلائزیشن، وضعی قوانین اور مغرب کے پیش کردہ ”معتدل اسلام“ کے تنقیدی جائزے اور رد پر مبنی مضامین شامل کیے جائیں، اور انہیں معقول، مدلل اور مؤثر انداز میں پڑھایا جائے۔

مزید یہ کہ نصاب میں ایسی معاصر اور واضح مثالیں پیش کی جائیں جو کفری نظاموں کے اعتقادی، سیاسی اور اخلاقی انحطاط کو نمایاں کریں، تاکہ نئی نسل کے سامنے وہ تقلید کے قابل نمونہ نہیں بلکہ اصلاح و ہدایت کے محتاج معاشرے کے طور پر ظاہر ہوں۔ کیونکہ موجودہ دور میں مغرب نہ صرف مادی و صنعتی ترقی بلکہ اخلاقی و ثقافتی میدان میں بھی خود کو مثالی نمونہ بنا کر پیش کر رہا ہے تاکہ نئی نسل کو اپنی طرف مائل کر سکے۔

۵. میڈیا، سماجی رابطے کے وسائل اور صحافت کا مؤثر استعمال اس راستے میں سب سے اہم قدم ہے، کیونکہ یہ ذرائع آج کے دور میں پیغام رسانی اور اجتماعی ذہن سازی کے بنیادی اوزار ہیں۔ یہ ایک ہی وقت میں لاکھوں افراد تک پہنچ کر اُن کے افکار میں مثبت یا منفی تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں۔

مغرب نے انہی ذرائع کے ذریعے پوری دنیا کو مسحور کر رکھا ہے اور وسیع پیمانے پر دنیا کو اپنے اثر و رسوخ میں لے لیا ہے۔

اگرچہ امریکہ کے مقابلے میں جہادی تحریک نے جزوی طور پر معاصر پیغام رسانی کے وسائل استعمال کیے ہیں، اور وہ بھی مکمل مہارت اور وسیع پیمانے پر نہیں، تب بھی اس نے مغربی میڈیا اور مطبوعاتی جادو کو شکست دی اور انہی ذرائع کے ذریعے دنیا کے سامنے اپنی کامیابی اور دشمن کی شکست کے شواہد پیش کیے۔

اگر طالبانِ مدارس دعوت، مطبوعاتی جدوجہد اور سماجی رابطے کے میدان میں مزید مضبوط ہونا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ مدارس اپنے طلبہ کو جدید تحریر اور صحافت کے علوم سکھائیں، تاکہ وہ ابلاغی سرگرمیوں میں مکمل مہارت اور صلاحیت حاصل کر سکیں۔

۶. اسلام کی حقیقی تعبیر پیش کرنا، اسے خرافات اور انحرافات سے پاک کرنا، اور دیگر نظریات کے ساتھ اس کی آمیزش کو روکنا ایک نہایت اہم فریضہ ہے، جسے دینی مدارس اور اہلِ فکر کو اپنی ترجیحات میں شامل کرنا چاہیے۔ کیونکہ مخالف قوتیں انہی کمزوریوں کو بنیاد بنا کر اسلام کو بدنام کرتی ہیں اور نئی نسل کے دلوں میں اس کے بارے میں شکوک پیدا کرتی ہیں۔

آج عالمِ اسلام، بالخصوص افغانستان میں، بہت سی ایسی چیزیں اسلام کے نام پر رائج ہو چکی ہیں جو درحقیقت اسلام کی اصل روح سے بعید ہیں، جبکہ کئی اہم اسلامی عقائد اور اعمال سے لوگ غافل ہو چکے ہیں یا انہیں کم اہمیت دیتے ہیں، حالانکہ دین میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اہلِ علم صرف دشمن کے جنگجوؤں کو ہی ہدف نہ بنائیں بلکہ اصل توجہ اُن کے نظریات کے مقابلے پر مرکوز کریں۔ ہر اُس فرد یا گروہ کو پہچانا جائے جو ان افکار کا نمائندہ یا ترویج دینے والا ہے، اور اس کے ساتھ مناسب طرزِ تعامل اختیار کیا جائے۔ اس میدان میں سب سے بڑا کردار دینی علماء کا ہے۔

اسلام کی حقیقی صورت کو نمایاں کرنے کے لیے ضروری ہے کہ باصلاحیت علماء کی نئی نسل تیار کی جائے، اور اس مقصد کے لیے تعلیمی نصاب کی اصلاح اور اس کے مؤثر نفاذ پر خاص توجہ دی جائے۔ ساتھ ہی ایک ایسا عملی نظام بھی وضع کیا جائے جو زمانے کے تقاضوں اور مقاصد کی اہمیت کو مدنظر رکھتا ہو۔ یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ دشمن کے افکار، نظریات اور ثقافتی اثرات اُس کے عسکری حملوں سے کہیں زیادہ خطرناک ہوتے ہیں؛ کیونکہ افواج تو شکست کھا کر واپس چلی جاتی ہیں، مگر نظریات اور اُن کے حاملین باقی رہتے ہیں اور طویل عرصے تک معاشرے پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں، حتیٰ کہ ہر نسل میں ایک طبقہ اسلام اور اسلامی نظام کے خلاف کھڑا ہوتا رہتا ہے۔

اسی لیے اسلامی حکومت کے ذمہ داران، دینی مدارس کے منتظمین اور اسلامی جدوجہد سے وابستہ تمام افراد کو ان امور پر سنجیدگی سے توجہ دینی چاہیے۔ اگر عوام کی دینی تربیت اور اسلامی جدوجہد کے فکری، تمدنی اور سماجی پہلوؤں پر بھرپور کام نہ کیا گیا، تو اندیشہ ہے کہ ماضی کی طرح جہادی و عسکری کامیابیاں بھی ضائع ہو جائیں گی جیسا کہ برطانوی اور روسی افواج کے خلاف کامیابیوں کے باوجود ہوا اور ایک حقیقی اور قوی اسلامی نظام کا خواب ادھورا ہی رہ جائے گا۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

# کفار کا معاشی بائیکاٹ

## اسلامی بائیکاٹ جدید جنگ کے تناظر میں

اسلام کے خلاف جاری عالمی صہیونی جنگ کے تناظر میں اسلامی مقاطعہ کو سمجھنا، نافذ کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا

محمد ابراہیم لَڈوِک

محمد ابراہیم لَڈوِک (زید مجدہ) ایک نو مسلم عالمِ دین ہیں جنھوں نے عالَمِ عرب کی کئی جامعات میں علمِ دین حاصل کیا۔ موصوف نے کفر کے نظام اور اس کی چالوں کو خود اسی کفری معاشرے اور نظام میں رہتے ہوئے دیکھا اور اسے باطل جانا، ثم ایمان سے مشرف ہوئے اور علمِ دین حاصل کیا اور حق کو علی وجہ البصیرۃ جانا، سمجھا اور قبول کیا، پھر اسی حق کے داعی بن گئے اور عالَمِ کفر سے نبرد آزما مجاہدین کے حامی اور بھرپور دفاع کرنے والے بھی بن گئے (نحسبه كذلك والله حسيبه ولا نزكي على الله أحدا)۔ انھی کے الفاظ میں: 'میرا نام محمد ابراہیم لَڈوِک ہے (پیدائشی طور پر الیگزانڈر نیکولئی لڈوک)۔ میں امریکہ میں پیدا ہوا اور میں نے علوم تاریخ، تنقیدی ادب، علمِ تہذیب، تقابلِ ادیان، فلسفۂ سیاست، فلسفۂ بعد از نو آبادیاتی نظام، اقتصادیات، اور سیاسی اقتصادیات امریکہ اور جرمنی میں پڑھے۔ یہ علوم پڑھنے کے دوران میں نے ان اقتصادی اور معاشرتی مسائل پر تحقیق کی جو دنیا کو متاثر کیے ہوئے ہیں اور اسی دوران اس نتیجے پر پہنچا کہ اسلام ایک سیاسی اور اقتصادی نظام ہے جو حقیقتاً اور بہترین انداز سے ان مسائل کا حل لیے ہوئے ہے اور یوں میں رمضان ۱۴۳۳ھ میں مسلمان ہو گیا'، اللہ پاک ہمیں اور ہمارے بھائی محمد ابراہیم لڈوک کو استقامت علی الحق عطا فرمائے، آمین۔ جدید سرمایہ دارانہ نظام، سیکولرازم، جمہوریت، اقامتِ دین و خلافت کی اہمیت و فرضیت اور دیگر موضوعات پر آپ کی تحریرات لائقِ استفادہ ہیں۔ مجلہ 'نوائے غزوۂ ہند' شیخ محمد ابراہیم لَڈوِک (حفظہ اللہ) کی انگریزی تالیف 'Islamic Boycotts in the Context of Modern War' کا اردو ترجمہ پیش کر رہا ہے۔ (ادارہ)

بائیکاٹ کے معاملے میں عام طور پر چار گروہ ہیں:

۱. مغربی ممالک
۲. روس، چین بلاک
۳. ترقی پذیر ممالک
۴. مسلم اکثریتی ممالک

ان میں سے ہر ایک گروہ کے اندر، مسلمانوں کے خلاف دشمنی اور اسلام کے خلاف جنگ میں شراکت داری کی بنیاد پر ترجیحاً درجہ بندی ہے۔ بالعموم، پہلے گروہ کے بائیکاٹ کو سب سے زیادہ ترجیح دی جائے گی، پھر دوسرے، تیسرے اور چوتھے گروہ کو۔

ذیل میں دنیا بھر کے ملکوں کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مجموعی دشمنی کی بنیاد پر، اور ان سے جنگ اور بائیکاٹ کی نسبتاً اہمیت کی درجہ بندی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ فہرست مسلمان ملک کی طرف ہجرت کرنے کے فیصلوں سے بھی مناسبت رکھتی ہے، کیونکہ کسی ملک کی طرف ہجرت کر جانے کا مطلب لامحالہ اس کی معیشت کو مضبوط کرنا ہے۔

درج ذیل فہرست ہدایات ہیں جو صارفین اور سرمایہ کاروں کو ایسے فیصلوں کی طرف راغب کرتی ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی قوت میں اضافہ اور کفار کی قوت میں کمی کا باعث ہوں گے۔ ایسے ملکوں میں کام اور تجارت کرنے کی کوشش کرنا جو اس فہرست میں نچلے درجے پر ہیں، اور ایسے ممالک میں کام اور تجارت کرنے سے بچنا جو اس فہرست میں اول درجے پر ہیں، اس مقصد کی طرف بڑھنے میں معاون ہو گا، انشاءاللہ۔

### پہلی ترجیح: مغرب اور اس کے اتحادی (ماسوائے مسلم اکثریتی ممالک)

آج اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں سب سے شدید اور ان کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والے ممالک بلاشبہ رومی اخلاف اور مغربی اتحاد ہیں، جس کی قیادت امریکہ اور یورپی یونین کر رہے ہیں، بشمول کینیڈا و آسٹریلیا کے۔ اللہ کی لعنت ہو ان پر اور اللہ ان سب کو نیست و نعبود کرے۔ اس عمومی اتحاد کے دائرہ کار میں جاپان، تائیوان اور جنوبی کوریا بھی شامل ہیں۔ اگرچہ ایشیائی ممالک کی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شمولیت قدرے کم ہے، مگر یہ لبرل مغرب کی حمایت میں اہم معاشی کردار ادا کرتے ہیں۔ بھارت بھی ایک شدید دشمن ملک ہے اور صہیونی قبضے کا ایک بڑا حمایتی بھی ہے، صرف امریکہ اور برطانیہ ہی ہیں جن کی حمایت ہندوستانی حکومت کی حمایت سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہندوستان کے مسلمانوں کو بدکردار ہندو مشرکین کے قبضے سے نجات عطا فرمائیں اور ان گائے اور بندر کے پجاریوں کو رسوا کریں، ان کو تباہ و برباد کریں اور ان کی جمعیت کو منتشر کر دیں۔

روس، چین اور ایران کا اتحاد مغربی بالادستی کے خلاف مرکزی مزاحمت ہے۔ بعض اعتبار سے، چین زیادہ نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○

”تم یہ بات ضرور محسوس کر لو گے کہ مسلمانوں سے سب سے سخت دشمنی رکھنے والے ایک تو یہودی ہیں، اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو (کھل کر) شرک کرتے ہیں۔ اور تم یہ بات بھی ضرور محسوس کر لو گے کہ (غیر مسلموں میں) مسلمانوں سے دوستی میں قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نصرانی کہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست عالم اور بہت سے تارک الدنیا درویش ہیں، نیز یہ وجہ بھی ہے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔“

مغربی ممالک، اگرچہ عیسائیت کو ایک طرزِ حیات کے طور پر تقریباً مسخ یا ترک کر چکے ہیں، لیکن اب بھی عیسائی نظریات سے گہرے متاثر ہیں، لہٰذا یہ بعض لحاظ سے چینی مشرکوں سے

کم خطرناک ہیں۔ تاہم، مغربی طاقتوں کا عالمی اثر و رسوخ نہایت ہمہ گیر ہے، اور وہ امت کے ساتھ جنگ میں جتنی توانائی صرف کرتے ہیں وہ چین، روس، اور ایران کی جارحیت سے کہیں زیادہ ہے۔

مزید براں، چین، روس اور ایران مغربی بالا دستی کو للکارنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ ان کو مغرب کے ساتھ براہ راست تصادم میں لا سکتا ہے۔ مغرب جتنا کمزور ہو تا جائے گا اور روس چین بلاک جتنا مضبوط ہو گا، براہ راست تصادم کا امکان اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا جو دونوں فریقین کو بڑی حد تک کمزور کر سکتا ہے۔ لہٰذا، وہ مصنوعات جو مسلمانوں یا غیر جانبدار ممالک سے حاصل نہیں کی جا سکتیں، ان کو روس، ایران اور چین سے حاصل کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، اگر کوئی مسلم متبادل موجود نہ ہو تو غیر جانبدار ممالک سرمایہ کاری اور خریداری کے لیے ہمیشہ ترجیح رہیں گے۔ اس تیسرے گروہ میں لاطینی امریکہ کا اکثر حصہ، افریقہ اور ایشیائی بحر الکاہلی خطے کے کئی ممالک شامل ہیں۔

مغربی ممالک میں سے، سب سے زیادہ جارح اور نقصان پہنچانے والا ملک امریکہ ہے۔ امریکہ قابض صہیونیوں کو بڑی مقدار میں اسلحہ اور فوجی امداد فراہم کرتا ہے۔ یہ ان کٹھ پتلی حکومتوں کی بھی پشت پناہی کرتا ہے جو مغربی ایجنسیوں کی مدد سے مسلم علاقوں پر مسلط ہیں۔ یہ مغربی حمایت یافتہ حکومتیں صہیونی قبضے کی بقا کی کلید ہیں۔

امریکہ اور صہیونی قابض جو خود کو اسرائیل کہلواتا ہے، کو یہاں ایک ہی ملک شمار کیا جائے گا۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی یہ کہ، ان دونوں ممالک کے مابین نہایت مضبوط معاشی اور سیاسی روابط قائم ہیں، اسرائیلی پاسپورٹ رکھنے والوں کی ایک بڑی تعداد امریکہ میں دوہری شہریت رکھتی ہے۔ امریکہ مکمل طور پر یہودی، صہیونی مالی معاونت کا محتاج ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ امریکی قوم کی خواہش کے برخلاف صہیونی قبضے کی حمایت کرنے پر مجبور ہے۔ دوم یہ کہ، امریکہ اور قابض صہیونیوں کے مابین غیر حقیقی تفریق کے سبب بہت سے مسلمانوں نے امریکہ میں رہنے اور کاروبار کرنے کو قابل قبول سمجھ لیا ہے، لہٰذا مسلمانوں کے ذہنوں میں موجود اس خیالی تفریق کو ختم کرنا ضروری ہے۔

اس فہرست میں دوسری ترجیح برطانیہ ہے۔ برطانیہ اسلام دشمنوں کو بڑی مقدار میں ہتھیار فراہم کرتا ہے اور مسلمانوں اور اسلام کے خلاف امریکہ کی جنگوں کا سب سے بڑا حمایتی ہے۔ تاریخی طور پر، برطانیہ مسلم دنیا کی تقسیم اور ثقافتی استعمار کے بڑے ذمہ داروں میں سے رہا ہے۔

تیسرا فرانس ہے، جو جارحیت کی تقریباً ہر جنگ میں شامل ہوتا ہے اور اسلامی احیا کو کچلنے والے ظالموں اور جابروں کو ہتھیار فراہم کرتا ہے۔ فرانس جنگ کی ثقافتی جہت میں بھی نمایاں مقام رکھتا ہے۔ فرانس نے تکبر کے ساتھ ریاستی سطح پر ہمارے پیارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی اجازت دے کر اللہ کی لعنت سمیٹی ہے۔ انہوں نے چہرے کے نقاب پر بھی پابندی لگائی ہے تاکہ مسلمان عورتوں کو بھی اپنی عورتوں کی مانند اخلاقی پستی اور انحطاط کی طرف دھکیل سکیں۔

چوتھا جرمنی ہے، جو جنگ کے نرم یا غیر فوجی پہلوؤں میں قائدانہ کردار ادا کرتا ہے۔ ان کوششوں میں پہلے لاکھوں مسلمان تارکین وطن کو قبول کرنا اور پھر خاموشی سے ان کو بتدریج ارتداد کی طرف دھکیلنا شامل ہے۔ یہ ”انسانی امداد“ اور ترقیاتی کاموں کی آڑ میں اپنے امریکی اتحادیوں کی جنگی کوششوں میں تعاون کرنے میں بھی ماہر ہیں۔ مسلمانوں کو شیطانی لبرل عالمی نظام میں ضم کرنے کے لیے مکروہ حربے استعمال کرتے ہیں۔ تاریخی طور پر، یہ orientalism (مغربی مفکرین کی طرف سے مشرقی تاریخ کو مسخ کر کے پیش کیا جانا) کی علمی روایت میں بھی بنیادی کردار ادا کرتے رہے ہیں جو مغربی جنگی کوششوں کے لیے کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ چاروں ممالک نیٹو کے سرکردہ رکن ہیں، اور تمام نیٹو ممالک کو دشمن تصور کیا جانا چاہیے۔ نیٹو اتحاد کی رکنیت کے لیے اعلیٰ درجے کے فوجی تعاون کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا ایسی کسی بھی حکومت کی حمایت کرنے، جو نیٹو اتحاد کا حصہ ہو، کا مطلب مجموعی طور پر اتحاد کی فوجی طاقت کی حمایت ہے۔ نیٹو کے کئی بڑے ”غیر نیٹو اتحادی“ (non-NATO) بھی ہیں۔ جن حکومتوں کو یہ درجہ حاصل ہے وہ نیٹو طاقتوں کے ساتھ وسیع فوجی، انٹیلی جنس اور لاجسٹک تعاون جاری رکھے ہوئے ہیں۔

مسلم اکثریتی ممالک کو، اگرچہ ان میں ایک نیٹو رکن اور کئی بڑے ”غیر نیٹو“ اتحادی بھی شامل ہیں، اس گروہ سے نکال دیا گیا جس کی وجوہات آگے بیان کی گئی ہیں۔

بھارت کو بائیکاٹ کے لیے اوّلین ترجیح کے طور پر شامل کیا گیا ہے کیونکہ یہ صہیونی قبضے کی بھرپور حمایت کرتا ہے، اور عام طور پر چین کے خلاف مغرب کا اتحادی ہے۔ تاہم، بھارت میں مسلمانوں کی بڑی تعداد اور اس کی اسلامی تاریخ کی وجہ سے، میں اُن کاروباروں کو استثنیٰ دینے کی تجویز دیتا ہوں جن کا دین دار مسلمانوں کی ملکیت یا ان کے زیر انتظام ہونا معلوم ہو۔ میں مغرب میں موجود مسلم ملکیتی کاروباروں کے لیے ایسے کسی استثنیٰ کی حمایت نہیں کرتا، اس کی وجوہات کا بیان آگے آئے گا۔

کچھ استثنا کے ساتھ، یہ فہرست نیٹو ارکان سے شروع ہو کر بڑے غیر نیٹو اتحادیوں پر ختم ہوتی ہے۔ مستثنیات کا تعلق مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شرکت کے درجے اور فلسطین جیسے عالمی مسائل پر مؤقف سے ہے۔ اس درجہ بندی میں قرآن، سنت اور موجودہ حقائق سے دلائل پر ماہرانہ بحث کی بنیاد پر ترمیم کی جا سکتی ہے۔

امریکہ، برطانیہ، فرانس، نیدرلینڈز وغیرہ کے تمام بیرونِ ملک اثاثے و مفادات اسی ملک کے حکم میں آتے ہیں جس کے زیرِ اختیار ہیں۔

## اولین ترجیح والا گروہ، ترجیحات کے اعتبار سے

۱. امریکہ / صہیونی قابض
۲. برطانیہ
۳. فرانس
۴. جرمنی
۵. بھارت (ہندوؤں اور منافقین کے ملکیتی کاروبار)
۶. اٹلی
۷. کینیڈا
۸. آسٹریلیا
۹. نیدرلینڈز
۱۰. ہنگری
۱۱. آسٹریا
۱۲. کروشیا
۱۳. جمہوریہ چیک
۱۴. جاپان
۱۵. فلپائن
۱۶. سنگاپور
۱۷. تائیوان
۱۸. سوئٹزرلینڈ
۱۹. ڈنمارک
۲۰. سویڈن
۲۱. ناروے
۲۲. فن لینڈ
۲۳. آئس لینڈ
۲۴. جنوبی کوریا
۲۵. رومانیہ
۲۶. نیوزی لینڈ
۲۷. سپین
۲۸. پولینڈ
۲۹. بیلجیم
۳۰. بلغاریہ
۳۱. یونان اور جنوبی قبرص
۳۲. مونٹی نیگرو
۳۳. سلوواکیہ
۳۴. سلووینیا
۳۵. پرتگال
۳۶. لٹویا
۳۷. ایسٹونیا
۳۸. لکسمبرگ
۳۹. برازیل
۴۰. ارجنٹائن
۴۱. کولمبیا

## دوسری ترجیح: روس چین اتحاد

روس، چین، ایران اور ان کے اتحادی ممالک، مغرب کی عالمی بالادستی کے مخالف ہونے کے باوجود، قطعی طور پر اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کا وسیع پیمانے پر بائیکاٹ کیا جائے اور اس کے علاوہ بھی جس قدر ممکن ہوں مسلمان ان کے خلاف جنگی اقدامات کریں۔ روس کے زیادہ تر علاقے مسلمانوں سے چھینے گئے تھے، اور انہوں نے تاتارستان، قوقاز، ترکستان، کریمیا اور حال ہی میں شام میں مسلمانوں کا بڑی تعداد میں قتلِ عام کیا ہے۔ روس کا سرکاری سرپرستی میں چلنے والا کرائے کے فوجیوں کا گروہ "ویگنر" افریقہ بھر میں اسلامی تحریکوں کے خلاف سرگرم ہے، خصوصاً ساحل میں، اور لیبیا، وسطی افریقی جمہوریہ اور موزمبیق میں بھی۔

چینی اسلام سے اپنی شدید نفرت کے لیے معروف ہیں۔ وہ مقبوضہ ترکستان سے اسلام اور ایغور مسلم ثقافت دونوں کو مٹانے اور ان کو چین کے فاسد کمیونسٹ نظریات سے بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں، اللہ انہیں ناکام کریں اور ان کی تباہی میں تیزی لے کر آئیں۔

ایران، روس اور چین کا ایک بڑا اتحادی، کافر علوی بشار الاسد کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے قتلِ عام میں ملوث رہا ہے۔ وہ اسلامی احیا کے خلاف بھی سرگرمِ عمل رہے ہیں اور عراق و یمن میں اپنے باطل عقیدے کا جارحانہ انداز میں پرچار کر رہے ہیں اور کئی ممالک میں اپنی موجودگی کو بڑھا رہے ہیں۔ شیعہ مجموعی طور پر اسلام جو نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا سکھایا ہوا دین ہے، سے نفرت کی ایک تاریخ رکھتے ہیں، اور انہوں نے برائی کی اس روایت کو آج تک برقرار رکھا ہوا ہے۔

شیعوں کی طرف سے اہلِ سنت کے ساتھ اتحاد کی دعوت کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ قوی امکان ہے کہ یہ ان کا تقیہ کا عقیدہ ہے، اور موقع ملتے ہی وہ اہل سنت کی پیٹھ میں بخوشی چھرا گھونپیں گے تاکہ اپنے مسخ شدہ، باطل عقائد کی بالادستی قائم کر سکیں۔ بعض اعتبار سے، یہ انہیں روسیوں، چینیوں، یا مغرب سے زیادہ خطرناک بنا دیتا ہے۔ بعض مسلمان ان کی ظاہری شکل و صورت سے دھوکا کھا کر انہیں مسلمان سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر خاموشی سے اپنا اثر و رسوخ قائم کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

یہ غالباً ان کی اہل سنت سے نفرت ہی ہے جس کی وجہ سے عالمی طاقتوں نے شیعوں کو مضبوط ہونے دیا ہے۔ ایران کا عفریت خلیجی حکمرانوں کو خوف زدہ رکھتا ہے تاکہ وہاں امریکی فوجی اڈے قائم رہیں اور وہ مغرب کے ساتھ اربوں کھربوں کے اسلحے کے معاہدے کرتے رہیں۔ سنی ممالک کے مکمل طور پر مغربی حمایت پر منحصر ہونے کے بعد، مغرب اس قابل ہے کہ ضروری اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنائے کہ حقیقی اسلامی حکومتیں اقتدار حاصل نہ کر سکیں۔

میانمار (برما) بھی اسی گروہ میں آتا ہے، اور حکومت اور بدھ ملیشیاؤں کی جانب سے روہنگیا مسلمانوں پر ظلم و ستم کے لیے مشہور ہے۔ کچھ دیگر مسلم اکثریتی ممالک بھی ہیں جو روس کے ساتھ منسلک ہیں، لیکن انہیں چوتھی ترجیح والے گروہ میں دیکھا جائے گا۔ وسطی افریقی جمہوریہ بھی روس کے ساتھ قریبی تعلقات کی وجہ سے اور اس حکومت کے اپنے ملک کے مسلمانوں کے خلاف معاندانہ اقدامات بشمول ہزاروں مساجد کو شہید کرنے کی وجہ سے اس گروہ میں شامل ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس گروہ میں شامل ممالک مسلمانوں کے خلاف تشدد اور شدید دشمنی کی وجہ سے مغرب سے بدتر ہیں۔ ایسا نہیں ہے، یہ ممالک کھل کر دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہیں جبکہ مغرب لوگوں کو اس چیز کا احساس دلائے بغیر اسلامی مکالمے میں دراندازی کرتا ہے اور مذہب کو مسخ کر دیتا ہے۔ مغرب کا ثقافتی اور نظریاتی اثر روس اور چین کے مقابلے میں، جس کی کشش دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے بہت محدود ہے، کہیں زیادہ پھیلا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ، مغرب کے پاس زیادہ فوجی، سیاسی، معاشی، ثقافتی اور ادارہ جاتی قوت ہے جسے وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں، یہ ان کو فوجی کاروائیوں اور بائیکاٹ کے ہدف کے لیے اعلیٰ ترجیح بناتا ہے۔

## دوسرا گروہ، ترجیحات کے اعتبار سے

۱. چین
۲. روس
۳. ایران
۴. میانمار (برما)
۵. وسطی افریقی جمہوریہ
۶. بیلاروس
۷. شمالی کوریا
۸. وینزویلا
۹. کیوبا

## تیسری ترجیح: ''تیسری دنیا''

''تیسری دنیا'' کے بیشتر ممالک لاطینی امریکہ، افریقہ، اور ایشیا پیسیفک میں موجود سابقہ نوآبادیات ہیں جو نوآبادیاتی اقتصادی تنظیم کے اصولوں پر چلتے ہیں۔ یہ قومیں عموماً مسلمانوں کے خلاف محدود دشمنی رکھتی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ عام طور پر مغرب کی جانب سے استحصال کا شکار ہیں اور مسلم علاقوں میں ان کے معاشی مفادات کم ہیں۔

چونکہ ان ممالک کی اسلام کے خلاف جنگ میں بہت کم شمولیت ہے، اس لیے یہ تقریباً ہمیشہ ہی بہتر ہوتا ہے کہ اگر ممکن ہو تو ان کے ساتھ کاروباری سرگرمیاں رکھی جائیں۔ اس سرگرمی سے حاصل ہونے والے ٹیکس اور معاشی قوت کا مطلب مسلمانوں کے مجموعی نقصان میں کمی ہے۔ اس میں کچھ مستثنیات بھی ہیں۔ مثال کے طور پر، افریقہ میں موجود ''تیسری دنیا'' کے متعدد ممالک صومالیہ میں شرعی حکمرانی کی کوششوں کو دبانے کے لیے حملے اور قبضے میں ملوث رہے ہیں۔

اگر ممکن ہو تو ان ممالک کے بجائے مسلم اکثریتی ممالک سے خریدنا اور وہاں کام کرنا بہتر ہے، لیکن ایسا کرنا پھر بھی مغرب یا چین روس بلاک کی حمایت کرنے سے کم نقصان دہ ہوگا۔ ضروری نہیں کہ یہ اس لیے ہے کہ یہ عیسائی اور مشرک حکومتیں مغرب سے بہتر ہیں، بلکہ اس لیے ہے کہ یہ حکومتیں بدعنوان، ناکارہ اور کمزور ہیں، اس لیے ان حکومتوں کا آمدنی حاصل کرنے کا نقصان مجموعی طور پر کم ہوگا۔

ان ممالک میں کاروبار کرنا کئی مشکلات کو ساتھ لاتا ہے، مگر بہت سے غیر ملکی تاجروں، خاص طور سے شامی اور یمنی تاجروں، نے اس میں کافی کامیابی حاصل کی ہے۔

## تیسرا گروہ، ترجیحات کے اعتبار سے

۱. ایتھوپیا،
۲. برونڈی،
۳. یوگنڈا،
۴. آرمینیا،
۵. جارجیا،
۶. شمالی مقدونیہ،
۷. مالڈووا،
۸. ٹونگا،
۹. میکسیکو،
۱۰. بوٹسوانا،
۱۱. ہونڈوراس،
۱۲. گوئٹے مالا،
۱۳. کوسٹاریکا،
۱۴. ایل سلواڈور،
۱۵. بیلیز،
۱۶. پانامہ،
۱۷. نکاراگوا،
۱۸. ایکواڈور،
۱۹. بولیویا،
۲۰. پیرو،
۲۱. یوراگوئے،
۲۲. پیراگوئے،
۲۳. چلی،
۲۴. گیانا،
۲۵. سورینام،
۲۶. ڈومینیکن ریپبلک،
۲۷. جمیکا،
۲۸. ہیٹی،
۲۹. فجی،
۳۰. مشرقی تیمور،
۳۱. نیپال،
۳۲. سری لنکا،
۳۳. ویتنام،
۳۴. کمبوڈیا،
۳۵. منگولیا،
۳۶. لاؤس،
۳۷. بھوٹان،
۳۸. پاپوانیوگنی،
۳۹. وانواتو،
۴۰. تووالو
۴۱. کریباتی،
۴۲. جزائر سلیمان،
۴۳. مارشل جزائر،
۴۴. پلاؤ،
۴۵. مائیکرونیشیا،
۴۶. کوک جزائر،
۴۷. ساموا،
۴۸. نورو،
۴۹. نائجیریا (جنوبی)،
۵۰. گھانا،
۵۱. روانڈا،
۵۲. ملاوی،
۵۳. آئیوری کوسٹ،
۵۴. انگولا،
۵۵. کینیا،
۵۶. کیمرون،
۵۷. موزمبیق،
۵۸. کانگو-کنشاسا،
۵۹. کانگو-برازاویل،
۶۰. لائبیریا،
۶۱. گبون،
۶۲. زیمبیا،
۶۳. مڈغاسکر،
۶۴. زمبابوے،
۶۵. بینن،
۶۶. جنوبی سوڈان،
۶۷. ٹوگو،
۶۸. اریٹیریا،
۶۹. نمیبیا،
۷۰. لیسوتھو،
۷۱. گنی بساؤ،
۷۲. ماریشس،
۷۳. سواتینی،
۷۴. کیپ وردے،
۷۵. ساؤٹوم،
۷۶. تنزانیہ (زنزیبار کو چھوڑ کر)،
۷۷. سیشلز

## چوتھی ترجیح: مسلم اکثریتی ممالک

بائیکاٹ نہ صرف دشمن کی قوت توڑنے کا ایک طریقہ ہے، بلکہ یہ مسلمانوں کی تعمیر و ترقی اور انہیں مضبوط کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے۔ مسلم سرزمین پر سیاسی آگاہی رکھتے ہوئے کاروبار کرنا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مرضی سے مستقبل کے سیاسی منظرنامے کی تشکیل میں معاون ثابت ہو گا۔

چونکہ مسلم اکثریتی ممالک کی ایک بڑی تعداد ایسی حکومتوں کے زیر حکمرانی ہیں جو یا تو نیٹو کی مکمل رکن ہیں (جیسا کہ ترکی کا معاملہ ہے) یا پھر بڑی غیر نیٹو اتحادی ہیں (جیسے پاکستان، مصر، تیونس، مراکش اور قطر)، اس سے کچھ مشکل سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ممالک، جیسے ترکی اور قطر، نیٹو کے ساتھ اپنے تعلقات کو بعض اسلامی مقاصد کی حمایت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

آیا اس طرح حاصل ہونے والے فوائد اس نقصان سے زیادہ ہیں جو ان ممالک کے امریکی اور دیگر نیٹو افواج کے مسلم سرزمینوں پر جنگیں مسلط کرنے میں تعاون کرنے سے پہنچتا ہے؟ یہ ایک طویل، پیچیدہ، اور اختلافی بحث ہے۔ بعض لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ حکومتیں "کمتر برائی" کا انتخاب کر رہی ہیں، جبکہ دوسروں کا ماننا یہ ہے کہ دشمن فوجوں کے لیے ان کی حمایت فسق ہے لیکن کفرِ اکبر نہیں۔ پھر بھی کچھ لوگ اس تعاون کو ایسا عمل سمجھتے ہیں جو اسلام کو باطل کر دیتا ہے، اور یہ رائے روایتی دینی علوم کے نقطہ نظر سے سب سے قوی ہے۔ اس پر تفصیلی شواہد کے لیے، شیخ ناصر بن حمد الفہد فک اللہ اسرہ کی "امریکیوں کے مدد کرنے والے کے کفر کے بارے میں بیان" کی طرف رجوع کریں۔

بعض مسلم اکثریتی ممالک کی حکومتیں اسلام اور مسلمانوں کی طرف کچھ کافر حکومتوں سے بھی زیادہ شدید ہیں۔ مثلاً مصر اور سعودی عرب کی حکومتیں، جو مجاہدین کے خلاف شدید تشدد اور نفرت اور عیسائیوں اور یہودیوں سے محبت کے لیے مشہور ہیں۔ پھر ایسی حکومتیں بھی ہیں جو اسلامی احیا کی طرف ہمدردی رکھتی ہیں اور کسی طرح سے اس کی حمایت کرنے کی کوشش کرتی ہیں، اور بعض اوقات انہی کوششوں کی بنیاد پر دشمن کافر طاقتوں کے ساتھ اتحاد میں شمولیت اور غیر اسلامی اداروں میں شرکت کا جواز پیش کرتی ہیں، ان میں سب سے معروف قطر اور ترکی ہیں۔

حسن ظن کے اصول پر عمل کرتے ہوئے، یہ فرض کیا جاتا ہے کہ ان ممالک میں رہنے والے بہت سے مسلمان اپنی حکومتی پالیسیوں سے ناواقف ہیں یا اس بارے میں کچھ کرنے سے بے بس ہیں۔ کاروباری سرگرمیوں سے حاصل ہونے والے منافع کا بڑا حصہ اکثر صورتوں میں حکومت کے بجائے عام عوام کو جاتا ہے۔ لہٰذا، اگر کسی مسلم ملک کی حکومت کے دشمن کے ساتھ قریبی روابط ہوں تب بھی عام مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اس ملک سے خریداری کرنا افضل ہے، کیونکہ اس کا فائدہ انشاءاللہ اسلام دشمن حکومت کو فائدہ پہنچانے سے ہونے والے نقصان سے زیادہ ہو گا۔ لہٰذا مسلم اکثریتی ممالک بائیکاٹ کے معاملے میں خود بخود آخری ترجیح بنتے ہیں، نہ کہ اپنی حکومتوں کی وجہ سے بلکہ اپنی عوام کی وجہ سے۔

اس کے باوجود ایسا مسلم اکثریتی ملک جو امریکی فوج کی حمایت یا تعاون نہیں کرتا، اس ملک کی نسبت حمایت کا زیادہ مستحق ہے جو دشمن قوتوں کی مدد کرتا ہے۔ اسی طرح، ان ممالک میں سے جو دشمن کو مدد فراہم کرتے ہیں، جو کم مدد کرنے والے ہیں وہ زیادہ مدد فراہم کرنے والوں کے مقابلے میں بائیکاٹ کے کم مستحق ہیں۔ ایک جامع بائیکاٹ سیاہ و سفید کی طرح سیدھا سادہ نہیں ہو سکتا، بلکہ نفع و نقصان کے کئی درجات پر غور کیا جانا چاہیے۔

یہاں تک کہ سیکولر مسلم اکثریتی ممالک جو عالمی نظام میں ضم ہو چکے ہیں اب بھی اسلامی بنیادیں اور اثر و رسوخ رکھتے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ لوگ زیادہ آسانی سے اسلام کی طرف مائل ہو سکتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں تجارت اور کاروبار عموماً دعوت کا ذریعہ رہا ہے۔ کاروبار اور تجارت نہ صرف کافروں کے لیے، بلکہ جاہل یا غافل مسلمانوں کے لیے بھی دعوت کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ مسلم اکثریتی ممالک کے ساتھ بڑھتے ہوئے کاروباری تعلقات وہاں کے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور سماجی روابط بھی استوار کر سکتے ہیں جو بالآخر ان ممالک کے رویوں اور پالیسیوں میں تبدیلی کا باعث بن سکتے ہیں۔

حتیٰ کہ اگر مسلم اکثریتی ممالک کی حکومتیں اسلام کی مخالفت کرتی ہیں، پھر بھی اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ مسلم اکثریتی ممالک میں اسلام مخالف حکومتوں کی حمایت سے جو قوت پیدا ہو گی، اس سے مستقبل میں مسلمانوں کو ہی فائدہ پہنچے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم اکثریتی ممالک میں اقتدار پر مسلمانوں کے قبضے کے امکانات دیگر جگہوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں۔ ۱۴۰۹ ہجری کی بغاوت کے بعد سوڈان، ۱۴۳۳ ہجری میں شروع ہونے والی خانہ جنگی کے دوران شام اور ۱۴۴۳ ہجری کے بعد افغانستان، یہ سب بڑی مقدار میں ہتھیاروں اور انفراسٹرکچر کے مسلمانوں کے ہاتھ آنے کی مثالیں ہیں۔ مغربی ممالک میں بسنے والی مسلم اقلیتوں کے کاروبار کی حمایت کے معاملے میں اس کا اُلٹ ہے، وہاں کے مسلمانوں نے جو بھی دولت حاصل کی ہے، سیاسی ماحول میں تبدیلی آنے سے کفار با آسانی اس پر قبضہ کر سکتے ہیں۔

سرمایہ کاری اور کاروبار اس خطے میں قائم حکومتوں کو مضبوط کرتے ہیں جہاں یہ سرگرمیاں ہوتی ہیں۔ ایک کمزور معیشت زیادہ عدم استحکام اور بڑے پیمانے پر احتجاج یا بغاوت کے زیادہ امکانات کا باعث بنے گی، جبکہ ایک مضبوط معیشت حکومت کی قانونی حیثیت اور اقتدار پر اس کی گرفت کو مستحکم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ بہتر ہے کہ ان حکومتوں کو مضبوط کیا جائے جہاں معاشی نظام صہیونیت زدہ عالمی مالیاتی نظام سے سب سے زیادہ کٹا ہوا ہو اور ان حکومتوں کو کمزور کیا جائے جو اس نظام کے ساتھ زیادہ گہرائی سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس طرح مسلم اکثریتی ممالک کے درمیان طاقت کا توازن ایسی صورت اختیار کر جائے گا جو شریعت کے قیام کے لیے سازگار ہو گا۔

اسلامی حکومت کے تحت صرف چند چھوٹے علاقے ہیں، اور وہ بغیر کسی استثناء کے، مغرب کی پابندیوں کی زد میں ہیں۔ یہ علاقے نیچے دی گئی ترجیحی فہرست کے آخر میں شامل ہیں۔ کچھ لوگ اعتراض کر سکتے ہیں کہ ان علاقوں پر ایسے گروہوں کی حکومت ہے جنہیں کفار نے ”دہشت گرد“ قرار دیا ہے۔ کفار کی طرف سے ان علاقوں میں تجارتی لین دین کو غیر قانونی قرار دینا اس بات کے ثبوت کے لیے کافی ہونا چاہیے کہ وہاں کاروبار کرنا اللہ عزوجل کے دشمنوں کے معاشی مفادات پر ضرب لگانے کا ایک طاقتور طریقہ ہے۔ افغانستان جیسی جگہیں بھی ہیں جہاں مغرب کی جانب سے حکومت کے ساتھ کاروباری معاملات پر پابندی ہے لیکن ملک کے اندر کاروبار پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

ترجیحات کی یہ فہرست بنیادی طور پر صہیونیت زدہ عالمی معیشت میں شمولیت کے درجے اور مغربی فوجوں کے ساتھ تعاون پر مبنی ہے۔ بعض مسلمان اس فہرست میں قطر اور ترکی کے شروع میں موجود ہونے پر اعتراض کر سکتے ہیں، اس کا مقصد ان حکومتوں کے اسلام کے ساتھ تعاون کا انکار نہیں ہے۔ تاہم، دستیاب معلومات کی بنیاد پر معلوم ہوتا ہے کہ ان حکومتوں کا نقصان ان کے فائدے سے زیادہ ہے۔ یہ اس کتاب کے دائرہ کار سے باہر ایک طویل بحث ہے، اور یہ ترجیحات محض رہنما اصول ہیں جن پر مختلف نقطہ نظر اور ترجیحات کے مطابق مستقبل میں بحث یا ترمیم کی جا سکتی ہے۔

ترجیحات کے تعین میں حکومت کی مجموعی قوت اور کارکردگی کو بھی مد نظر رکھا جائے گا۔ مثلاً، تاجکستان کی حکومت ترکی کے مقابلے میں زیادہ اسلام دشمن ہو سکتی ہے، لیکن تاجک حکومت اتنی کمزور، بدعنوان، اور حکمت عملی کے لحاظ سے پسماندہ ہے کہ اس کے اقدامات کا ترک حکومت کی پالیسیوں کے مقابلے میں امت پر بہت کم اثر پڑتا ہے۔ تاجکستان کی حکومت ترکی کی حکومت سے بدتر ہو سکتی ہے، لیکن ترکی میں کاروبار کرنے کا نقصان تاجکستان میں کاروبار کرنے کے نقصان سے زیادہ ہو سکتا ہے۔

آخر میں، کچھ لوگ ان گروہوں کے زیرِ انتظام علاقوں میں کاروبار کی حوصلہ افزائی پر اعتراض کر سکتے ہیں جن سے وہ بہت سے معاملات پر متفق نہیں ہیں، بشمول صومالیہ کے حرکت الشباب المجاہدین۔ ان گروہوں اور ان کے منہج سے کسی بھی قسم کے اختلاف کے باوجود، وہ مسلمان ہیں اور زیادہ تر قومی حکومتوں کے مقابلے میں اقتصادی طور پر صہیونی عالمی نظام سے زیادہ کٹے ہوئے ہیں، صرف مغرب کی جانب سے ان پر عائد کی گئی سخت پابندیوں کی وجہ سے۔

ایسے گروہ یا حکومتوں کو جو اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں ان گروہوں یا حکومتوں پر فوقیت حاصل ہے جو کفار کی مدد کرتے ہیں، قطعِ نظر ان کی غلطیوں کے۔ حکمت سے کام لینا اور مختلف سطح کے انحراف کے حامل مسلمانوں سے معاملہ کرتے ہوئے اس کا مظاہرہ کرنا ایک اہم اصول ہے۔ اس کا اطلاق قوموں اور گروہوں کے ساتھ ساتھ افراد پر بھی ہوتا ہے۔

## چوتھا گروہ ترجیحات کے اعتبار سے

۱. متحدہ عرب امارات،
۲. سعودی عرب،
۳. بحرین،
۴. کویت،
۵. مصر،
۶. پاکستان،
۷. تیونس،
۸. مراکش،
۹. البانیا،
۱۰. شام-SDF(امریکہ)،
۱۱. اردن،
۱۲. ترکی،
۱۳. شمالی قبرص،
۱۴. قطر،
۱۵. عمان،
۱۶. جبوتی،
۱۷. صومالیہ،
۱۸. بنگلادیش،
۱۹. لیبیا-LNA(مصر/سعودی عرب)،
۲۰. لیبیا-GNA(قطر/ترکی)،
۲۱. شام-SNA(ترکی)،
۲۲. تاجکستان،
۲۳. ملائیشیا،
۲۴. برونائی،
۲۵. بوسنیا،
۲۶. موریطانیہ،
۲۷. سوڈان،
۲۸. انڈونیشیا،
۲۹. نائجیریا،
۳۰. کوسوو،
۳۱. یمن-STC(متحدہ عرب امارات)،
۳۲. یمن(سعودی)،
۳۳. کرغستان،
۳۴. سینیگال،
۳۵. چاڈ،
۳۶. صومالی لینڈ،
۳۷. گنی(Guinea)،
۳۸. الجزائر،
۳۹. گیمبیا،
۴۰. ترکمانستان،
۴۱. کوموروس،
۴۲. مالدیپ،
۴۳. عراق،
۴۴. لبنان،
۴۵. قازقستان،
۴۶. آذربائیجان،
۴۷. فلسطین-مغربی کنارہ،
۴۸. شام-SAA(روس/ایران)،
۴۹. یمن-حوثی(ایران)،
۵۰. سوڈان-RSF(روس)،
۵۱. برکینافاسو،
۵۲. مالی،
۵۳. نائجر،
۵۴. فلسطین-غزہ،
۵۵. افغانستان،
۵۶. شام-HTS(سنی شامی)، JNIM
۵۷. (برکینافاسو، مالی، نائجر)،
۵۸. IS-Sahel(برکینا فاسو، مالی، نائجر)،
۵۹. IS-نائجیریا،
۶۰. صومالیہ-HSM

## مسلم اقلیتی ریاستوں میں مسلم اکثریتی علاقے

مسلم اقلیتی ممالک میں وہ علاقے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں، اپنے اوپر قابض حکومتوں کے بائیکاٹ سے استثنا کے مستحق ہیں۔ اگر مسلم اکثریتی علاقوں میں قابض حکومت کو ٹیکس کی صورت میں فائدہ پہنچائے بغیر کاروبار یا خریداری کرنا ممکن ہو، تو یہ مسلم اکثریتی ملک کے اندر ایسی حکومت کے ساتھ تعامل سے بہتر ہے جو شریعت کے قیام کی مخالف ہو۔ اس تعریف پر پورا اترنے والے علاقے ذیل میں درج ہیں۔ انہیں ترجیح کی بنیاد پر درج کیا گیا ہے۔ اقتصادی سرگرمیوں کے لیے سب سے بہترین انتخاب کو سب سے آخر میں رکھا گیا ہے، اور سب سے بدتر کو سب سے پہلے۔ اس فہرست کی ترتیب بنیادی طور پر علاقوں کے اسلامی حکومت کو منتقل ہونے کے امکانات اور ان قابض حکومتوں کی قوت اور دشمنی پر مبنی ہے۔

### مسلم اقلیتی ممالک میں مسلم اکثریتی علاقے، ترجیحات کے اعتبار سے

۱. شمالی گھانا،

۲. مجینگا اور منگوچی،

۳. ملاوی،

۴. شمالی کیمرون،

۵. شمالی بینن،

۶. کینیا اور تنزانیہ کے بعض ساحلی علاقے بشمول زنجبار،

۷. شمالی آئیوری کوسٹ،

۸. اراکان،

۹. برما،

۱۰. کشمیر،

۱۱. شمال وسطی افریقی جمہوریہ،

۱۲. شمالی نائیجیریا،

۱۳. منڈاناؤ کے بعض علاقے،

۱۴. فلپائن،

۱۵. قوقاز (چیچنیا، داغستان، انگوشیشیا، کبارڈینو بلکاریا، کاراچے چیرکیسیا)،

۱۶. تاتارستان،

۱۷. تاشکورتیستان کے روس کے زیرِ قبضہ علاقے،

۱۸. ایران کے بلوچ، اہواز اور کرد علاقے،

۱۹. ایتھوپیا کے زیرِ قبضہ صومالی، افار اور اوروموکے علاقے

## کمپنیوں کا بائیکاٹ

بائیکاٹ کی بات کرتے ہوئے، زیادہ تر مسلمان میکڈونلڈز، سٹاربکس، اور کوکا کولا جیسی نمایاں صہیونیت نواز کمپنیوں پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔ اگرچہ یہ قابل تحسین ہے، لیکن اس قسم کا بائیکاٹ پورے صہیونی عالمی نظام یا مخصوص اقوام کے بائیکاٹ کے مقابلے میں بہت کم مؤثر ہے۔ حتیٰ کہ اگر ایک بڑی کمپنی صہیونی قبضے کے ساتھ تعاون میں لاکھوں ڈالر کا عطیہ دیتی ہو، تب بھی امکان ہے کہ وہ مغربی حکومتوں کو جو ٹیکس ادا کرتے ہیں، وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کسی بھی رضاکارانہ عطیے کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔

اگرچہ خاص کمپنیوں کے بائیکاٹ کا اثر نسبتاً معمولی ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

لا تحقرن من المعروف شيئاً ولو أن تلقى أخاك بوجهٍ طليق

”کسی بھی نیکی کو حقیر مت جانو، اگرچہ وہ تمہارا اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔“

کمپنیوں کے بائیکاٹ سے جڑا دباؤ باقی کمپنیوں کو بھی صہیونی قبضے یا حتیٰ کہ فلسطینیوں کو بھی عطیات دینے سے گریز کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ نمایاں کمپنیوں کا بائیکاٹ ایسی دوسری سرگرمیوں کے لیے راہ ہموار کر سکتا ہے جن کا طرزِ زندگی پر زیادہ گہرا اثر پڑتا ہے، بشمول اسلامی احیا، ہجرت اور جہاد کے لیے ہمدردی کے۔

بائیکاٹ کا اثر فوری نقصانات تک محدود نہیں ہے۔ اگر ایک بائیکاٹ شدہ چیز کا معاشرے میں نمایاں مقام ہے، جیسے کپڑوں کا کوئی برینڈ، گاڑی، یا کوئی بھی چیز جس پر نمایاں برینڈ کا نام ہو، ایسی چیز کا استعمال دوسروں کو پیروی کرنے پر ابھارتا ہے۔ یہ صہیونی رمغربی جنگی مشینری کو پہنچنے والی مالی امداد کو دگنا کر دیتا ہے۔ اسی طرح، بااثر افراد کا کسی برینڈ کا بائیکاٹ کرنا اوروں کا بھی ان کی تقلید کرنے کا باعث بن سکتا ہے، یہاں تک کہ وہ بھی جو بائیکاٹ سے بے خبر ہیں۔

اصولاً، یہ بہتر ہے کہ تمام کارپوریٹ، صنعتی طور پر تیار کردہ مصنوعات سے بچا جائے۔ حتیٰ کہ مسلم اکثریتی ممالک میں بھی بڑی کمپنیاں بینک، انشورنس، وکلاء، کنسلٹنٹ، سازوسامان اور خام مال استعمال کرتی ہیں جو تمام صہیونی تسلط والے سیاسی، قانونی اور اقتصادی نظام سے منسلک ہیں۔ چھوٹے پروڈیوسرز کے لیے مقامی سامان کے استعمال اور ٹیکس اور قوانین سے بچ کر اس نظام سے آزادی حاصل کرنا قدرے آسان ہے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

# فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ

جماعت قاعدۃ الجہاد–قیادتِ عامہ

جماعت قاعدۃ الجہاد کی مرکزی قیادت کی جانب سے یہ بیان ایران کے خلاف امریکی اسرائیلی جنگ کے آغاز سے قبل نشر ہوا تھا، مفادِ عامہ کے لیے اسے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

تمام تعریفیں اس جلیل القدر اللہ تعالیٰ کے لیے، جس نے محکم کتاب میں ارشاد فرمایا:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ○ (سورۃ الحج: ۴۰)

”اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ (کے شر) کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کر دی جاتیں۔ اور اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کریں گے۔ بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا، بڑے اقتدار والا ہے۔“

اور درود و سلام ہو اللہ کے رسول پر، آپ کی پاکیزہ آل پر، آپ کے نیک صحابہ پر، اور ان سب پر جو قیامت کے دن تک آپ کی سنت کی پیروی اور آپ کے راستے میں جدوجہد کرتے رہے۔ امابعد!

یہ ہے وہ صہیونی صلیبی معاصر جنگی مہم، جس کی قیادت اس دور کا فرعون، امریکہ کر رہا ہے۔ یہ جنگی مہم ایک بار پھر اپنے صلیبی منصوبے کی تکمیل کے لیے صف آرا ہو چکی ہے، جس کی بنیاد اس نے موجودہ صدی کے آغاز میں رکھی تھی اور جس کا اس نے کھلے الفاظ میں اعلان بھی کیا تھا۔ اسی منصوبے کو ناکام بنانے کے لیے گیارہ ستمبر کو مبارک جہادی حملے کیے گئے، تاکہ اس صہیونی صلیبی منصوبے کو اس کے مقاصد تک پہنچنے سے روکا جا سکے۔ جن میں اہلِ اسلام کا محاصرہ، مسلم ممالک پر قبضہ، ان کی دولت و وسائل کی لوٹ مار، ان کی تقسیم، امتِ مسلمہ کے معاشروں کو پارہ پارہ کرنا، اور پورے خطے میں تباہی و بربادی پھیلانا شامل تھا۔

ان صلیبی افواج کے بارے میں شرعی مؤقف بالکل واضح ہے جو پورے خطے پر قبضے کی نیت سے جمع ہوئی ہیں، نہ کہ کسی ایک حکومت سے جنگ کے لیے۔ ان کے خلاف جہاد اور قتال فرض ہے، اور انہیں نشانہ بنانا واجب ہے اس سے پہلے کہ ان کے قدم سرزمینِ اسلام پر پڑیں۔ ہمارے بہترین اخلاق والے اور مسکرانے والے مگر جنگ میں سخت رسول ﷺ، تبوک کے دن ان صلیبیوں کے آباء و اجداد کی طرف اس لیے نکلے کہ ان کی افواج کو مسلمانوں کی سرزمین تک پہنچنے سے پہلے ہی روک دیا جائے، تاکہ دین، عزت اور حرمتوں کی حفاظت ہو۔

آج جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں، وہ صلیبی یلغار کی واپسی کے آثار ہیں، جیسا کہ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ”وإنهم لأسرع الناس كرةً بعد فرةٍ“ یعنی وہ بار بار پلٹ کر حملہ آور ہوتے ہیں۔ آج صلیب ایک بار پھر فرار کے بعد لوٹ آئی ہے، نئے نعروں کے ساتھ امت سے جنگ کرنے کے لیے، اس کے بعد کہ گزشتہ دو دہائیوں میں وہ ”دہشت گردی کے خلاف جنگ“ کے نعرے کو خوب استعمال کر چکی ہے۔ کل افغانستان تھا، آج غزہ ہے، اور کل پھر افغانستان، ترکی، پاکستان، مصر، جزیرۂ عرب اور دیگر مسلم ممالک ہوں گے، جیسا کہ مجرم یہودی نیتن یاہو نے خود کہا۔

ہم صہیونی صلیبیوں کا کوئی راز فاش نہیں کر رہے، بلکہ یہ تو ان کی تاریخ، ان کا موجودہ عمل، اور ان کی اپنی زبانوں کے اعترافات ہیں۔

پس اے اہلِ اسلام!

اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ڐ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ○ (سورۃ الاعراف: ۱۲۸)

”اللہ سے مدد مانگو اور صبر سے کام لو۔ یقین رکھو کہ زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور آخری انجام پرہیزگاروں ہی کے حق میں ہوتا ہے۔“

اے ہماری امتِ عزیز! یہ بات ٹرمپ نے بھی پوری بے باکی اور صراحت سے کہی، جو اس صلیبی مہم کا علم بردار اور قائد ہے، کہ وہ دوبارہ بگرام اڈے پر قبضہ کرے گا۔ مگر اسے کیا خبر کہ بگرام، امارتِ اسلامیہ اور اس کے حریت پسند ابطال تک اس کی رسائی ناممکن ہے۔ اس ظالم نے سوچا، اندازے لگائے، دھمکیاں دیں، پھر منہ موڑ کر تکبر کیا، اور آخرکار ان صلیبی لشکروں کو عالمِ اسلام کی طرف روانہ کر دیا تاکہ اسے گھیرے میں لے اور اس سے جنگ کرے۔

اگرچہ امریکہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خطے کی اقوام و افراد کی مدد کے لیے آیا ہے، جیسے کل وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر آیا تھا، مگر حقیقت جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ صلیب کی نظریں خراسان کی سرزمین پر جمی ہوئی ہیں، تاکہ امارتِ اسلامیہ کے زیرِ سایہ ابھرتے ہوئے اسلامی نظام کو کچلا جا سکے۔ اس حقیقت میں شک صرف جاہل یا ہٹ دھرم ہی کر سکتا ہے۔

یہ واقعات جو آج عالمِ اسلام میں رونما ہو رہے ہیں، ہم سب سے تعلق رکھتے ہیں، بلکہ اس خطے کے ہر مسلمان سے۔ ایسے میں کسی غیرت مند، مظلوم اور باوقار مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ خاموش تماشائی بنا رہے۔ ہم سب اور ہمارا وطن، زمین اور وسائل نشانے پر ہیں۔ وینزویلا میں جو کچھ ہوا، وہ کوئی پرانا واقعہ نہیں۔ فیصلہ سازوں میں موجود اہلِ خرد پر لازم ہے کہ وہ ملک و ملت کے دفاع میں حکمت اور دانائی سے کام لیں۔

آج صہیونی صلیبی اتحاد تکبر اور غرور کی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ خطے کے تمام حکمران یہودی صہیونیت کے غلام بن جائیں۔ مگر یہ بات جان لیں کہ ظالم حکمران بھی اسی انجام سے دوچار ہوں گے جس سے ان سے پہلے دوسرے ہوئے۔ اگر ان میں عقل کی رمق باقی ہوتی تو وہ اہلِ اسلام اور اس کے نوجوانوں کو دین و ملت کے دفاع کا موقع دیتے، اور صہیونی صلیبیوں کو ہر جگہ نشانے پر رکھتے۔

ہم پوری امتِ مسلمہ کو بالعموم اور نوجوانانِ اسلام کو بالخصوص اللہ کے راستے میں جہاد و قتال کے لیے پکارتے ہیں، اور اس بات پر ابھارتے ہیں کہ ان صلیبی افواج اور ان کے مفادات کو ہر جگہ نشانہ بنایا جائے، اس سے پہلے کہ پچھتاوے اور ندامت کا وقت آ جائے۔ اگر آج یہ صہیونی صلیبی مہم طیارہ بردار جہازوں کے ساتھ آئی ہے، تو اہلِ ایمان اس جہاز کو غرق کر سکتے ہیں، کہ شہسوارانِ اسلام نے اس سے پہلے بھی ایمان و حکمت کی سرزمین یمن میں کول نامی بحری بیڑے کو تباہ کیا تھا، اور اس میں موجود امریکی بحری افواج کو قتل کیا تھا، اس کے علاوہ خطے میں موجود مسلمان و عرب ممالک میں ان کے طیارہ بردار جہازوں کے علاوہ ایسے اڈے بھی ہیں جو سمندر میں نہیں بلکہ خشکی پر ہیں۔

ہم یہ بات اللہ، امت اور تاریخ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ گزشتہ دہائیوں میں مجاہدینِ امت نے، اللہ کے فضل سے، ایک مضبوط ڈھال کا کردار ادا کیا، جس کے پیچھے سب نے پناہ لی، یہاں تک کہ مشرق کے بڑے بڑے ممالک نے اس سے فائدہ اٹھایا تاکہ واحد سپر پاور کے ساتھ مقابلہ کر سکیں۔

مگر افسوس کہ اہلِ اسلام اس تاریخی کردار کی قدر نہ کر سکے، یہاں تک کہ آج حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ پر امن جماعتوں کو دہشت گرد قرار دیا گیا، اسلامی نسبت رکھنے والی حکومتوں کو گرا دیا گیا، امتِ مسلمہ کی دولت لوٹی گئی، اس کے عقائد اور فطرت سے کھیلا گیا، اور گمراہ نظریات پھیلائے گئے، حتیٰ کہ ایک نیا شیطانی دین گھڑ لیا گیا جسے ”دینِ ابراہیم“ کا نام دیا گیا۔

لیکن:

وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِينَ۝ (سورۃ الانفال:۳۰)

”وہ اپنے منصوبے بنا رہے تھے اور اللہ اپنا منصوبہ بنا رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر منصوبہ بنانے والا ہے۔“

پس اے اہلِ اسلام! اللہ کی یقینی نصرت پر بھروسہ رکھو، اور دشمنوں کے خلاف اللہ کی طرف سے آنے والی تدبیر پر خوش ہو جاؤ۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان کی چالوں کو انہی کی ہلاکت کا سبب بنائے، اور گردشِ زمانہ کو انہی کے خلاف کر دے۔

آمین والحمد لله رب العالمين

شعبان ۱۴۴۷ھ بمطابق جنوری ۲۰۲۶ء

## امن کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ پاکیزہ دینِ اسلام یہ عقیدہ دلوں میں راسخ کرتا ہے کہ ”امن“ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اور امن کو ربّ العالمین نے شریعت کی اتباع کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

جتنا زیادہ کوئی معاشرہ شریعت سے دور، آخرت سے غافل اور ربّ کی گرفت سے بے خوف ہو گا، اتنے ہی زیادہ وہاں جرائم پھیلیں اور پھلیں پھولیں گے!

معاشرے میں اللہ کا خوف اور ربّ کے سامنے جوابدہی کا احساس زندہ ہونا بذاتِ خود جرائم کی روک تھام اور امن کے قیام کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہؓ کے پاکیزہ معاشرے میں کسی پولیس یا انتظامیہ کے گشت کے بغیر ہی محض ایک حکم آنے پر جاموں میں بھری اور لبوں سے لگی شراب چھوٹ گئی، بلکہ بعض حضرات جو کچھ پی چکے تھے اور مزید پی رہے تھے، انہیں نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ حرام کی گئی شراب ان کے پیٹ میں رہے اور انہوں نے زبردستی قے کر کے اس کو نکالا۔

یہ اسلامی نظام کے نفاذ کی برکت، خوفِ خدا پر قائم اس بابرکت معاشرے ہی کا امتیاز تھا کہ لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر زنا کرنے والے بھی خود چل کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے اور سنگساری جیسی سخت ترین سزا اپنے اوپر قائم کرنے کا مطالبہ کیا!

پھر امنِ عامہ کی حفاظت کے لیے شریعت نے اگلا قدم یہ اٹھایا کہ معاشرے کے ہر فرد کو 'نہی عن المنکر' کا فریضہ ادا کرنے کا حکم دیا۔

پس اس بات کا بآسانی تصور کیا جا سکتا ہے کہ جس معاشرے کا ہر فرد ظالموں، قاتلوں، ڈاکوؤں، چوروں، غاصبوں وغیرہ کو روکنا اپنا شرعی فرض سمجھے وہاں جرائم کا ارتکاب کتنا مشکل ہو جائے گا؟

(شہیدِ عالمِ ربانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ)

(بحوالہ: 'اہلِ پاکستان ایک فیصلہ کن دوراہے پر!')

# ایران پر امریکہ و اسرائیل کا مشترکہ حملہ اور دنیا کے بدلتے حالات

شاہین صدیقی

۲۸ فروری کی صبح اسرائیل اور امریکہ نے ایران پر مشترکہ حملہ کر کے جس جنگ کا آغاز کیا ہے وہ صرف چھ دن میں ہی خطے کے گیارہ ممالک تک نہ صرف پھیل گئی ہے بلکہ حالات اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ابھی یہ جنگ مزید پھیلے گی اور اس کے علاقائی اور عالمی اثرات بہت گہرے ہوں گے۔ اس کی ایک اہم وجہ امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے پہلے ہی حملے میں ایرانی سپریم لیڈر خامنہ ای کو نشانہ بنانا ہے۔ ٹرمپ نے خامنہ ای کو نشانہ بنا کر اپنے خطاب میں کہا:

> ”یہ (خامنہ ای کی موت) ایرانی عوام کے لیے تاریخی موقع ہے کہ وہ اپنا ملک واپس لیں، موجودہ رجیم کے خلاف اٹھیں، آزادی کا لمحہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔“

لیکن یہ دعویٰ اسے الٹا پڑ گیا جب ایرانی پاسداران انقلاب نے جوابی حملوں میں اسرائیل کو براہ راست اور خلیجی ممالک میں امریکہ کے ٹھکانوں کو نشانہ بنایا اور خامنہ ای کے غم میں عوام سڑکوں پر امڈ آئی۔

یوں تو اسرائیل کافی سالوں سے ایران پر حملہ کرنے کے عزائم کا مسلسل اظہار کر رہا تھا۔ لیکن اس وقت حملہ کرنے کے پس پردہ کیا محرکات ہو سکتے ہیں، ذرا ان پر نظر ڈالتے ہیں:

- غزہ اور مغربی کنارے میں مسلسل جاری فلسطینی نسل کشی اور املاک پر قبضہ پر پردہ ڈالنا کیونکہ مین سٹریم میڈیا پر غزہ ہی فوکس پوائنٹ تھا، نیز غزہ میں اپنی ناکامی سے توجہ ہٹانا اور خطے میں صہیونی بالادستی قائم کرنا جو کہ گریٹر اسرائیل کی طرف ایک اہم قدم ہو گا۔ جبکہ امریکہ جو اس کا مائی باپ ہے وہ کیسے اسے اکیلا چھوڑ دیتا۔ لہٰذا ٹرمپ جو وقت کا فرعون بنا بیٹھا ہے اور اپنے آپ کو ہر قانون سے بالاتر سمجھتا ہے اس کے حکم پر صرف دو دنوں میں ایران پر امریکہ نے دو ہزار سے زیادہ اور اسرائیل نے بارہ سو سے زیادہ حملے کیے اور پوری قیادت کو نشانہ بنایا۔
- دوسری وجہ جو عین ان دنوں ایران پر حملہ کرنے کی ہے حالانکہ ایران کی طرف سے اس وقت کوئی خطرہ بھی موجود نہیں تھا وہ ایپسٹین فائلز سے ہونے والی بدنامی ہے۔ جس طرح سے ٹرمپ اور دیگر بااثر لوگوں کے نام اور ان کے گھناؤنے کرتوت سامنے آ رہے تھے اس لیے ٹرمپ کو خطرہ تھا کہ اسے بل کلنٹن جیسے انجام سے دوچار ہونا پڑ سکتا ہے۔ اس لیے میڈیا اور عوام کی اس موضوع سے توجہ ہٹانے کے لیے اس نے یہ جنگ چھیڑی اور نظر آ رہا ہے کہ وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب بھی رہا۔

اس حملے کے جواب میں ایران کے جوابی حملے بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ ایران نے اپنے جغرافیائی محل وقوع کا پورا پورا فائدہ اٹھایا اور ایسی جنگی حکمت عملی ترتیب دی جس نے امریکہ اور اسرائیل کو بوکھلا دیا۔ اسرائیل تو ایرانی میزائیل اور خودکش ڈرونز 'شاہد' کا مسلسل نشانہ بن رہا ہے جبکہ دوسری طرف ایران نے نہ صرف مشرق وسطی میں امریکی اڈوں، سفارتی دفاتر اور امریکی و یورپی ٹھکانوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا بلکہ مشرق وسطی میں موجود تیل اور گیس کے ذخائر، صنعتی اہداف اور توانائی کی تنصیبات کو بھی نشانہ بنا رہا ہے۔ نتیجتاً امریکہ کو پورے مشرق وسطی سے اپنے سفارتی عملے اور امریکی شہریوں کو نکالنا پڑ رہا ہے۔ ایران نے جن اہداف کو نشانہ بنایا ہے اس سے لگتا ہے کہ ایران نے ایک طویل جنگ کی تیاری کر رکھی ہے اور 'ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے' کے مصداق پورے خطے کو اس جنگ میں گھسیٹ لیا ہے۔ اس سے اسرائیل براہ راست نشانے پر آ گیا ہے اور ہم نے تل ابیب اور اسرائیل کے مختلف شہروں پر میزائیلوں کی بارش کے مناظر دیکھے جس سے ہر مسلمان کے دل کو ٹھنڈک ملی ہو گی۔ سعودی عرب، اردن، قطر کویت، بحرین، متحدہ عرب امارات و عمان وغیرہ یہ وہ ممالک ہیں جنہوں نے نہ صرف غزہ میں دو سال سے زیادہ عرصے سے جاری جنگ میں غزہ کی آہ و بکا سن کر بھی مجرمانہ خاموشی اختیار کیے رکھی بلکہ اب تو یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ کس طرح یہ تمام حکومتیں اسرائیل کی پس پردہ پوری مدد و حمایت بھی کرتی رہیں۔ فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی میں یہ سب برابر کے شریک ہیں۔

دوسرا اہم قدم جو ایران نے اٹھایا ہے وہ آبنائے ہرمز کی بندش ہے۔ آبنائے ہرمز (Strait of Hormuz) ۳۳ کلومیٹر چوڑی ایسی آبی گزرگاہ ہے جہاں سے دنیا کے بیس فیصد تیل اور تیس فیصد گیس کی ترسیل ہوتی ہے۔

آبنائے ہرمز سے سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، کویت اور ایران سے یومیہ تقریباً اکیس ملین بیرل تیل دیگر ممالک کو پہنچایا جاتا ہے، ان ملکوں میں پاکستان، چین، جاپان، جنوبی کوری، یورپ، شمالی امریکہ اور دنیا کے دیگر ممالک شامل ہیں۔ جبکہ واپسی پر تجارتی و غذائی اشیاء کی مشرق وسطی میں ترسیل کی جاتی ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو آبنائے ہرمز دنیا کے بیشتر ممالک کی لائف لائن ہے اور اسے بند کرنے کا مطلب ہے کہ تیل اور گیس کی قیمتوں میں خاطر خواہ اضافہ اور چونکہ تیل کی ساری تجارت ڈالروں میں ہوتی ہے اس لیے اس سے امریکی معیشت کو شدید دھچکا لگے گا۔

## ایران پر حملہ اور ٹرمپ کے بدلتے دعوے

ایران پر حملے میں امریکہ نے صرف اسرائیل کا ساتھ دیا ہے، خود امریکہ کے کوئی واضح اہداف مقرر نہیں تھے۔ اسی لیے ٹرمپ کبھی رجیم چینج کی بات کرتا ہے، کبھی ایران کے ایٹمی اثاثوں کو نشانہ بنانے کی بات کرتا ہے، اور کبھی کہتا ہے کہ چونکہ ایران حملہ کرنے ہی

والا تھا اسی لیے پہل ہم نے کر دی۔ اس وقت دفاعی تجزیہ کار اس جنگ کے ہر ممکنہ پہلو پر غور کر رہے ہیں۔

عراق سے تعلق رکھنے والے الجزیرہ کے ٹی وی اینکر جاسم العزاوی اس موضوع پر اپنی تحریر "The fantasy of an easy victory in the war on Iran" میں لکھتے ہیں:

”کوئی بھی تجزیہ کار یہ نہیں سمجھتا کہ یہ جنگ مختصر ہو گی۔ بارہ روزہ جنگ کے برعکس، جو جنگ بندی پر ختم ہوئی تھی، یہ تنازع ابھی سے ہی زیادہ وسیع اور گہرا دکھائی دے رہا ہے۔ ایران کی جانب سے پورے خطے میں جوابی کارروائی کے لیے تیاری اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ وہ سمجھوتہ کرنے کے بجائے طویل جنگ لڑنے پر آمادہ ہے۔

واشنگٹن اور تل ابیب کے سامنے ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ تہران پر دباؤ کیسے برقرار رکھا جائے بغیر اس کے کہ خطے میں بے قابو عدم استحکام پیدا ہو جائے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ انہوں نے نظام کی تبدیلی کو اپنا حتمی ہدف قرار دے رکھا ہے۔

ایران پر حملے کا اعلان کرتے ہوئے اپنی تقریر میں امریکی صدر نے بظاہر یہ اشارہ دیا کہ امریکی فوج اپنی کارروائی کو فضائی مہم تک محدود رکھے گی اور زمین پر اپنی فوجیں نہیں اتارے گی۔ اس نے بظاہر ایرانی حکومت کا تختہ الٹنے کی ذمہ داری ایرانی عوام کے سپرد کرتے ہوئے کہا: ”تمہاری آزادی کی گھڑی آن پہنچی ہے“، اور انہیں بغاوت کرنے کی دعوت دی۔

......اسی دوران امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے قیادت کو نشانہ بنانے والی "decapitation strikes" غالباً جاری رہیں گی، لیکن اگر وہ کامیاب بھی ہو جائیں تو بھی ان سے نظام کی تبدیلی واقع نہیں ہو گی۔

بالآخر ٹرمپ کے جرنیل یہ مشورہ دے سکتے ہیں کہ طویل تنازع قابلِ برداشت نہیں، جو بارہ روزہ جنگ کے اسباق کی بازگشت ہو گا۔ ٹرمپ کے لیے ایسی جنگ جس میں فتح ممکن نہ ہو ایک مانوس فرار کا راستہ اختیار کرنے کا باعث بن سکتی ہے: ٹروتھ سوشل پر فتح کا اعلان کرنا اور بیانیے کا رخ موڑ دینا۔

اس کے بعد اصل چیلنج یہ ہو گا کہ جنگ بندی پر مذاکرات کیسے کیے جائیں۔ مذاکرات کے سراب سے دو مرتبہ گمراہ کیے جانے کے بعد تہران اس دوہری خیانت کو اپنے مؤقف کو مزید سخت کرنے کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ اگر نظام برقرار رہتا ہے تو وہ نئے مذاکرات کے لیے امریکہ کی بے چینی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رعایتیں حاصل کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اس لحاظ سے آج سفارت کاری کی ناکامی ممکن ہے کہ کل ایران کے لیے طاقت کی پوزیشن سے مذاکرات کرنے کی بنیاد رکھ دے۔“

ٹرمپ کی جانب سے ایران پر اسرائیل کے ساتھ مل کر حملہ کی نہ صرف امریکی عوام مخالفت کر رہے ہیں بلکہ امریکی کانگریس نے بھی اس جنگ کے خلاف ووٹ دیے۔ اور یہ جنگ ٹرمپ کے سیاسی کیریئر کے زوال کا سبب بن سکتی ہے۔

بی بی سی کے نامہ نگار ڈینیئل بش نے اس حوالے سے اپنی تحریر ”ایران میں حکومت کی تبدیلی کی خواہش، ایسا جوا جو امریکہ میں ٹرمپ کی ساکھ کو متاثر اور حامیوں کو ناراض کر سکتا ہے“ میں لکھا ہے:

”امریکہ کے جو شہری اپنے ملک کی بیرونِ ملک مداخلت کے خلاف ہیں، خاص طور پر وہ جو ٹرمپ کے امریکہ کو دوبارہ عظیم بنانے والے نظریے کے حامی ہیں، کیا ڈونلڈ ٹرمپ انہیں مشرقِ وسطیٰ میں ایک اور مداخلت پر قائل کر پائے گا؟

یہ عمل ٹرمپ کے اپنے ملک میں ان کے حامیوں کو بدظن کر سکتا ہے، ایسے وقت میں جب مہنگائی اور دیگر اندرونی مسائل کی وجہ سے اس کی مقبولیت کم ہو رہی ہے۔

حالیہ ہفتوں میں ٹرمپ انتظامیہ کے کئی سینئر اہلکاروں نے ایران میں بڑے فوجی آپریشن پر تحفظات ظاہر کیے تھے۔ یہ بات ٹرمپ کی پہلی مدتِ صدارت میں اس کے ساتھ کام کرنے والے سابق سینئر اہلکار نے بتائی۔

یہ سینئر اہلکار اب بھی ٹرمپ کی ٹیم کے قریب ہیں اور اہم پالیسی معاملات کا علم رکھتے ہیں۔

جب ٹرمپ نے سرِعام ایران پر حملے کی دھمکی دی اور مشرقِ وسطیٰ میں امریکی فوج کی موجودگی بڑھانے کا حکم دیا تو یہ اختلافات نجی طور پر سامنے آئے تھے۔

حملے کا فیصلہ کرنے اور کئی ہفتوں سے جاری قیاس آرائیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد سنیچر کے روز ٹرمپ نے اپنے مشن پر اعتماد ظاہر کیا۔

لیکن ساتھ ہی اس نے ایسے مبہم اشارے بھی دیے جن سے امریکی جنگی مقاصد کے بارے میں نئے سوالات پیدا ہو گئے ہیں۔

اس نے ایکزیوس کو بتایا: 'میں طویل جنگ بھی لڑ سکتا ہوں اور پورے ملک پر قبضہ بھی کر سکتا ہوں یا اسے دو سے تین دن میں ختم کر کے مزید حملوں کی دھمکی برقرار رکھ سکتا ہوں'۔

بعد میں اس نے سوشل میڈیا پر کہا کہ 'درست اہداف پر بھاری بمباری بلا تعطل جاری رہے گی، پورا ہفتہ، یا جتنی دیر بھی ضروری ہوا'۔

ان بیانات نے ناقدین کے اس مؤقف کو تقویت دی ہے کہ ٹرمپ کی خارجہ پالیسی کی کوئی سمت نہیں اور وہ بڑے فوجی حملوں سے پہلے کانگریس اور عوام کو اعتماد میں لینے میں دلچسپی نہیں رکھتا۔"

## ایران کی منفرد جنگی حکمت عملی

جیسا کہ راقم نے اوپر ذکر کیا کہ یہ جنگ ایران کی بقا کی جنگ ہے اس لیے ایران نے ایک طویل جنگ کی پیشگی تیاری کر رکھی تھی جس کے تحت اس نے خطے میں موجود تمام امریکی و اسرائیلی اہداف کو نشانہ بنا کر یہ جنگ پورے خطے میں پھیلا دی۔ اس سلسلے میں ایران کے پاس کروز میزائیل، ہائپر سونک میزائیل اور خود کش شاہد ڈرون کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت ایران کے پاس ۸۰ ہزار شاہد ڈرون موجود ہیں جو کہ انتہائی کم لاگت (بیس ہزار سے پچاس ہزار ڈالر) میں تیار ہوتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے اور لانچ کرنے میں بھی آسان ہیں اور اپنے ہدف کو مہارت سے نشانہ بناتے ہیں جبکہ ان کے مقابلے میں اسرائیلی و امریکی دفاعی نظام کے ایک میزائیل کی لاگت تیس لاکھ ڈالر سے ایک کروڑ بیس لاکھ ڈالر تک ہوتی ہے، جس سے امریکہ و اسرائیل کو ہونے والے نقصان کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔

اردنی دانشور محجوب الزویری ایران کی جنگی حکمت عملی کے بارے میں الجزیرہ پر اپنی تحریر "How Iran fights an imposed war" میں لکھتے ہیں:

> "اس جنگ میں ایران کا طرزِ عمل اس کے اس یقین سے تشکیل پا رہا ہے کہ یہ تنازع اس کے وجود کے لیے خطرہ ہے۔ چنانچہ تہران کی حکمتِ عملی کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ جنگ کی قیمت صرف ایران کے لیے نہیں بلکہ اس میں شامل تمام فریقوں کے لیے بڑھا دی جائے۔
>
> درحقیقت ایران یہ پیغام دے رہا ہے کہ اگر اس تنازع کا مقصد حکومتی نظام کو گرانا ہے تو پھر وسیع تر خطہ، اور ممکنہ طور پر عالمی نظام بھی، مستحکم نہیں رہے گا۔ یہی منطق ایران کی جانب سے اقتصادی اور توانائی کے بنیادی ڈھانچوں کو نشانہ بنانے کی وضاحت کرتی ہے، جن میں تیل کے ذخائر، گیس کی رسد اور آبنائے ہرمز شامل ہیں۔ اس گزرگاہ میں خلل پہلے ہی عالمی منڈیوں میں شدید اتار چڑھاؤ کا باعث بن چکا ہے، اور مزید رکاوٹیں قیمتوں کو نمایاں طور پر مزید بلند کر سکتی ہیں۔
>
> اس حکمتِ عملی کے ذریعے ایران یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ تہران کی حکومت کا خاتمہ آسانی سے ممکن نہیں ہو گا۔ اسی کے ساتھ ایرانی قیادت یہ بھی سمجھتی ہے کہ امریکہ اور اسرائیل ایک دوسری حکمتِ عملی پر عمل پیرا ہیں جس کا مقصد ریاست کو اندر سے کمزور کرنا ہے۔
>
> فوجی نظریہ بتاتا ہے کہ کسی سیاسی نظام کا تختہ الٹنے کے لیے عموماً زمینی افواج درکار ہوتی ہیں، جیسا کہ عراق اور افغانستان کی جنگوں میں دیکھا گیا، تاہم ایران کے معاملے میں ایسا منظر نامہ بعید از قیاس دکھائی دیتا ہے۔
>
> اس کے بجائے اسرائیل اور امریکہ ممکن ہے کہ ایران کو اندرونی طور پر غیر مستحکم کرنے کی کوشش کریں، سیاسی انتشار کو ہوا دے کر اور ملک کے سکیورٹی اداروں کو کمزور کر کے۔ اس کا مقصد قیادت کو سیاسی اور عسکری طور پر اس حد تک تھکا دینا ہو گا کہ وہ خود کو برقرار رکھنے کے قابل نہ رہے۔
>
> باقی ماندہ ایرانی قیادت اس حقیقت کو بخوبی سمجھتی ہے۔ اسی لیے اس نے جنگ کی قیمت بڑھانے کی حکمتِ عملی اختیار کی ہے، خواہ وہ اقتصادی میدان میں ہو یا علاقائی سلامتی کے حوالے سے۔
>
> اسی کے ساتھ ساتھ اسرائیل کو یہ تشویش لاحق ہے کہ ڈونلڈ ٹرمپ اچانک اس تنازع کو روک سکتا ہے۔ اس وجہ سے اسرائیل نے ایسے حملوں کی رفتار تیز کر دی ہے جن کا مقصد ایران کی قیادت کو جلد از جلد کمزور کرنا ہے۔ جواباً تہران نے بھی اپنے پاس موجود باقی ماندہ عسکری صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے اپنی کارروائیوں میں شدت پیدا کر دی ہے۔
>
> اس کا نتیجہ کشیدگی کے ایک ایسے بڑھتے ہوئے چکر کی صورت میں نکل رہا ہے جو ایک علاقائی تصادم کو عالمی اقتصادی اور تزویراتی عدمِ استحکام کا ذریعہ بننے کا خطرہ پیدا کر رہا ہے۔

اس معنی میں ایران کی حکمتِ عملی مکمل طور پر جنگ جیتنے پر مرکوز نہیں بلکہ اس بات کو یقینی بنانے پر ہے کہ نظام کی تبدیلی کی قیمت اس کے مخالفین کے لیے ناقابلِ برداشت حد تک بڑھ جائے۔‘‘

## صہیونیوں کی جانب سے جنگ کو مذہبی رنگ دینے کی کوشش

فروری ۲۰۲۶ء میں اسرائیل میں تعینات امریکی سفیر مائیک ہکابی (Mike Huckabee) کا ایک انٹرویو سامنے آیا جس میں انٹرویو لینے والے قدامت پسند صحافی ٹکر کارلسن نے سوال کیا کہ بائبل میں خدا نے ابراہیم سے وعدہ کیا تھا کہ ان کی اولاد کو نیل (مصر) سے فرات (عراق) تک کا علاقہ ملے گا۔ یہ علاقہ تقریباً پورا مشرق وسطیٰ (مصر، اردن، لبنان، شام، عراق کے کچھ حصے اور سعودی عرب کے کچھ حصے) بنتا ہے۔ کیا بائبل کے مطابق اسرائیل کا ان علاقوں پر حق ہے؟ جس کے جواب میں اس نے کہا کہ ’’اگر وہ یہ سارا علاقہ لے لیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہو گی۔‘‘

صرف یہی نہیں بلکہ اس جنگ کے شروع ہونے کے بعد کانگریس کے چند ممبران کے بھی اس قسم کے بیانات سامنے آ رہے ہیں جس میں وہ اس جنگ کو خدا کی جنگ کہہ رہے ہیں۔ اس سلسلے میں پادریوں کی ایک جماعت نے ٹرمپ کے آفس پہنچ کر اس پر ہاتھ رکھ کر اجتماعی دعا بھی کروائی ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ امریکی فوج میں بھی فوجیوں کا مورال بلند کرنے کے لیے انہیں اس ’’مذہبی جنگ‘‘ کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

برطانوی جریدے ’’دی گارڈین‘‘ کی رپورٹ کے مطابق:

> ’’ایک نگران ادارے کو کی جانے والی شکایات کے مطابق، امریکی فوجی کمانڈروں نے ایران کے خلاف جنگ میں شمولیت کو فوجیوں کے سامنے جائز قرار دینے کے لیے بائبل کے ’’آخری زمانے‘‘ (End Times) سے متعلق انتہا پسند مسیحی بیانیہ استعمال کیا ہے۔
>
> ملٹری ریلیجنس فریڈم فاؤنڈیشن (MRFF) کا کہنا ہے کہ اسے مسلح افواج کی تمام شاخوں، بشمول میرینز، ایئر فورس اور سپیشل فورس، سے تعلق رکھنے والے سروس ممبران کی جانب سے ۲۰۰ سے زیادہ شکایات موصول ہوئی ہیں۔
>
> ایک شکایت کنندہ، جس کی شناخت ایک نان کمیشنڈ آفیسر (NCO) کے طور پر کی گئی ہے اور جو اس یونٹ میں تعینات ہے جسے ’کسی بھی لمحے ایران کے خلاف کارروائیوں میں شامل ہونے کے لیے بھیجا جا سکتا ہے‘، نے MRFF کو دی گئی شکایت میں، جسے گارڈین نے دیکھا، بتایا کہ ان کے کمانڈر نے ’ہمیں ہدایت دی کہ ہم اپنے فوجیوں سے کہیں کہ یہ سب ’’خدا کے الٰہی منصوبے‘‘ کا حصہ ہے، اور انہوں نے خاص طور پر کتابِ مکاشفہ کی متعدد آیات کا حوالہ دیا جو ہرمجدون (Armageddon) اور حضرت عیسیٰ مسیح کی قریب الوقوع واپسی کا ذکر کرتی ہیں‘۔
>
> اس این سی او نے مزید کہا: ’انہوں نے کہا کہ ’صدر ڈانلڈ ٹرمپ کو یسوع نے مسح کیا ہے تاکہ وہ ایران میں علامتی آگ روشن کریں جس سے ہرمجدون (Armageddon) برپا ہو اور ان کی زمین پر واپسی کی نشانی ظاہر ہو‘۔‘‘

اسرائیل کے اس قسم کے شیطانی عزائم تو کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ مڈل ایسٹ آئی کے ایڈیٹر ڈیوڈ ہرسٹ نے بھی ایران پر مسلط کی گئی جنگ کا اسی پہلو سے جائزہ اپنی تحریر "Israel's war of regional supremacy will not end with Iran" میں لیا ہے:

> ’’یہ محض اتفاق نہیں کہ اس حملے سے عین پہلے اسرائیل میں امریکہ کے سفیر مائیک ہکابی نے ٹکر کارلسن سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اگر اسرائیل دریائے نیل سے لے کر دریائے فرات تک تمام زمین پر قبضہ کر لے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہو گی۔ اور نہ ہی یہ اتفاق ہے کہ اسرائیل کے اپوزیشن رہنما یائیر لاپڈ نے فوراً اس سے اتفاق کر لیا۔
>
> لاپڈ نے ایک رپورٹر سے گفتگو میں کہا: ’’میں ہر اس چیز کی حمایت کرتا ہوں جو یہودیوں کو ایک وسیع، بڑی اور مضبوط سرزمین اور ہمارے لیے، ہمارے بچوں اور ہمارے بچوں کے بچوں کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ فراہم کرے۔ میں اس کی حمایت کرتا ہوں۔‘‘ اس نے یہ بھی اشارہ دیا کہ اسرائیلی علاقہ عراق تک پھیل سکتا ہے۔
>
> یہ بھی محض اتفاق نہیں کہ اس جنگ کے آغاز سے کچھ ہی پہلے نیتن یاہو نے بھارتی وزیرِ اعظم نریندر مودی کے لیے سرخ قالین بچھایا۔
>
> میرے ساتھی اور کتاب Hostile Homelands کے مصنف آزاد عیسیٰ کہتے ہیں کہ دہلی اسرائیل کا سب سے مضبوط غیر مغربی اتحادی بن کر ابھرا ہے۔ انہوں نے کہا: ’دونوں کے درمیان سٹریٹیجک تعاون اور نظریاتی ہم آہنگی موجود ہے، جو دراصل [غزہ] کی نسل کشی کے دوران مزید مضبوط ہوئی‘۔ انہوں نے مزید بتایا کہ اپنے حالیہ دورے میں مودی نے وعدہ کیا کہ آنے والے برسوں میں مزید پچاس ہزار بھارتی شہریوں کو اسرائیل میں کام کرنے کی اجازت دی جائے گی۔

انہوں نے مزید کہا: 'بھارت ایسے اتحاد میں معاشی حجم، منڈی تک رسائی، افرادی قوت اور تکنیکی مہارت کا امتزاج فراہم کرے گا۔ بہت سے حوالوں سے وہ پہلے ہی ایسا کر رہا ہے'۔ انہوں نے کہا: 'بھارت پہلے ہی اسرائیل کے ساتھ مل کر ہتھیار تیار کر رہا ہے، جس کا مطلب ہے کہ اسے اسرائیل کے لیے ایک فیکٹری بننے کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ اس طرح بھارت اسرائیل کی کمیوں کو پورا کرے گا اور فلسطینیوں کے متبادل مزدوروں کی فراہمی کا ایک ذریعہ بن جائے گا'۔

اس جنگ کے بارے میں دوسرا اہم نکتہ اس کا وقت ہے۔

نیتن یاہو نے حساب لگایا ہے کہ اسرائیل کو دوبارہ کبھی ایسا امریکی صدر نہیں ملے گا جو ٹرمپ کی طرح تابع اور آسانی سے متاثر ہونے والا ہو۔ نہ کوئی ری پبلکن اور نہ کوئی ڈیموکریٹ اسرائیل کے لیے اتنا دوستانہ ہو گا جتنا ٹرمپ اور اس کا پیش رو جو بائیڈن رہا ہے۔ غزہ میں ہونے والی نسل کشی نے اس بات کو یقینی بنا دیا ہے۔

لیکن ٹرمپ کی دوسری مدتِ صدارت اسرائیل کو پہلے دور کے تحفوں، جیسے امریکہ کی جانب سے یروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرنا یا گولان کی پہاڑیوں کے الحاق، سے کہیں زیادہ قیمتی انعام دے چکی ہے۔ اب ٹرمپ نے اسرائیل کو واشنگٹن کی طرف سے یہ اجازت دے دی ہے کہ وہ اپنی سرحدیں ہر اس علاقے تک پھیلا سکتا ہے جس پر وہ کنٹرول حاصل کر لے، چاہے وہ لبنان ہو، شام ہو، عراق ہو یا مصر۔

یہ وہ خواب ہے جسے کئی رنگوں کے صہیونی دہائیوں سے دل میں بسائے ہوئے ہیں کہ ایک دن اسرائیل دریائے نیل سے لے کر دریائے فرات تک پھیلا ہوا ہو گا۔

......ایک علاقائی طاقت کے طور پر ایران ہی وہ آخری اور واحد رکاوٹ ہے جو نیتن یاہو کو اسرائیل کی سرحدیں پھیلانے اور ایک نیا بین الاقوامی اتحاد قائم کرنے کے خواب کو حقیقت بنانے سے روکے ہوئے ہے، یعنی اسرائیل کی سرحدوں کو وسعت دینا اور ایک نیا بین الاقوامی اتحاد قائم کرنا، جسے وہ ریاستوں کا نام نہاد "مسدس" (hexagon) کہتا ہے، جس میں مشرقی بازو کے طور پر بھارت اور جنوبی سرے کے طور پر صومالی لینڈ شامل ہوں گے۔

یہ اتحاد اسرائیل کی حیثیت کو خطے کی غالب فوجی طاقت کے طور پر مضبوط کرے گا، جس کے فضائی اڈے پورے خطے میں پھیلے ہوں گے۔

بڑے عرب ممالک، جن کی اسرائیل کے لیے حمایت فلسطینی ریاست کے قیام کے بغیر کبھی ممکن نہیں، کو ایک نئی حقیقت قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا: ان کی سرزمین اور خود مختاری میں کمی، جیسا کہ آج شام میں ہو رہا ہے اور کل لبنان میں ہو گا۔"

## ایران کے خلاف اسرائیل امریکہ مشترکہ جنگ اور پاکستان

ایران کے ساتھ پاکستان کا ایک اہم بارڈر لگتا ہے اسی لیے ایران کی اس جنگ سے پاکستان کسی صورت مستثنیٰ نہیں رہ سکتا۔ خامنہ ای کے قتل کے بعد پاکستان میں بھی امریکہ کے خلاف مظاہرے شروع ہو گئے۔ کراچی میں امریکی سفارت خانے کے احاطے میں امریکی میرینز کی فائرنگ سے پندرہ شہری ہلاک اور درجنوں زخمی بھی ہوئے۔ لیکن اپنے آقا کے خلاف اسٹیبلشمنٹ کیسے چوں کر سکتی ہے۔ بلکہ اعتراض کرنا تو در کار پاکستانی سیکیورٹی فورسز نے حقِ غلامی نبھاتے ہوئے گلگت بلتستان میں مظاہرین پر فائرنگ کی جس کے نتیجے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۱۳ مظاہرین ہلاک اور درجنوں زخمی ہوئے۔

پاکستان اور افغانستان کے امور پر تجزیہ کرنے والے پاکستانی تجزیہ کار زاہد حسین نے روزنامہ ڈان میں اپنی تحریر "Trump's no-win war" میں لکھا ہے:

> "امریکی فوج کی زمینی دستوں کے ساتھ ایک طویل جنگ پہلے ہی غیر مستحکم خطے کو مزید بے قابو کر دے گی۔ اپنی بے پناہ فوجی طاقت کے باوجود امریکہ فتح کی امید نہیں کر سکتا، ایسا لگتا ہے کہ ٹرمپ امریکہ کی افغانستان میں دو دہائیوں پر محیط جنگ اور ۲۰۰۳ء میں عراق پر حملے کے اسباق کو بھول چکا ہے۔ اس کی جنگ پسندی نے دنیا کو مزید گہرے معاشی اور جغرافیائی سیاسی بحران میں دھکیل دیا ہے۔
>
> ......دنیا حالیہ امریکی فوجی کارروائی پر منقسم ہے۔ جہاں چین اور روس نے ایران کے خلاف امریکہ اور اسرائیل کی وسیع فوجی کارروائی کی سخت مذمت کی ہے اور فوری طور پر جارحیت ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے، وہیں مغربی ممالک نے ایک خود مختار ریاست کے خلاف امریکہ کی اس غیر قانونی جنگ کی براہِ راست مذمت کرنے سے گریز کیا ہے، ایک ایسا مؤقف جو بہت سوں کے نزدیک ان کی منافقت کو بے نقاب کرتا ہے۔
>
> پاکستان، جس کی ایران کے ساتھ طویل سرحد ملتی ہے، اپنے پڑوس میں امریکی جنگ سے براہِ راست متاثر ہو گا۔ خامنہ ای کے قتل کے بعد کئی شہروں میں شدید امریکہ مخالف مظاہرے پھوٹ پڑے۔ سعودی عرب اور ٹرمپ انتظامیہ کے ساتھ قریبی تعلقات رکھنے والی موجودہ حکومت خود کو ایک مشکل صورتحال میں پا رہی ہے۔ کراچی میں

مظاہرین کی ہلاکتیں، امریکی میرینز کے ہاتھوں، اور اسی طرح اسلام آباد اور اسکردو میں ہونے والے واقعات نے حکومت مخالف جذبات کو مزید بھڑکا دیا ہے۔ بہت سے لوگ پاکستان کے فیصلے پر سوال اٹھانے لگے ہیں کہ اس نے ٹرمپ کے متنازع "Board of Peace" میں شمولیت اختیار کی۔ امریکہ نے اسرائیل کے ساتھ مل کر ایران پر حملہ واشنگٹن میں اس فورم کے پہلے اجلاس کے فوراً بعد کیا، جس میں اسرائیل نے بھی شرکت کی تھی۔ ان تمام حالات نے فوج کی حمایت یافتہ حکومت کو بڑھتی ہوئی نازک صورتحال میں ڈال دیا ہے۔

امریکہ کے لیے ایک ایسی جنگ سے نکلنا مشکل ہوگا جس میں جیت ممکن نہیں۔ ٹرمپ کی یہ غیر قانونی جنگ یقیناً ایران اور مشرقِ وسطیٰ کے سیاسی نقشے کو بدل دے گی، لیکن اس طرح نہیں جیسا وہ چاہتا ہے۔ خطہ کہیں زیادہ انتشار کا شکار ہو جائے گا اور اس کے اثرات پوری دنیا تک پہنچیں گے۔"

## پاکستان کی افغانستان کے خلاف جارحانہ کارروائیاں

ایران جنگ کے متوازی پاکستان نے بھی افغانستان کے خلاف جارحانہ کارروائیاں جاری رکھی ہوئی ہیں جس کی آشیرباد خود ٹرمپ سے اسے حاصل ہے۔ پورے پاکستانی میڈیا میں فوج نے یہ بیانیہ بنا رکھا ہے کہ چونکہ افغانستان کی سرزمین سے پاکستان کے خلاف کارروائیاں ہوتی ہیں اسی لیے پاکستانی فوج افغانستان پر حملہ آور ہے، یہاں تک کہ پاکستان میں علماء سے منسوب بھی کچھ لوگ فوج کی زبان بول رہے ہیں، کوئی امارت کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے رہا ہے تو کوئی کہہ رہا ہے کہ جب ملک میں جنگ چل رہی ہو تو فوج کے خلاف کچھ کہنا غداری ہے کیونکہ ایسے میں تو حق بھی چھپا لیا جاتا ہے۔

ایسے میں پاکستانی فوج کا بھی یہ بیان آیا ہے کہ "ہمیں افغانستان میں ۹۵ فیصد اہداف حاصل ہو گئے ہیں، باقی پانچ فیصد اہداف حاصل کرنے تک ہم اپنا آپریشن جاری رکھیں گے۔" سوال یہ ہے کہ کون سے اہداف پاکستانی فوج نے حاصل کر لیے ہیں؟ کچھ عرصہ قبل ٹرمپ نے افغانستان میں موجود امریکی اسلحہ اور بگرام ایئر بیس واپس مانگی تھی جس کے جواب میں امارت نے صاف انکار کر دیا تھا۔ اس وقت ہی ٹرمپ نے "سنگین نتائج" کی دھمکی دی تھی۔ یہ وہی سنگین نتائج ہیں کہ امریکی ایما پر پاکستانی فوج نے افغانستان کے ڈیورنڈ لائن کے قریب کے علاقوں میں طالبان کو انگیج کر رکھا ہے تاکہ جو امریکی اسلحہ یہاں رہ گیا تھا وہ ختم ہو جائے، بگرام پر حملے بھی اسی سازش کی ایک کڑی ہیں۔ اور اس مقصد کے لیے ہمیشہ کی طرح پاکستانی اسٹیبلشمنٹ اپنے فوجیوں کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کر رہی۔

## اختتامیہ

اس جنگ کا سب سے منفی پہلو یہ ہے کہ غزہ اور مغربی کنارے میں جاری اسرائیلی ظلم اچانک سے منظر نامے سے غائب ہو گیا ہے۔ غزہ میں آج بھی فلسطینی مسلمان روز شہید کیے جا رہے ہیں اور مغربی کنارے پر جاری صہیونیوں کی شر انگیزی اور فلسطینیوں کی زمینوں اور املاک پر قبضہ بھی بڑھ گیا ہے۔ البتہ ایران کے جوابی حملوں میں اسرائیلی بھی مزہ چکھ رہے ہیں حالانکہ یہ تو اس ظلم کا عشر عشیر بھی نہیں ہے جو ظلم فلسطینی سہ رہے ہیں۔ یہ جنگ شروع ہوتے ہی اسرائیل نے رفح بارڈر بند کر دیا جس کی وجہ سے غزہ میں نہ صرف مہنگائی بڑھ گئی ہے بلکہ غذائی اجناس کی شدید قلت واقع ہو گئی ہے۔ سوشل میڈیا پر غزہ کے صحافی آئے روز اب بھی وہاں ہونے والے اسرائیلی حملوں اور روز ہونے والی شہادتوں کی رپورٹس نشر کرتے رہتے ہیں۔

یہ جنگ عرب ممالک کے لیے ایک ایسی آزمائش لائی ہے جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ تمام خلیجی ممالک نے اپنی حکومت بچانے کے لیے امریکی فوج کو اپنے گھر لا کر بٹھایا، انہیں اڈے دیے، بیسز فراہم کیں، لیکن ستم ظریفی کہ یہی امریکی فوجیں ان ممالک پر حملوں کا سبب بن گئیں اور جو اڈے ان حکومتوں کے تحفظ کے بہانے قائم کیے گئے تھے الٹا ان کی حفاظت کی ذمہ داری ان حکومتوں پر آن پڑی ہے۔ ان ممالک کے مسلمانوں کو کسی طوفاں سے آشنا ہونے کی شدید ضرورت تھی کیونکہ ان کے بحر کی موجیں بالکل ساکت ہیں۔ لگتا ایسا ہے کہ وہ طوفان آیا ہی چاہتا ہے جو اپنے ساتھ اس ورلڈ آرڈر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بحیرہ روم میں غرق کر دے گا۔ اللہ پاک اس جنگ کے ذریعے مسلمانوں کو ایسی قوت عطا فرمائے کہ جو بیت المقدس کی آزادی کا سبب بن جائے۔ (آمین)

## بقیہ: غزہ کا لڑکھڑاتا ہوا رمضان

اسرائیل بار بار کے بین الاقوامی مطالبات کے باوجود پانچ مہینے سے غزہ کی گزرگاہیں پوری طرح نہیں کھول رہا۔ کیونکہ پھر رسد کی مقدار بڑھ جائے گی اور مسابقت کے سبب چیزیں سستی ہوں گی۔

جب فلسطینیوں کا پیٹ بھرے گا تو وہ زیادہ شدت سے آزادی اور غلامی کا موازنہ کرنے لگیں گے اور فلسطینیوں کی گردن پر گرفت ذرا بھی ڈھیلی پڑ جائے، یہ نہ تو اسرائیل کو منظور ہے اور نہ ہی اس کے مددگاروں کو۔ ان حالات میں اہلِ غزہ کی عید کیسے گزرے گی۔ یہ سمجھانے کی ضرورت نہیں۔ مگر خودداری کا یہ عالم ہے کہ غزہ کے سماج میں بے سروسامانی کے باوجود جو حرکتیں قابل نفرت سمجھی جاتی ہیں ان میں سب سے اوپر بھکاریوں کی طرح کسی کا کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا ہے۔ ان بے آسرا بستیوں کے رمضان میں شاید ہی کہیں ایسا کوئی منظر نظر آئے۔

[یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے۔ مستعار مضامین مجلے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں۔ (ادارہ)]

# زخم خوردہ قلم سے جواب......

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

رمضان المبارک پوری دنیا کے مسلمانوں کو یک جا کرتا، اخوت کے رشتے میں پرو دیتا ہے۔ مسجد الحرام، عمرہ ادا کرنے دنیا کے ہر کونے سے کھنچ کر آنے والوں سے بھری ہوتی ہے۔ مگر وہ رمضان جو نبی ﷺ اور صحابہؓ کے رمضان سے سب سے زیادہ مشابہ ہو، سدا سے اہلِ فلسطین کے حصے آیا! پابندیوں، محاصروں، سختیوں، فاقہ کشیوں سے گھرا رمضان! مسجد اقصیٰ پہنچ کر نماز، تراویح ادا کرنا ایمان کی بھاری قیمت وصول کرتا ہے۔ ہم سیرتِ نبوی ﷺ میں رمضان اور جہاد ساتھ ساتھ چلتے پائیں گے۔ غزوۂ بدر اور فتح مکہ تو بالخصوص۔ ہمارے ہاں گیارہ ماہ بھولے بسرے ایمان کے ساتھ گزار کر، جب رمضان آتا ہے تو رب تعالیٰ کے حضور خوش نصیب غسلِ روحانی کے لیے عمرہ، اعتکاف، غرباء کے لیے دستر خوان اور بحمد للہ قرآن پاک، مساجد سے تعلق استوار کر کے روحانی سکینت اور مغفرت کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور پھر وہی روز و شب منتظر ہوتے ہیں!

اگر چہ سبھی عبادات ہمارا تعلق باللہ، مسلم اجتماعیت مضبوط کرتی ہیں۔ اللہ کے دربار میں حاضری، فرد فرد کی روح میں قربِ الٰہی، ہر خلیے میں رب تعالیٰ کی عظمت و کبریائی، اپنی کمزوری، کوتاہی پر عفو طلبی اتارتی ہے۔ ساتھ ہی اخوت، محبت، اجتماعیت، دکھ درد میں شراکت، خود پرستی، خود پسندی، تکبر، نرگسیت کی بیماریوں سے شفایاب کر کے عجز و عاجزی، ایثار و قربانی کے جذبے بیدار کرتی ہے۔ اللہ کے حضور تنہا حاضری، ہر عمل کی تنہا جوابدہی، خوفِ آخرت لرزا طاری کرتی ہے! یہ ہمہ نوع تربیت تمام عبادات کی روح ہے۔ کیونکہ ہمیں دنیا کی قیادت کے لیے پیدا کیا گیا۔ ایپسٹین، ٹرمپ کو نہیں! بندۂ مومن کو اعلیٰ سیرت و کردار کا اہل بنا دیتی ہے۔ یہ ہم مسلمانوں کا امتحان بھی ہوتا ہے۔ مسابقت فی الخیرات، فی الحسنات!

مگر اہلِ فلسطین سے مقابلہ ناممکن ہے! ہماری گھروں کے قریب کی مساجد میں بھی حاضری بڑھ جاتی ہے مگر اقصیٰ کو تو دیکھیے: یہود کی پابندیاں یہ ہیں کہ مرد ۵۵ برس سے اوپر کے ہوں، خواتین ۵۰ برس سے زیادہ، بچے ۱۲ سال سے کم عمر ہوں۔ روزانہ پرمٹ بھی درکار ہوتے ہیں۔ پہلے جمعے کو ۱۰ ہزار سے زائد کی اجازت نہ تھی جو پہلے لاکھوں میں ہوتی تھی۔ چیک پوائنٹس پر طویل انتظار، اوقات پر مزید پابندیاں، افطار سے روکا جانا۔ اہلِ غزہ پر تو مکمل ممانعت ہے یروشلم کا رخ بھی نہیں کر سکتے۔ پھر بھی نجانے کیسے ۹۰ ہزار جیسے تیسے تراویح میں شریک ہوئے! ہچکیوں آہوں سسکیوں کے ساتھ دعا گو ہیں کہ: ایک دن تو آئے گا جب ہم اقصیٰ میں نماز پڑھیں گے بلا چیک پوائنٹ، بلا (اسرائیلی) فوجی، بڑی عمر کے لوگ رو رو کر یا اللہ! یا اللہ کی فریادوں کے ساتھ گریہ کناں ہیں۔

ہمارے مردوں، نوجوانوں کے لیے مساجد کے کھلے دروازے کتنی عظیم نعمت ہے، فلسطینیوں سے پوچھیے! عین اسی وقت امریکہ میں ٹرمپ نے اہلِ غزہ کا مستقبل طے کرنے، بورڈ آف پیس، بھرے رمضان میں بلایا۔ جبکہ ادھر یہودی آبادکاروں نے غزہ پر حملہ کیا۔ ایک نمایاں ممبر پارلیمنٹ لیمور کے بیٹے ہر میلیچ (Har-Melech) نے غزہ میں پہلے قدم کے طور پر درخت لگائے، یہ کہہ کر کہ یہاں 'صرف یہودی' علاقہ قائم ہو گا فلسطینی نسل کشی کے بعد۔ یہ اہتمام انتہا پسند اسرائیلی آباد کار گروپ نے کیا جو (مغربی کنارے میں) نئی غیر قانونی آبادیاں بنانے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ یہ شخص اسم بامسمیٰ ہے کہ 'ملیچ' کے AI کے مطابق معنی، بدیسی، غیر ملکی، غیر تہذیب یافتہ، ناپاک کے ہیں۔ اللہ رمضان کی دعاؤں سے انبیاء کی یہ سرزمین پاک و مہذب رکھے۔ (آمین)

جب نام نہاد امن بورڈ کا ڈرامہ چل رہا تھا، ٹکر کارلسن، ایک معروف پوڈ کاسٹ میزبان کی امریکی سفیر برائے اسرائیل ہکابی سے گفتگو سامنے آ گئی۔ (ٹرمپ کے نمائندے) Huckabee کا کہنا تھا کہ: ''اگر اسرائیل پورے مشرق وسطیٰ پر قبضہ کر لے تو وہ ٹھیک کرے گا۔ یہ بائبل کا عطا کردہ حق ہے اسرائیل کو۔'' (مصر میں دریائے نیل سے لے کر، فرات کے علاقے تک شام اور عراق میں) اس پر پہلے تو میزبان کارلسن نے اس نرالی، اُبج، پخ پر اسے آڑے ہاتھوں لیا کہ: 'خود نتین یاہو کا خاندان پولینڈ سے ہے۔ وہ باعمل یہودی بھی نہیں۔ اس بارے میں بھی کوئی شہادت نہیں کہ اس کے آباء و اجداد کبھی اسرائیل میں رہے ہوں۔ وہ یہاں کی زبان بھی نہ بولتے تھے۔ کس بنیاد پر یہاں اس کا حق قائم ہے؟' جب پھنس گیا تو ہکابی، ہکلاتے ہوئے بولا، ہکا بکا! 'جو بات تم کہہ رہے ہو وہ میں سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں!' تاہم پہلی مرتبہ شدید ردعمل اس گفتگو پر پورے مشرقِ وسطیٰ کے دیگر مسلم ممالک، او آئی سی، عرب لیگ اور گلف کوآپریشن کونسل سے آیا۔ متحدہ عرب امارات کے بیان پر سبھی ممالک نے دستخط کیے کہ یہ خطے کے ممالک کی خود مختاری پر حملہ ہے۔ علاقائی استحکام اور امن کے لیے دھمکی ہے۔ بین الاقوامی قانون کی دھجیاں بکھیری ہیں۔

ہکابی نے پتھر مار کر جو پانی کی لہریں چیک کرنا چاہیں تو ہنگامہ ہو گیا۔ بڑے عرصے بعد مسلم غیرت نے انگڑائی لی، سخت ردعمل دیا۔ سبھی مسلم ممالک بخوبی واقف ہیں کہ جنگ بندی کے باوجود اسرائیل غزہ میں نہ نسل کشی سے باز آیا، نہ سہولیات فراہم کیں۔ امریکہ و اسرائیل کے عزائم غزہ، مغربی کنارے، اقصیٰ کے حوالے سے بدترین ہیں۔ بلکہ گریٹر اسرائیل، تیسری عالمی جنگ کی تیاری میں ایران کے نام پر مشرقِ وسطیٰ کے گرد بھاری جنگی بحری

بیڑوں سے گھیراؤ'، پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام سے ازلی دشمنی طے شدہ امور ہیں۔ یہ حقائق عوام کے لیے ناقابل قبول اور عیاں ہیں۔ اللہ کی ناراضی کا مظہر، رحمت کے عشرے میں مردان کے اپی سنٹر سے نہایت کم گہرائی سے اٹھنے والا زلزلہ آیا۔ اگر ہمیں رمضان میں بھی اللہ کا خوف، دنیا میں بحیثیت مسلم اپنا مقام، ذمہ داریاں، اقصیٰ اور مظلوم غزہ مستحضر نہ ہوا تو ہم کج فہمی کے کس درجے پر ہوں گئے؟ دنیا کا کون سا ظلم ہے جو باقی ہے۔ خالد تورانی، امریکی مسلم حقوق تنظیم CAIR کے ایگزیکٹیو ڈائریکٹر نے بتایا کہ اسرائیل کے پاس دنیا کا سب سے بڑا انسانی کھال (Skin) بینک ہے۔ یہ اعضاء چرانے کی سب سے بڑی صنعت چلا رہا ہے۔ وہ ہمارے مسلم فلسطینی بھائی بہنوں کے مردہ اجساد سے کھال کھینچ رہے ہیں۔ پورا غزہ تہہ در تہہ تباہ حال رہائشی بلڈنگوں میں دبے انسانی ڈھانچوں کا ملبہ امریکی، اسرائیل اور یورپی اسلحے نے بنایا۔ اب امن بورڈ تعمیر نو کے ٹھیکے میں سارے مسلم امیر ممالک کا پیسہ نچوڑے گا اور ساحل سمندر پر ٹرمپ کے تفریحی سیاحتی مراکز بنیں گے! کچھ تو سوچیے!

اس پر مستزاد ۲۵ فروری کو مودی کا دو روزہ اعلیٰ سطح اسرائیلی دورہ ہے۔ آمد سے قبل نیتن یاہو نے کابینہ کو بتایا کہ دورے کا مقصد راسخ العقیدہ مسلمانوں کے خلاف، بھارت اور دیگر ممالک کا معاشی، سفارتی، سکیورٹی پر مبنی وسیع تر اتحاد کی بنیاد رکھنا ہے۔ (ٹائمز آف اسرائیل: ۲۲ فروری) دورے سے ہندوتوا، صیہونیت گٹھ جوڑ کو غیر معمولی تقویت ملی، اسرائیلی پارلیمنٹ میں مودی نے پاکستان کے خلاف زہر اگلا! یہ دورہ ٹرمپ انتظامیہ، عالمی صیہونی قوتوں کے لیے نہایت خوش آئند اور پاکستان کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے!

بنگلہ دیش میں بی این پی کے طارق رحمان نے اقتدار سنبھال لیا ہے۔ عوامی لیگ جس پر عبوری حکومت نے مکمل پابندی عائد کی تھی، ملک بھر میں جابجا اس کے دفاتر کھل رہے ہیں۔ اگرچہ سرکاری طور پر بقول سیکرٹری جنرل بی این پی فخر الاسلام، ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔ انتخابات میں بی این پی کے لیے عوامی لیگ کی درپردہ حمایت کے خدشات کو تقویت ملتی ہے۔ نیز بھارتی غیر معمولی گرمجوشی بھی سوالیہ نشان ہے۔ بنگلہ دیش ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کے مطابق بی این پی کے ۷۰ فی صد ممبران پارلیمنٹ مال دار بزنس مین ہیں۔ الیکشن میں کالے دھن کی کار فرمائی بھی رہی۔ وزرائ، ممبران کی ماضی کی کرپشن کے پول بھی کھل رہے ہیں۔ اللہ بنگلہ دیش کو سیاسی، معاشی استحکام عطا فرمائے۔ بھارتی شکنجے سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

عدو کے خنجرِ براّنِ جارحیت کا
میں زخم خوردہ قلم سے جواب پیش کروں

[یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے۔ مستعار مضامین مجلے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں۔ (ادارہ)]

☆☆☆☆☆

”

(مسئلۂ فلسطین) ایک اسلامی مسئلہ ہے، یہ محض عرب قوم پرستی یا صرف فلسطینی عوام کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک اسلامی مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کے لیے نہایت اہم اور دل کے قریب ہونا چاہیے، اور وہ لوگ جو اس خیال سے دوسروں کو ناراض کرنے سے بچتے ہیں کہ شاید ایک دن انہیں اقوامِ متحدہ اور وائٹ ہاؤس کی حمایت حاصل ہو جائے گی، انہیں یہ حقیقت سمجھ لینی چاہیے کہ یہ مسئلہ نہ اقوامِ متحدہ سے حل ہوگا اور نہ ہی امریکہ سے۔ یہ مسئلہ صرف امتِ مسلمہ ہی حل کرے گی!

**شیخ اَنور العَولقی رحمہ اللہ**

# غزہ کا لڑکھڑاتا ہوا رمضان[1]

وسعت اللہ خان

غزہ میں کم از کم یہ رمضان ایک ایسے وقت آیا ہے جب وہاں لگاتار بم نہیں برس رہے۔ مگر باقی زمینی مصائب جوں کے توں ہیں۔ وہ الگ بات کہ جنگ بندی کے دھوکے میں آنے والے میڈیا کی توجہ ان مسائل سے کسی حد تک ہٹ سی گئی ہے باوجودیکہ ہر دوسرے تیسرے دن دس بارہ لوگ اسرائیلی حملوں میں مر رہے ہیں۔

آج بھی تیئس لاکھ میں سے کم از کم چودہ لاکھ افراد اپنی ہی زمین پر دربدر ہو کر لگ بھگ ایک ہزار مقامات پر ہجومی انداز میں زندگی گزار رہے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ شاید زندگی انہیں گزار رہی ہے۔

یو این نیوز نے غزہ میں رمضان کی انسانی تصویر کھینچی ہے۔ مثلاً ولید العاصی غزہ شہر کے وسطی محلے الدرقا میں اپنے ہی گھر کے ملبے پر کپڑے اور پلاسٹک شیٹوں سے اٹھائی گئی جھونپڑی میں کنبے کے ساتھ شب و روز کاٹ رہے ہیں۔ ولید نے بتایا کہ میں نے اپنی پوتی سے وعدہ کیا تھا کہ رمضان شروع ہوتے ہی تمہیں بازار گھمانے لے جاؤں گا۔ آج میں اسے سیر پر لے گیا۔ بہت سی چیزیں دیکھ کے اس ننھی سی بچی کا دل للچایا مگر اسے بھی شاید اندازہ ہے کہ ہم میں کچھ بھی خریدنے کی سکت نہیں لہٰذا وہ چپ چاپ میری انگلی پکڑ کے چلتی رہی۔ میں بھی اسے ادھر ادھر کی باتوں میں لگا کر واپس لے آیا۔ مگر تب سے ایک طرح کے احساسِ ندامت سے گزر رہا ہوں۔

کچھ ہی فاصلے پر ایک اور جھونپڑی میں رہنے والی خاتون امل السامری اور ان کے شوہر نے تین بچوں کی خاطر رمضان کا ”ماحول“ محسوس کروانے کے لیے اچھے سے جھونپڑی کی صفائی کی اور پانی کی شدید قلت کے باوجود یکم رمضان کو بچوں کو دھلے ہوئے کپڑے پہنائے۔

امل السامری کو تین برس پہلے کا پرامن رمضان ایسے لگتا ہے گویا تین صدیوں پہلے کی بات ہو۔ تب کیسے سب مل کے بازار جاتے تھے۔ آرائشی قمقمے خریدتے تھے۔ رمضان میں ہی بننے والی روایتی مٹھائیاں کھاتے بھی تھے اور رشتے داروں کو بھی بھیجتے تھے۔ فجر کی اذان تک چہل پہل اور پھر آرام۔ پچھلے ماہ طوفانی بارشیں جھونپڑی اڑا لے گئیں۔ نئی بنانے میں بہت وقت لگا۔ بجلی اور صاف پانی تو مدت سے ایک خواب ہیں۔ روایتی قمقموں کی قیمت دوگنی تگنی ہے۔ پھر بھی اکا دکا تباہ شدہ گھروں اور خیموں کے باہر گھپ اندھیرے میں اپنی چمکیلی پٹیوں کے سبب یہ قمقمے روشنی کا گمان پیدا کرتے ہیں۔ اردگرد کے بچے ان کے گرد پتنگوں کی طرح جمع ہو جاتے ہیں اور کچھ دیر کے لیے اپنا آپ بھول جاتے ہیں۔ جو بھی چھوٹا موٹا بازار ان خیمہ بستیوں اور کھنڈروں کے درمیان پیدا ہو گیا ہے، بچے وہاں کا چکر لگا کے من بہلا لیتے ہیں۔

غزہ میں کرسمس ہو یا رمضان، خوشیاں مشترک ہیں۔ ماہر ترزی فلسطینی مسیحی ہیں اور عمر کی پچھتر چھہتر بہاریں دیکھ چکے ہیں۔ وہ شام گئے زاویہ مارکیٹ میں نکل آتے ہیں۔ بچے ان کو گھیر لیتے ہیں اور پھر سب مل کے گیت گاتے ہیں ”کیسی خوبصورت روشن رات ہے، ستاروں کے جھرمٹ میں چاند بھی مسکرا رہا ہے“۔

ماہر ترزی کہتے ہیں کہ زندگی میں اتنا کچھ دیکھ لیا ہے کہ اب کسی بات پر حیرت نہیں ہوتی۔ زندہ رہنا شرط ہے۔ یہ دن بھی گزر ہی جائیں گے۔

غزہ میں بنیادی خوراک کے نرخ نامے کا ڈھائی سال پہلے سے موازنہ کیا جائے تو تصویر واضح ہو جائے گی کہ رمضان کیسا گزر رہا ہے۔

غزہ کی وزارتِ صحت کے مطابق مرغی کا گوشت اسی فیصد، فروزن مچھلی ایک سو نوے فیصد، فروزن بیف پچھتر فیصد، انڈہ ایک سو ستر فیصد، کھیرا تین سو فیصد، ٹماٹر سو فیصد، آلو ساٹھ فیصد، چاول پچاس فیصد، زرد پنیر سو فیصد اور خوردنی تیل اسرائیل کے مقابلے میں غزہ میں سو فیصد مہنگا ہے۔ یعنی چھ نفوس پر مشتمل کنبے کو مناسب افطار تیار کرنے کے لیے پچاس ڈالر کے مساوی رقم درکار ہے۔ یہ بجٹ ڈھائی برس پہلے کے مقابلے میں نوے فیصد زائد ہے۔

لوگوں کی قوتِ خرید کی کیا حالت ہے؟ اقوامِ متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق سات اکتوبر دو ہزار تیئس تک فی کس سالانہ آمدنی ساڑھے بارہ سو ڈالر تھی جو اب ایک سو اکسٹھ ڈالر ہے۔ کاروبار، ماہی گیری اور زراعت برباد ہو چکے لہٰذا بے روزگاری کا تناسب پچانوے فیصد تک پہنچ گیا ہے۔ غالباً دنیا میں سب سے زیادہ۔ مگر لوگ روزگار کے امکانات بھول بھال کر اس فکر میں ہیں کہ کل بچوں کے لیے کچھ کھانے کو ملے گا کہ نہیں۔

غزہ کو اس وقت خوراک اور رسد سے بھرے کم از کم ایک ہزار مال بردار ٹرک روزانہ درکار ہیں۔ دس اکتوبر کے جنگ بندی معاہدے کے مطابق اسرائیل چھ سو ٹرکوں کو اجازت دینے کا پابند ہے۔ مگر روزانہ دو سو سے ڈھائی سو ٹرک ہی غزہ میں داخل ہو پا رہے ہیں۔ صرف دس مقامی تاجروں کو چار اسرائیلی کمپنیوں سے سامانِ خورد و نوش اور روزمرہ استعمال کا سامان خریدنے کی اجازت ہے۔ اب یہ اجارہ دار کمپنیاں اور تاجر جتنی چاہیں قیمت وصول کریں کوئی پوچھنے والا نہیں۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۵۱ پر)

[1] یہ تحریر ایران جنگ کے آغاز سے چند دن قبل کی ہے۔ (ادارہ)

قسط ۱۴

# عمرِ ثالث

امارت اسلامیہ افغانستان کے مؤسس

عالی قدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی مستند تاریخ

مصنف: قاری عبد الستار سعید

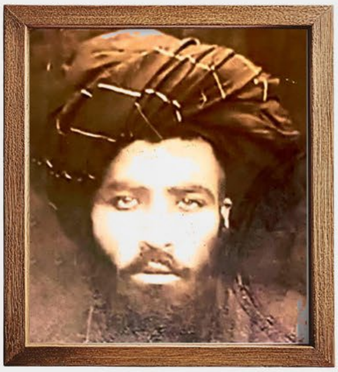

## امارت اسلامیہ افغانستان

افغانستان کے دارالحکومت اور مشرقی صوبوں کی فتح کے بعد ملک کے طول و عرض کا بڑا حصہ امارتِ اسلامیہ کے زیرِ کنٹرول آچکا تھا۔ اس طرح ملا محمد عمر کی قیادت میں امارتِ اسلامیہ قومی اور عالمی سطح پر ایک معتبر اور افغان عوام کی نمائندہ حکومت کے طور پر ابھری۔ اس کا سیاسی وجود اس قدر واضح ہو چکا تھا کہ اس سے انکار ممکن نہ رہا، اگرچہ دنیا کے بہت سے ممالک اور بین الاقوامی اداروں نے اسے تاحال باضابطہ طور پر تسلیم نہیں کیا تھا۔

افغانستان اور عالمِ اسلام کے تاریخی تسلسل میں اکتوبر ۱۹۹۶ء (جب کابل فتح ہوا) سے لے کر دسمبر ۲۰۰۱ء تک کا پانچ سالہ عرصہ امارتِ اسلامیہ کے دورِ حکومت کے طور پر شمار کیا جاتا ہے۔ اس پورے عرصے میں ملا محمد عمر کی قیادت میں افغانستان پر ایک خالص اسلامی نظام قائم رہا، جس نے دنیا کے سامنے شریعت کے عملی نفاذ، اسلامی عدل کی بالادستی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، جہاد، باہمی اخوت اور دیگر فراموش شدہ اسلامی اقدار کو دوبارہ زندہ کرکے پیش کیا۔

امارتِ اسلامیہ کی تاسیس، جو کہ ملا محمد عمر کا سب سے بڑا، قابلِ فخر اور تجدیدی کارنامہ تھا، کے تناظر میں ہم مختصراً امارتِ اسلامیہ کے ڈھانچے، خدمات اور اس کی نمایاں کامیابیوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

## امارتِ اسلامیہ کا ڈھانچہ

امارتِ اسلامیہ کی تشکیل تدریجی طور پر مکمل ہوئی۔ قندھار کے علاقے سنگِ حصار سے ملا محمد عمر کے تحریک کے آغاز سے لے کر دارالحکومت کابل کی فتح تک، امارت کا تنظیمی ڈھانچہ مسلسل ارتقا اور تکمیل کے عمل سے گزرتا رہا۔

کابل کی فتح کے بعد، امارتِ اسلامیہ ادارہ جاتی اور تنظیمی لحاظ سے ایک مکمل حکومتی ڈھانچے میں تبدیل ہوگئی، جس میں مرکزی امیر، انتظامیہ اور عدالتیں، مختلف وزارتیں، گورنرز، فوج، میڈیا اور دیگر انتظامی ادارے شامل تھے۔

امارتِ اسلامیہ کے امیر ملا محمد عمر تھے۔ ان کی شوریٰ جو کابل کی فتح سے پہلے ''عالی شوریٰ'' کے نام سے معروف تھی، فتحِ کابل کے بعد کئی اعضاء کو وزارتیں تفویض کی گئیں اور انہیں شوریٰ وزراء یا کابینہ کے نام دے دیا گیا۔ اگرچہ یہ مشاورتی ڈھانچہ رسمی طور پر شوریٰ کہلایا نہیں جاتا تھا، لیکن عملی طور پر حکومتی فیصلوں اور سیاسی امور میں امیر کے بعد اس کی اہمیت بہت زیادہ تھی، اور تمام معاملات میں امیر کو اپنی آرا اور مشورے پیش کیے جاتے تھے۔

امارتِ اسلامیہ کے تحت قانون نافذ کرنے کے لیے مختلف وزارتیں اور مستقل ادارے موجود تھے، جو حکومت کے منصوبوں کو عملی شکل دینے کے مختلف شعبوں میں سرگرم عمل تھے۔ ادارہ جاتی نظام سے مراد وہ انتظامی ڈھانچہ تھا جو عمودی اور افقی رابطوں پر مبنی ایک مکمل مشینی نظام کے طور پر کام کرتا، روزانہ کی بنیاد پر حکومتی امور کو آگے بڑھاتا اور اسی کے ذریعے وزارتوں، محکموں، انتظامیہ، مختلف شعبوں اور دیگر اداروں کی خدمات فراہم کی جاتی تھیں۔

امارتِ اسلامیہ کے عدالتی نظام میں اضلاع اور صوبوں میں ابتدائی عدالتیں (Lower / Trial Courts) اور مرافعہ کی عدالتیں (Appellate / High Courts) شامل تھیں، ساتھ ہی تمیز کی عدالت (Supreme Court / Apex Court) اور فوجی عدالتیں بھی موجود تھیں، جو اسلامی شریعت کے مطابق فیصلے صادر کرتی تھیں۔

افغانستان کے تقریباً تیس (۳۰) صوبوں میں امارتِ اسلامیہ کے والی (گورنر) مقرر تھے، جو اپنے صوبوں میں مرکزی امیر کے نمائندے اور قابلِ اعتماد، بااختیار حکمران کے طور پر اپنے امور سرانجام دیتے تھے۔

اسی طرح، امارتِ اسلامیہ کے پاس وسیع فوجی تشکیلات بھی موجود تھیں، جن کی قیادت اور نگرانی بڑی حد تک بذاتِ خود امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کرتے تھے۔

## امارتِ مقام اور وزراء کی کابینہ

اگر امارتِ اسلامیہ کے ادارہ جاتی ڈھانچے کو موجودہ حکومتی عرف یعنی مقننہ، انتظامیہ اور قضائیہ کے تناظر میں دیکھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ:

- علمائے کرام کی شوریٰ یا قوانین کے جائزے کے لیے قائم خصوصی کمیٹی مقننہ کے فرائض انجام دیتی تھی۔
- عدالتیں قضائیہ کے تحت کام کررہی تھیں۔

- اور ریاست الوزراء کے ماتحت مختلف وزارتیں اور مستقل ادارے انتظامیہ کی حیثیت رکھتے تھے، جو قوانین کے نفاذ اور عمل درآمد کے ذمہ دار تھے۔

ان تینوں شعبہ جات (مقننہ، انتظامیہ اور قضائیہ) کا کنٹرول براہِ راست امارتِ مقام یا امیر المؤمنین کے ہاتھ میں تھا۔

امارتِ مقام اور ریاستِ الوزراء کے درمیان اختیارات کی تقسیم رسمی فرمان کے مطابق کی گئی تھی۔ موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر، ہم اس ذمہ داریوں کی تقسیم کو سرکاری جریدہ نمبر ۷۸۸ اور ادارہ امور کے اعلیٰ ریاستی دفتر کی ایک سرکاری دستاویز کی بنیاد پر نقل کر رہے ہیں۔

**امارتِ اسلامیہ کے مرکزی مقام (امارت مقام) کے بعض خصوصی اختیارات**

۱. امارتِ اسلامیہ کے مرکزی مقام کے نائب یا نائبین کا تقرر کرنا اور ضرورت کے مطابق انہیں معزول کرنا۔

۲. شوریٰ وزراء کے رئیس (وزیر اعظم) اور معاونین کا تقرر کرنا اور ضرورت پڑنے پر ان کی معزولی۔

۳. وزراء اور ان کے نائبین، خصوصاً وزیر دفاع اور اس کے نائب، کے تقرر اور معزولی کے اختیارات۔ نیز ڈویژن کمانڈر، بٹالین کمانڈر اور وہ تمام عہدے جنہیں امارتِ اسلامیہ کا مرکزی مقام ضروری سمجھے، ان پر تعیناتی۔

۴. وزیر داخلہ اور اس کے نائب کی تقرری اور معزولی۔

۵. انٹیلی جنس ڈائریکٹر اور دیگر مستقل حکومتی اداروں کے ذمہ داران کی تقرری اور ضرورت کے مطابق معزولی۔

۶. قاضی القضاۃ کی تقرری اور معزولی۔

۷. عدالتِ عظمیٰ (سپریم کورٹ) کی تجویز پر تمام صوبوں کی عدالتوں کے صدور کا تقرر اور معزولی۔ یہ تبدیلیاں عدالتِ عظمیٰ کی تجویز کے مطابق یا امارتِ اسلامیہ کے مرکزی مقام کی مرضی سے بھی کی جاسکتی ہیں۔

۸. امارتِ اسلامیہ کی علماء شوریٰ کا قیام، اس شوریٰ کے صدر کا تقرر اور معزولی، اور ضرورت پڑنے پر شوریٰ کی تحلیل۔

۹. ملکی آئین بنانے کے لیے شوریٰ مقرر کرنا، کام ختم ہونے یا ضرورت پڑنے پر امارت مقام کی جانب سے اسے تحلیل کرنا۔

۱۰. ملکی آئین کی تصدیق اور اس کی منظوری۔

۱۱. ضرورت پڑنے پر آئین میں تبدیلی و ترمیم یا تعطیل۔

۱۲. آئین میں کسی ایک مادے، یا تمام مادوں میں ترمیم کی منظوری۔

۱۳. عام معافی کا سرکاری اعلان۔

۱۴. آئین کے مطابق قومی مجرم کی خیانت / غداری کا اعلان اور اس کے لیے سزا کا تعین۔

۱۵. قیدیوں کی سزا میں معافی یا سزا میں کمی کرنا۔

۱۶. اعلان جہاد کرنا۔

۱۷. نئے صوبے کا قیام یا کسی موجودہ صوبے کی قانونی حیثیت ختم کرنا۔

۱۸. کسی وزارت یا کسی ادارہ جاتی یونٹ کا قیام یا اسے امارت کے تنظیمی ڈھانچے سے ہٹانا۔

۱۹. دیگر ممالک میں سفارت خانے قائم کرنا۔

۲۰. دیگر ممالک اور بین الاقوامی اداروں میں امارتِ اسلامیہ کی سفارتی نمائندگیوں کے صدور اور ارکان کا تقرر۔

۲۱. ضرورت پڑنے پر دیگر ممالک سے سیاسی یا اقتصادی تعلقات منقطع کرنا۔

۲۲. شہریوں کے لیے سیاسی پاسپورٹ کے اجراء کی منظوری دینا۔

۲۳. دیگر ممالک کے سفیروں کا اسنادِ تقرری قبول کرنا۔

۲۴. امارتِ اسلامیہ افغانستان کی خارجہ پالیسی کا تعین۔

۲۵. بین الاقوامی غیر معمولی حالات میں امارتِ اسلامیہ کا موقف طے کرنا۔

۲۶. مالی اور بجٹ سال میں تبدیلی کرنا۔

۲۷. مسلح افواج کی تنظیم میں تبدیلی لانا۔

۲۸. مسلح افواج کے لیے کسی ملک سے اسلحہ اور جنگی اسباب و آلات کی خریداری کے لیے منظوری دینا۔

۲۹. مسلح افواج کے اسلحے اور جنگی اسباب کی فروخت کی منظوری دینا۔

۳۰. کسی عسکری ادارے میں شمولیت کی اجازت دینا۔

۳۱. دیگر ممالک میں زمین کے حوالے سے دعویٰ دائر کرنا۔

۳۲. قومی دنوں کا سرکاری اعلان اور توثیق۔

۳۳. نئے اعزازات اور تمغوں کی سرکاری منظوری۔

۳۴. ملکی اور غیر ملکی شہریوں کو سرکاری طور پر القابات اور تمغے دینا۔

۳۵. ملکی اور غیر ملکی اشخاص کو دیے گئے القاب کو سلب کرنا۔

۳۶. سکوں اور بینک نوٹوں کا اجراء، مالی ذخائر (Reserves) میں تبدیلیاں، اور امارتِ اسلامیہ کے داخلی و خارجی مالی ذخائر میں ملک کے بینکنگ اور تجارتی نظام کے مطابق ترمیمات۔

۳۷. مختلف اوقات میں غیر ملکی سرمایہ کاری کی منظوری۔

۳۸. ملک سے باہر امارت اسلامیہ کی جانب سے سرمایہ کاری کی منظوری۔

۳۹. ملک کے بینکنگ سسٹم کی اعلیٰ کونسل کی ترکیب میں ضرورت کے مطابق ترمیم کرنا۔

۴۰. مالی اصلاحات کی سرکاری منظوری۔

۴۱. امارتِ اسلامیہ کے رئیس الوزراء کو دیے گئے اختیارات سے زیادہ اعلیٰ حکومتی اختیارات امارت مقام کے دسترس میں ہیں۔

## ریاست الوزراء کے اختیارات

ریاست الوزراء کو سونپے گئے اختیارات کی تفصیل امیر المؤمنین کے فرمان نمبر ۱۱۸ میں درج ذیل ہیں:

۱. وزارتی شوریٰ کے اجلاسوں کا انعقاد، ان اجلاسوں کے فیصلوں اور منظوریوں کی نگرانی، ان اختیارات کے مطابق جو اس فرمان میں مذکور ہیں۔

۲. قانونی احکام کے مطابق، اعلیٰ رتبوں پر فائز ملازمین، دوسرے درجے سے لے کر سب سے اعلیٰ درجے تک، اور فوجی افسران کی بریگیڈیئر جنرل سے لے کر لیفٹیننٹ جنرل تک کے تقرر، تبادلے اور ترقی کی منظوری، خدمت کی مدت میں توسیع، ریٹائرمنٹ اور ریٹائرمنٹ کی منسوخی۔

۳. قانونی احکام کے مطابق، سروس پاسپورٹ کے اجرا کی سرکاری منظوری دینا۔

۴. قانونی اسناد کی بنیاد پر علمی اور تحقیقی اداروں کے ملازمین کی علمی درجات کی منظوری۔

۵. امارتِ اسلامیہ کے ملازمین کو تقدیر نامے اور تحسین نامے دینا۔

۶. قانونی احکام کے مطابق قواعد، بلوں اور اساس ناموں میں ترامیم کی تجویز پیش کرنا۔

۷. امارتِ اسلامیہ کی ہدایات کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اداروں کے اقدامات کی نگرانی کرنا۔

۸. درخواستوں اور شکایات کا جائزہ لینا۔

۹. سپرد کیے گئے امور میں شریعت اور قانون کے نفاذ کے بارے میں امارتِ اسلامیہ کے مرکزی مقام کو رپورٹ تیار کرکے ارسال کرنا۔ امارت مقام کو امارتی اور غیر امارتی اداروں کی نگرانی کے بارے میں سہ ماہی رپورٹ پیش کرنا۔

۱۰. امارت مقام کی منظوری کے بعد ملک سے باہر امارتی وفود کے سفر کی منظوری دینا اور ان وفود کے لیے سفری اخراجات اور دیگر ضروری مصارف ادا کرنا۔

۱۱. دیگر ممالک میں تعلیمی اسکالرشپس کی منظوری دینا۔

۱۲. تصدیق اور منظوری کے لیے امارت مقام کو بیرونی معاہدے اور اہم داخلی معاہدے پیش کرنا۔

۱۳. قانونی احکام کے مطابق امارتِ اسلامیہ کی وزارتوں اور مختلف اداروں کے معاہدوں کو منظور کرنا۔

۱۴. حج و عمرہ کی ادائیگی کے لیے امارتی اداروں کی طرف سے چند امارتی ملازمین کی تجاویز کی منظوری دینا۔

۱۵. رئیس الوزراء کی غیر موجودگی کی صورت میں، رئیس الوزراء کے نائب یہ اختیارات استعمال کرنے کے اہل ہوں گے۔

۱۶. امارت مقام ضرورت کے پیشِ نظر، حالات اور موقع کے مطابق اس فرمان کے علاوہ دیگر اختیارات بعض اوقات رئیس الوزراء کو تفویض کیے جاسکتے ہیں۔

۱۹۔ یہ فرمان منظوری کی تاریخ سے نافذ العمل ہوگا اور سرکاری جریدے میں شائع کیا جائے گا۔

(جاری ہے، ان شاءاللہ)

☆☆☆☆☆

## غزوۂ ہند کی فکری بنیادیں

تقسیم ہند تاریخ ہندوستان کا وہ واقعہ ہے جس نے ہندوستان میں ہندو اور مسلمانوں کے درمیان تعلق کی تمام بنیادوں کو ختم کرکے صرف دشمنی کی بنیاد کو باقی چھوڑا ہے۔ ہندو عوام کو اس کی پرانی ذہنی سطح پر لانا مجاہدین کا ایک بہت بڑا چیلنج ہوگا۔

### ۶۔ نیو ورلڈ آرڈر کے نظام کے اثرات

عصر حاضر میں جمہوری نظام حکومت، قومیت و وطنیت کے مغربی تصورات، سرمایہ دارانہ نظام معاشرت و معیشت نے معاشروں کی نئی تشکیل کی ہے۔ ان نظاموں نے جہاں دنیا کے دیگر معاشروں کو انتشار کا شکار کیا ہے وہیں ہندوستان میں شامل تمام ممالک بھی اس سے متاثر ہوئے ہیں۔ ترقی وخوشحالی کے نئے معیارات اور زندگی گزارنے کے نئے مقاصد نے معاشروں کی ٹوٹ پھوٹ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان نظاموں نے انسان کو حیوان کی سطح تک گرا دیا ہے یوں ایک حیوان کو کسی اعلیٰ مقصد کے لیے متحرک کرنا مجاہدین کا ایک بڑا چیلنج ہے۔

### خلاصۂ کلام

غزوۂ ہند کی علم بردار جماعتِ مجاہدین کے لیے یہ موقع ہے کہ وہ تاریخ سے سبق لیں۔ مسلمانوں کی تاریخ کی گہرائی میں جاکر ان اسباب و عوامل کی تحقیق کریں جن کی وجہ سے مسلمان قوم کی حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ وہ اپنی تمام تر قوت کے باوجود تقسیم در تقسیم کے عمل سے گزر کر ہندو جیسی کمزور اور بے صلاحیت قوم کے ہاتھوں یرغمال بنی ہوئی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد مسلمانوں کے ساتھ ہے لیکن اللہ تعالیٰ بھی اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جو اپنی حالت کو خود بدلنے پر تیار نہ ہوں۔ آگے کی تحریر میں ان عوامل کا اختصار سے جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے جن سے گزر کر ہندوستان کی موجودہ شکل بنی ہے۔ اس میں ہندوستان اور دنیا کی وہ تاریخ جس نے ہندوستان پر براہ راست یا بالواسطہ اثر ڈالا ہے، اس کا بیان بھی شامل ہے اور خصوصاً ہندوستان میں مسلمانوں کے عروج و زوال کی تاریخ بھی مختصراً بیان کی گئی ہے۔ وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ مجاہدین ان تاریخی حقائق کی روشنی میں غزوہ ہند کے علم بردار مجاہدین کے لشکروں کے درمیان وحدت فکر پیدا کریں اور مستقبل کا لائحہ عمل وضع کریں۔

(جاری ہے، ان شاءاللہ)

☆☆☆☆☆

# افغاں سے محبت مِری ایماں کے لیے ہے!

## (پاکستان-افغانستان جنگ سے متعلق چند باتیں)

معین الدین شامی

الحب فی اللہ اور البغض فی اللہ، بندۂ مومن کے بنیادی عقیدے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دنیا میں بہت سے رشتے ہیں، بڑے مضبوط، بہت قریبی۔ خون کا رشتہ، قوم و قبیلے کا رشتہ، وطن کا رشتہ وغیرہ۔ یہ سب رشتے اپنے ساتھ حمیت و غیرت بھی لیے ہوئے ہوتے ہیں، ان سب تعلقات و رشتہ داریوں کے سبب انسان محبت بھی کرتا ہے اور نفرت بھی۔ ان سبھی رشتوں کو اللہ کے دین نے بھی قائم رکھا ہے، لیکن دینُ اللہ پر ایمان لے آنے کے بعد محبت اور بغض دونوں کا معیار و مدار ایمان قرار دے دیا گیا ہے۔ ہر تعلق اور ہر رشتے سے بڑھ کر ایمان کا رشتہ ہے۔ قوم و وطن و قبیلے وغیرہ تو کہیں بعد میں آتے ہیں، سگے ماں باپ، اولاد، بیوی و شوہر سے تعلق و محبت سے بھی پہلے ایمان کا تعلق و رشتہ ہے۔

ہر چیز کو ایمان کے مطابق، اسلام کی رُو سے، شریعت کی کسوٹی پر کسا اور پرکھا جائے گا۔

شریعتِ محمدی (علیٰ صاحبھا ألف صلاۃ وسلام) دعووں کا نام نہیں، حقیقت و عمل کا نام ہے۔ دِلوں کا حال تو اللہ جانتا ہے، لیکن ایک انسان کسی بھی دوسرے انسان سے تعامل اس کے عمل و رویے کے مطابق کرتا ہے۔ دنیا کا ہر قانون و ضابطہ آپ کے عمل کو دیکھتا ہے، آپ کے دعوے اور نیت کو نہیں۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں کسی چوک پر سرخ اشارہ توڑنے پر آپ کو قانون کا سامنا کرنا ہو گا، اچھے شہری ہونے کا دعویٰ یا دل میں موجود کوئی اچھی نیت وہاں آپ کو قانون کے رِدِ عمل سے نہیں بچائے گی۔

اٹھتر برس قبل میرا خطۂ زمین تو آزاد ہوا، دعویٰ بھی نظامِ لا الٰہ الا اللہ کے قیام کا ہوا، لیکن میرا وہ وطن کہیں کھو گیا۔ اقبالؒ کو جو وطن مطلوب تھا اور بانیانِ پاکستان نے جس کی خاطر محنتیں کی تھیں، وہ وطن کہیں گم ہو گیا۔ اس وطن کے مقتدر لوگوں نے ابتدا ہی میں امریکی بلاک کا حصہ بننے کا فیصلہ کیا، اپنا وطن بنگالیوں سے عصبیت کی بنا پر دولخت کیا، تحریکِ ختم نبوت سے ڈی چوک و مرید کے تک اپنے ہی لوگوں کا خون بہایا، وار آن ٹیرر کا حصہ بننا قبول کیا، بورڈ آف پیس میں بیٹھے، امریکی مفاد کی جنگ میں ہزاروں جوانوں کو جھونکا، امریکی ایماو مفاد پر پھر پڑوسی ملک پر فضائی حملے کیے اور مجموعاً پڑوسی ملک کے سیکڑوں عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور مردوں کا قتلِ عام کیا۔

یہ پڑوسی ملک کون سا ہے؟

افغانستان!

اس ملک میں میرے وطن کے برخلاف صرف نظامِ اسلامی کا دعویٰ نہیں کیا گیا، یہاں اسلام نافذ کیا گیا، حدود اللہ جاری ہوئیں، نظامِ صلاۃ وزکاۃ کی اقامت ہوئی، امر بالمعروف و نھی عن المنکر ہوا، حکمِ قصاص جاری ہوا۔ دنیا کا واحد خطہ جہاں اسلام نافذ ہے اس کے خلاف ''مکرر'' بدمست امریکی ایماو آشیر باد کے ساتھ چڑھ دوڑا گیا اور وہی ایک پرانا گھسا پٹا الزام ''بھارتی ایجنٹ'' ہونے کا لگایا گیا، وہی الزام جو محترمہ فاطمہ جناح پر اس زمانے کی اسٹیبلشمنٹ کے سرخیل ایوب خان نے لگایا تھا۔

افغانوں کو کچرا اٹھانے والا اور تندوروں پر روٹیاں لگانے کا طعنہ دیا گیا، حالانکہ کسبِ حلال میں کیسی عار اور مزدوری پر عار دلانا خود فعلِ شرمناک۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سگا چچا ابو لہب مردود قرار پایا اور حبشہ کے سیاہ رنگ، موٹے ہونٹوں اور موٹی ناک والے بلالؓ کو اور فارس کے سلمانؓ کو گلے سے لگایا گیا۔ ہم نے روایات و تاریخ میں ہمیشہ پڑھا قریشِ مکہ، یعنی قریشِ مکہ کا دوسرا معنیٰ کافر قرار پایا، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود قریشی ہیں، لیکن اس قوم کی پہچان عداوتِ رسول ﷺ قرار پائی۔ قریش ''فليس منا'' اور ''سلمان منا اهل البيت'' کے مصداق ٹھہرے۔

ہمیں تندور پر روٹیاں لگانے والا مسلمان افغان، اپنے ہم وطن امریکی اتحادی اور اسرائیلی بورڈ آف پیس میں بیٹھنے والے پاکستانی (خواہ وہ کشمیری ہو، صوبہ سرحد کا، سندھی، بلوچ یا پنجابی) سے زیادہ محبوب ہے۔

یہ جنگ بھی دنیا میں ازل سے جاری جنگِ حق و باطل ہی کا ایک حصہ ہے، یہ جنگ کسی پنجابی اور افغان کی نہیں۔ کسی پاکستانی فوجی یا پنجابی سے ہمیں نفرت اس کے پنجابی ہونے کے سبب نہیں۔

پنجابیوں میں رائے محمد کھرل شہید جیسا مجاہدِ جہادِ آزادی ۱۸۵۷ء بھی ہے۔ غازی علم دین شہید بھی، عامر چیمہ شہید بھی اور ممتاز قادری شہید بھی۔ یہ جنگ ہر جنگ کی طرح حق و باطل کی جنگ ہے۔

پھر کسی افغان سے محبت ہمیں اگر ہے تو اس کے اسلام اور اقامتِ نظامِ اسلامی کے سبب، ملا عمر و جلال الدین حقانی کے ایمانی مواقف کے سبب۔ افغانوں سے محض کسی افغانیت کے سبب محبت ہو تو کل کی بات ہے کہ افغانوں ہی میں سے کچھ پنجابی سکھ کافر رنجیت سنگھ کو کابل سے جزیہ دیا کرتے تھے، حاکمِ کابل نذرانے میں ہر سال ایک گھوڑا رنجیت سنگھ کو پیش کیا کرتا تھا۔

افغاں سے محبت، مِری ایماں کے لیے ہے... اور پنجابیوں سے محبت بھی مِری ایمان ہی کی خاطر ہے اور نفرت کا معیار بھی یہی ایمان ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۶۶ پر)

# بھیڑ چال سے بچیں!

انجینئر زین علی

اللہ نے جہاں زندگی میں آزمائشیں رکھیں وہیں ان سے بچنے کا بھی پورا انتظام فراہم کیا ہے۔ جیسا کہ موجودہ دور فتنوں کی بارش کا دور ہے تو کیسے ممکن ہے کہ کائنات کے خالق نے جو ہمیشہ سے آئندہ آنے والے تمام حالات کا مکمل علم رکھتا ہے، وہ جو علم محیط کا مالک ہے اپنے بندوں کے لیے ان آزمائشوں سے بچنے کی کوئی راہ نہ بتاتا؟

جس بڑی آزمائش سے آج انسان کو واسطہ آن پڑا ہے وہ حق و باطل کا باہم خلط ملط ہو جانا ہے، وہ صحیح اور غلط کی پہچان کا نہ ہونا ہے، وہ گمراہ کرنے والے قائدین کی بہتات ہے۔

ہمیں غور اس پر کرنا ہے کہ آج جب ہر طرف جھوٹ کا دور دورہ ہے، سائنسی ترقی کا غلط استعمال تو عروج پر ہے ہی لیکن انہی سائنسی ایجادات کے حق کی خاطر استعمال پر قدغن بھی لگائی گئی ہیں، ایسے میں گمراہی سے بچنے کے لیے ہمارے دین نے کیا رہنمائی فرمائی ہے؟ ہمیں کیسے ہر طرف پھیلے گمراہ کن بیانیہ سے بچنا ہے اور حق کی تلاش کا طریقہ کار کیا ہونا چاہیے؟ نیز جو مایوس ہیں کہ ایسا کوئی راستہ نہیں کیا ان کے لیے اس مایوسی کی کوئی گنجائش ہے؟

سب سے پہلے تو یہ اصول طے کریں کہ اپنا کوئی معیار بنائیں، ہر سنی سنائی بات پر یقین کر لینا اور اسے آگے پھیلانا آپ کے دین میں منع ہے۔ چنانچہ سماجی رابطوں کی جتنے پلیٹ فارم ہیں ان میں اکثریت مواد ایسے ذرائع سے آتا ہے جن کی حق و صداقت مسلمہ تو دور کی بات، وہ واضح طور پر کذب بیانی کرنے والے ہوتے ہیں یا کم از کم مشکوک تو ہوتے ہی ہیں۔ ایسے میں قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے:

> یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ۝ (سورۃ الحجرات:۶)

> ”اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا بیٹھو، اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ۔“

اگر محض اس ایک آیت مبارکہ پر بھی عمل کر لیا جائے تو گمراہی کے بہت سے دروازے بند ہو سکتے ہیں۔ جبکہ دین مبین نے تو ہمارے لیے مکمل رہنمائی فراہم کی ہے۔ الحمدللہ

عقل انسانی بھی اس چیز کی متقاضی ہے کہ جب کوئی بات سنیں تو اس کی تحقیق ضرور کریں اور ہم خود بھی جب اپنے کسی مالی یا مادی مفاد کے خلاف کسی کی بات سنیں تو فوراً اس بات کے تمام پہلوؤں کی کھوج شروع کر دیتے ہیں تاکہ اپنے مفادات کا تحفظ ممکن بنایا جا سکے، پھر دین (سیاست دین ہی کا جزو ہے، دین محض عبادات کا مجموعہ نہیں) کے معاملے میں ایسا لاپرواہ رویہ عاقبت نااندیشی نہیں تو کیا ہے؟

یہ غفلت ایسی نہیں کہ جس پر کوئی باز پرس نہ ہو بلکہ رسالت آب ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

> عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ[1]

> رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔“

اس حدیث مبارکہ سے مسئلے کی حساسیت کا اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں، لہٰذا سماجی رابطوں کے پلیٹ فارمز (سوشل میڈیا) کا جو خبط آج لوگوں پر سوار ہے اسے قابو میں لانا ضروری ہے۔ یہ دیکھنا ہو گا کہ کون بات کر رہا ہے اور کیا بات کر رہا ہے اور بات کرنے والے کے مقاصد کیا ہیں۔

ایسی بہت سی باتیں ہیں جو مسلمہ اور محکم ہیں، مثلاً اسلامی احکام وغیرہ۔ جو شخص یا ادارہ آپ کو واضح شریعت سے روگردانی کرتا نظر آئے تو فوراً آپ کی توجہ سورۂ حجرات کی اوپر مذکور آیت مبارکہ میں حکم ربانی کی جانب جانی چاہیے جس میں فاسق کی بتائی ہوئی خبر کی تحقیق پر زور دیا گیا ہے۔

کچھ باتیں شاید سمجھنا عام آدمی کے لیے دشوار ہو لیکن بے حیائی، موسیقی اور داڑھی مونڈنا ایسے افعال ہیں جن کو ہر عام شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور باطل سے وابستہ لوگوں کی اکثریت ان قبیح افعال میں کثرت سے ملوث نظر آتی ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں سے یا ان کے ایجنڈے سے بچنا ہر مومن کی ذمہ داری ہے۔ ٹھیک اسی طرح اگر آپ کو نظر آئے کہ کچھ لوگ ہیں تو باعمل طبقہ سے وابستہ لیکن ایجنڈہ ان کے ہاتھ میں نہیں بلکہ وہ ایسے لوگوں کا ایجنڈہ آگے بڑھا رہے ہیں جو اعلانیہ فاسق ہیں۔ باشعور مومن کو ایسے لوگوں کی اصلیت کو سمجھنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

پھر دین کے کچھ اہداف ایسے ہیں جنہیں ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اور جو لوگ ہمیشہ دینی احکام کی بجا آوری اور شریعت کی تابعداری پر زور دینے کے بجائے سارا زور دین کی جدید اور من گھڑت تشریحات کو عوام میں رائج کرنے پر صرف کرتے ہوں، ظاہر ہے وہ علمائے حق نہیں ہو سکتے۔ جس شخص کی توجہ مخلوق کو خالق کے حکم کا پابند بنانے کے بجائے

---

[1] صحیح المسلم حدیث نمبر ۷، سنن ابی داؤد ۴۹۹۲، مشکوۃ المصابیح ۱۵۶

طاقتور لوگوں کی خوشنودی کی جانب نظر آئے تو ایسے لوگوں کی نیت پہچاننا کیا مشکل؟ نیز اس سلسلے میں کسی ایسے شخص سے بچنا از حد ضروری ہے جس کے متعلق علمائے حق کی اکثریت کی رائے ہو کہ وہ جادۂ حق سے ہٹا ہوا ہے۔

اگر کسی معاملے میں کسی ایسے شخص کی رائے آپ کو شش و پنج میں ڈال رہی ہے جو ہو بھی با عمل اور اس کا عمومی منہج بھی جمہور علمائے امت سے مطابقت رکھتا ہو، لیکن کسی خاص سیاسی معاملے پر اس کی رائے ایسی ہو جو دینی مفادات سے ٹکراتی نظر آتی ہو تو سب سے پہلے دیکھا جائے گا وہ کس صف میں کھڑا ہے؟ کیا اس کی رائے کی تائید باطل گروہ کر رہے ہیں؟ یا ایسے علمائے سوء جن کا اوپر ذکر آیا ہے اس سیاسی معاملے میں اس سے ہم آہنگ ہیں؟ جبکہ دوسری طرف باعمل طبقے کا جھکاؤ نظر آئے یا دینی مفاد نظر آئے تو اس خاص معاملے ایسے شخص کو بھی معتبر خیال نہیں کیا جا سکتا۔

مومن ایسی ہستی ہوتا ہے جسے اللہ نے ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا ہوتا ہے، لہٰذا یہ بات قطعاً اس کے شایانِ شان نہیں کہ وہ بھیڑ چال چلے یا یوں کہہ لیں عوامی مزاج اور رجحان کو دیکھ کر فیصلہ کرے۔ اگر وہ اس معاملے میں غفلت برتے گا تو لازم ہے کہ خسارہ اٹھائے گا اور یہ خسارہ کبھی اتنا بڑا بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ گنوا بیٹھے اور نتیجہ کار جہنم کا ایندھن بن بیٹھے۔ معاذ اللہ!

چنانچہ ایک مومن کی بصیرت اس سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ عقائد اسلامی سے واقفیت کے ساتھ ساتھ اسلام کے مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اللہ کی حاکمیت یعنی شریعت مطہرہ کو مقدم رکھتے ہوئے وہ اپنی سیاسی رائے ترتیب دے۔ رسول پاک ﷺ نے اس معاملے میں غفلت کو نہ صرف ناپسند فرمایا ہے بلکہ اس کی سخت ممانعت بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا:

لا تكونوا إمّعة[۲]

”امعہ نہ بنو۔“

حدیثِ نبوی ﷺ کا ایک اہم حکم ہے، جس کا مطلب ہے کہ اپنی شخصیت اور اصولوں کے مالک بنیں۔ دوسروں کی اندھی پیروی نہ کریں، اور نہ ہی یہ کہیں کہ ”اگر لوگ اچھے ہیں تو ہم اچھے ہیں، اور اگر وہ ظالم ہیں تو ہم بھی ظالم ہیں“۔

آیئے اب ان اصولوں اور احکام کو مزید سمجھنے کے لیے نمونے کے طور پر چند اشخاص کو اور حالیہ امارت اسلامیہ افغانستان کا پاکستانی فوج سے تنازع دیکھتے ہیں کہ کیسے کسی معاملے میں حق بات سمجھنا یا اس تک پہنچنا مومن کے لیے ممکن ہو سکتا ہے۔

## پہلا تقابل پاکستانی فوج اور امارت اسلامیہ

- ایک فوج رائل انڈین آرمی کا تسلسل ہے جسے آج بھی انہی خطوط پر چلایا جا رہا ہے جن پر اسے برطانوی استعمار نے بنایا تھا۔
- اگرچہ پاکستان کی اکثریتی مسلم عوام کو مطمئن کرنے کے لیے چند مذہبی اصطلاحات وغیرہ کی ملمع سازی کی گئی ہے لیکن اس فوج کا شریعت یا احکام شریعت سے نہ تو نظریاتی تعلق ہے نہ عملی تعلق ہے۔
- عام آدمی اگر ان کی محافل میں مخلوط ناچ گانا اور ہلڑ بازی دیکھے تو سمجھنا مشکل نہیں ہو گا۔
- نیز فوج کی اکثریت بالخصوص افسران بے ریش ہوتے ہیں، جن کا صوم و صلوٰۃ سے بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا۔
- انفرادی زندگی میں بھی اس فوج کے لوگوں کی ترجیح زیادہ تر مال سمیٹنا ہوتی ہے۔
- اس فوج کا مقصد بھی قطعاً شریعت کا نفاذ نہیں بلکہ اس کا متضاد ہے۔ یعنی ایسی ہر آواز اور کوشش کو سختی سے کچلنا جو محمد عربی ﷺ کے دین کو نافذ کرنے کا کہے یا اس کے لیے عملی کوشش کرے بلکہ اسی نقطے پر ان کی تربیت کی جاتی ہے۔
- اس فوج کو خود اپنے ملک میں موجود آئین یا دستور کی حفاظت کا حلف دیا جاتا ہے لیکن اس کی پوری تاریخ اسی آئین کو ہمیشہ توڑنے اور حلف سے روگردانی کرنے کی ہے۔
- اس فوج کے جرنیلوں کی کوشش ہوتی ہے زیادہ سے زیادہ لوٹ مار کر کے مال اکٹھا کیا جائے اور ریٹائرمنٹ کے بعد بیرون ملک اپنی اولادوں اور خاندان سمیت باقی زندگی گزاریں۔
- اس فوج کا مزاج ہے کہ یہ اپنے علاوہ ہر شہری کو کم تر انسان سمجھتے ہیں ان کی تذلیل کرنا یا ان پر ظلم کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔

یہ وہ باتیں ہیں جو ہر پاکستانی کو پتہ ہیں اور ان میں سے اکثر کا اقرار ہر گلی محلے میں لوگ کرتے رہتے ہیں۔ اس فوج کے افعال غلیظہ کی فہرست بہت طویل لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی منصف مزاج شخص کے لیے اس کا امارت اسلامیہ افغانستان سے تقابل کرنا بھی امارت اسلامیہ کی ناقدری ہو گا۔ لیکن محض سادہ لوح اور فتنہ زدہ پاکستانی عوام کے بعض عناصر جو وطنیت کے بت کی وجہ سے اس فوج کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں اور غلط فہمی کا شکار ہیں، ان کی اصلاح مقصود ہے۔ اللہ ہماری اس تقصیر کو معاف فرمائے۔

دوسری طرف امارت اسلامیہ افغانستان کی وہ عظیم افواج ہیں جو آزمائش در آزمائش کی بھٹی میں پک کر کندن بن چکی ہیں۔ اس میں شامل اکثریت مجاہدین وہ ہیں جو دنیا تو دور مال غنیمت تک سے بے نیاز پوری دنیا کے مادی اسباب کے مقابل لمبا عرصہ سینہ سپر رہے۔ نہ رہنے کو مناسب ٹھکانہ ہوتا تھا نہ کھانے کو انواع و اقسام کے پکوان، یہ وہ عظیم نفوس قدسیہ ہیں جو سوکھی روٹی پانی میں ڈبو کر کھایا کرتے اور اللہ کا شکر بجالاتے تھے۔ خشیت الٰہی اس درجہ کی کہ تہجد میں ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی بہتی لڑی کو دیکھ کر بڑے بڑے اولیاء رشک

---

[۲] مشکوۃ: ۵۱۲۹، الترمذی: ۲۰۰۷

کرتے۔ یہ اپنی نگاہوں کی حفاظت میں اپنی مثال آپ ہیں، ان کی جوانیاں پاکیزگی اور طہارت کی مثال ہیں۔ ان کی شجاعت دنیا بھر میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ یہ اللہ کے عاشق ہیں اور ان کا رب بلاشبہ ان سے محبت رکھتا ہے۔ یہ اپنی عوام کے غم خوار ہیں۔ یہ بہنوں کی عصمتوں کے محافظ ہیں، انہی کی بدولت آج ہر افغان بیٹی کو تحفظ حاصل ہے۔ یہ شریعت مطہرہ کو اپنی جان سے عزیز رکھتے ہیں۔ آج دنیا میں واحد مملکت امارت اسلامیہ افغانستان ہے جہاں دین محمدی ﷺ کے احکام کا نفاذ کیا گیا ہے۔ یہ مبارک افواج اسی پاکیزہ نظام کی پہرہ دار اور محافظ ہیں۔

اب کچھ اشکالات پر نظر ڈالتے ہیں جن کا شکار ایک عام پاکستانی کو کیا گیا ہے۔ اور تمثیلاً کچھ امت کے خائنین کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے حقیر دنیا کے عوض اپنی آخرت کا سودہ کر دیا اور ایمان فروشی کی راہ کو اختیار کیا۔

پاکستانی عوام کو بتایا جاتا ہے کہ امارت اسلامیہ اور پاکستانی فوج کے درمیان قضیہ ان جہادی جماعتوں کا ہے جو پاکستان کے عوام کو ظالم فوج کے جبر سے آزاد کروانے کے لیے قربانیاں پیش کر رہی ہیں اور پاکستان کو بھی شریعت مطہرہ کے مبارک نظام سے آراستہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں پاکستانی فوج کا دعویٰ ہے کہ ان جماعتوں کی قیادت اور کئی افراد سرزمین افغانستان میں رہائش پزیر ہیں۔ لہذا یا تو امارت اسلامیہ انہیں شہید کرے یا افواج پاکستان جو تمام تر وسائل کے باوجود ان کے مقابلے سے عاجز آچکی ہے اور مٹھی بھر مجاہدین نصرت خداوندی سے اسے کاری ضربیں لگا رہے ہیں تو بدلے میں وہ امارت اسلامیہ افغانستان پر حملہ کریں گے اور ساتھ میں ان کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کریں گے۔

جبکہ حقیقت میں تنازع کی وجوہات بالکل الگ ہیں۔

دنیا میں شیطانی قوتیں دجال کے خروج کی تیاریوں میں پورے زور و شور سے مصروف ہیں، ایسے میں سرزمین افغانستان ایک ایسا خطہ ہے جہاں شریعت مطہرہ کے پاکیزہ قوانین کو نافذ کیا گیا ہے اور دنیا بھر کی شیطانی قوتوں کے ہر قسم کے پریشر، ہر قسم کی لالچ اور ہر قسم کی دھمکیوں کو خاطر میں نہیں لایا گیا۔ چنانچہ ایسی صورت میں جب پاکستان میں ایک ظالم اور قابض ٹولہ عالمی استعماری قوتوں سے اپنے قبضے کے دوام کی سند چاہتا ہے، ورنہ انسانی حقوق کی پامالیوں کا ڈھنڈورا پیٹا جائے گا اور حکومت، جسے عوامی حمایت پہلے ہی حاصل نہیں، اسے چلتا کیا جائے گا۔ لیکن انسانی حقوق کا ڈھکوسلہ کیوں کے مغرب کا ایک سیاسی ہتھیار ہے لہذا پاکستانی فوج کے تمام مظالم پر امریکہ اور اس کے حواری آنکھیں بند رکھیں گے، بدلے میں عاصم منیر کا قابض ٹولہ ہر امریکی حکم بجالائے گا، گویا پاکستان ایک مرتبہ پھر کرائے پر دستیاب ہے۔ امارت اسلامیہ افغانستان کو ایک ناکام حکومت ظاہر کرنا اسلام دشمن طاقتوں کی دیرینہ خواہش ہے تاکہ وہ کہہ سکیں کہ اسلام آج کے دور میں ناقابل عمل دین ہے۔ اور اپنے باطل نظام کو جواز دے سکیں۔ نیز اللہ کے دین پر عمل پیرا ہونے والے ایمان و تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر فائز امارت اسلامیہ افغانستان کی قیادت اور حکام کے علاوہ ذیلی ملازمین بھی جس طرح کھربوں ڈالر سے پھیلائی دجالی تہذیب پر لعنت بھیج کر پاکباز سفر زندگی پر گامزن ہیں اس پر شیطان اور اس کے پجاری کتنے سیخ پا ہیں اس کا اندازہ دنیا بھر میں دجالی میڈیا پر امارت کے خلاف منفی پراپیگنڈے سے لگایا جاسکتا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستان کی افواج کو مجاہدین کی جانب سے شدید حملوں کا سامنا ہے، ایسے میں اگر وہ کہہ رہے ہیں کہ اس وجہ سے وہ امارت اسلامیہ افغانستان سے عداوت پر اتر آئے ہیں کہ وہ ان کو کیوں نہیں روکتی؟ تو اس معاملے میں چند باتوں کا سمجھنا ضروری ہے کہ جب امارت اسلامیہ کا احیا نہیں ہوا تھا اور افغانستان پر اشرف غنی کی حکومت تھی تو کیا پاکستانی فوج پر مجاہدین کے حملے نہیں ہو رہے تھے؟ کیا اس وقت یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ پاکستان میں حملوں کو روکنا اشرف غنی انتظامیہ کی ذمہ داری ہے جبکہ اس انتظامیہ کو ہر طرح سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی مدد کے علاوہ فضائیہ بھی دستیاب تھی؟ ظاہر ہے یہ غیر منطقی مطالبہ اس وقت نہیں کیا گیا تھا حالانکہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ بیس سالہ جنگ میں مجاہدین کی تشکیلات کا پاکستان اور افغانستان آنا جانا معمول تھا۔ افغانستان میں مجاہدین کے مراکز اور قرارگاہیں تھیں کئی جگہ معسکرات تھے۔ لیکن اس وقت پاکستان کو یہ ادراک تھا کہ اس کی داخلی سیکیورٹی اس کی اپنی ذمہ داری ہے اور سرحد پار سے آمدورفت کا گلہ نہ کیا، لیکن اب جب کہ پاکستان پورے بارڈر پر امریکہ کی فراہم کردہ خطیر رقم خرچ کر کے باڑ لگا چکا ہے، فوجی چوکیوں کا جال بچھایا جاچکا ہے، ہر جگہ کیمرے نصب ہیں، بارڈر پر گشت کیا جاتا ہے، ڈرون سے مسلسل نگرانی کی جاتی ہے الغرض کئی طرح کے طریقوں سے بارڈر کی نگرانی اور حفاظت کی جاتی ہے اور دن بدن اس میں شدت بڑھتی جارہی ہے۔ لیکن اس کا پراپیگنڈہ ایسے کیا جاتا ہے جیسے بارڈر نہیں موٹروے ہے جس پر مجاہدین کی دن رات آمدورفت جاری ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان نے کئی مواقع پر واضح کیا ہے کہ دوحہ معاہدے کی رو سے وہ اس پالیسی پر عمل پیرا ہے کہ افغان سرزمین کسی ملک کے خلاف استعمال نہ کی جائے۔ لیکن بے تکی ضد سے گمراہ کن پراپیگنڈے کے ذریعے پاکستانی فوجی قیادت دراصل اس حکم کی تعمیل کا جواز پیدا کرنا چاہتی ہے جو اسے اس کے آقاؤں کی جانب سے دیا گیا ہے۔

پاکستانی فوج کا اعتراض ان قبائلی مہاجرین پر ہے جو پے در پے آپریشنز سے تنگ آکر افغانستان کی سابقہ حکومت کے دور میں پاکستان سے ہجرت کر کے افغانستان میں جا بسے تھے۔ پاکستان میں ان کی جان و مال اور کاروبار پاکستانی فوج کے مظالم کی وجہ سے غیر محفوظ ہو گئے تھے۔ امریکی احکام پر پاکستانی فوج نے اپنے عوام پر کیسا جبر مسلط کیے رکھا یہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ آج بھی گھر سے بے گھر ہونے والوں کی روح فرسا داستانیں سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اگر کسی کو تحقیق کا شوق ہو تو ایسے لاکھوں لوگ پاکستان میں آج بھی رہائش پزیر ہیں جو اس ڈالری جنگ کی وجہ پاکستانی فوج کے مظالم کا شکار ہوئے اور متاثرین کیمپوں میں کسمپرسی کی حالت میں بے یار و مددگار پڑے رہے۔ ان کی باپردہ خواتین نے وہاں کن مصائب و آلام کا سامنا کیا اس کا اندازہ ٹھنڈے کمروں، نرم گداز بستروں پر اور رنگ برنگے

کھانے کھا کر پہلو بدلتے لوگوں کے لیے لگانا آسان نہیں۔ امارت اسلامیہ افغانستان جیسے عالی اخلاق رکھنے والے اور اعلیٰ ترین انسانی قدروں کے حامل افراد سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ اس قدر دکھی اور تکلیف زدہ مہمانوں کو محض اس لیے پریشان کرے کہ چند عاقبت نا اندیش ان کو بہانہ بنا کر امارت اسلامیہ افغانستان پر الزام تراشی کرتے ہیں۔ ان میں باپردہ خواتین ہیں جو اس امت کی بیٹیاں ہیں، معصوم بچے ہیں، لاچار بوڑھے ہیں بیمار ہیں اور نادار لوگ ہیں۔ پاکستانی فوج کی شر انگیز بلیک میلنگ کے دباؤ میں شاید دنیا کی کوئی اور ریاست تو آ سکتی ہو لیکن جن کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ محسن امت شیخ اسامہ بن لادن اور ان کے مجاہد ساتھیوں کو پوری دنیا کے طاغوت کے مطالبے پر حوالے کرنا گوارہ نہ کیا وہ عظیم امارت اسلامیہ افغانستان کبھی ایسا نہیں کر سکتی۔

پاکستانی فوج کے من گھڑت الزامات کی قلعی وقتاً فوقتاً قدرت خود بھی کھول دیتی ہے۔ جب اور کچھ نہ بن پڑا تو جہادی جماعتوں کے علاوہ بی ایل اے، جو ایک علیحدگی پسند تنظیم ہے، اس کی قیادت کے بھی افغانستان کی سرزمین پر ہونے کا شوشہ چھوڑا گیا۔ اللہ کی کرنی ایسی ہوئی کہ کچھ دن پہلے اس تنظیم کا مرکزی رہنما بلوچستان میں اپنے ساتھیوں سمیت ایک ویڈیو میں موٹر سائیکل پر محو سفر نظر آیا۔ اسی طرح جہادی تنظیموں کی قیادت بھی کئی مواقع پر مختلف ویڈیوز میں پاکستان کے مختلف مقامات مثلاً خیبر ایجنسی وغیرہ میں نظر آئے۔ لیکن ڈھاک کے وہی تین پات، پوری بے شرمی اور ڈھٹائی سے افواج پاکستان کا ترجمان اپنا الزام دہراتا رہا کہ قیادت افغانستان میں ہے۔ اگر بالفرض کوئی شخصیت افغانستان کے کسی علاقے میں رہائش پذیر ہو بھی تو کیا یہ افغانستان پر حملہ آور ہونے کا جواز قرار دیا جاسکتا ہے؟ کیا محسن امت شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پاکستان کے شہر ایبٹ آباد میں نہیں ہوئی تھی؟ لیکن ظاہر ہے پاکستان کی اسلام دشمن فوج کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ان کو محسن امت شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے عرصہ قیام میں اس کی بھنک بھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے بھی اس پر اپنے وفادار پاکستانی جرنیلوں سے انتقام نہیں لیا۔ تو پھر امارت پر افغانستان جیسے خطے میں انتہائی محدود وسائل کے ساتھ ہر ذی روح کی مانیٹرنگ کی ذمہ داری کیسے ڈالی جاسکتی ہے؟ جبکہ امارت پہلے دنیا کو داعشی خوارج کے خطرے سے بچانے کے لیے بھرپور تگ و دو میں اپنے قیام کے روز اول سے مصروف ہے۔ اس ضمن میں امارت کی کامیابیوں کی دنیا معترف ہے جبکہ پاکستان میں داعش کی ریاستی سہولت کاری اور اسے مراکز بنا کر دینا کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ یعنی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے!

اب اس ساری صورتحال کو سمجھنے کے بعد پاکستانی فوج کا باولا پن سمجھنا مشکل نہیں کیونکہ ان کے آقاؤں کی طرف انہیں یہ مشن کافی عرصے سے سونپا گیا ہے۔ اور امارت اسلامیہ افغانستان کے زعماء کی دیانت، محنت، لیاقت اور صلاحیتوں کی بدولت باطل کی تمام تر کوششوں کے باوجود امارت اسلامیہ افغانستان تیزی سے ملکی ترقی و خوشحالی کا سفر طے کر رہی تھی۔ دفاعی میدان کے علاوہ معاشی اور سفارتی میدان میں امارت کی کامیابیوں نے اسلام دشمنوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں اور وہ چاہتے تھے جلد از جلد ان کے پالتو وفادار پاکستانی جرنیل امارت اسلامیہ پر حملہ آور ہوں اور ہر طرح سے ان کے لیے اعلانیہ دشمنی کا رویہ اختیار کریں۔

سوال یہ ہے کہ جب یہ حکم امت کے غدار پاکستانی جرنیلوں کو کفار کی جانب سے کافی عرصہ سے دیا جاچکا تھا تو ان بے ضمیر جرنیلوں کو اس حکم کو بجالانے میں کیا جھجک تھی؟

دراصل معاملہ یہ تھا کہ جب سے عاصم منیر نے امریکہ کا (۱۴ روزہ) طویل دورہ کیا تھا اسی وقت سے وہ حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گیا تھا۔ پاکستان میں علمائے سوء اور ضمیر فروشوں کی جو کھیپ فوج نے تیار کر رکھی ہے اسے امارت اسلامیہ کی کردار کشی کا مشن سونپ دیا گیا تھا۔ ملک میں نفرت کا بیانیہ پھیلانے کا کام پوری شد و مد سے شروع کر دیا گیا تھا۔ الیکٹرانک میڈیا پر مذہب بیزار اور لبرل جانور بخوشی یہ فریضہ نبھانے لگے۔ فوج کے شعبہ تعلقات عامہ کے تحت امارت کے لیے لفظ شہزادوں کی جگہ گالیوں نے لے لی۔ وقت کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے آقاؤں کا پریشر بڑھتا گیا عاصم منیر کا ہذیان بھی بڑھتا گیا اور حتیٰ کہ تھانوں میں یہ حکم پہنچایا گیا کہ کوئی بھی اجنبی شخص یا منشیات زدہ مجرم بھی پکڑا جائے تو ایف آئی آر میں اس کے ساتھ افغان شہری کا اضافہ کیا جائے جبکہ میڈیا کو واضح ہدایات دے دی گئیں کہ نفرت کے بیانیے کو ہر طرح پھیلایا جائے اور پاکستان اور افغانستان کے عوام کے درمیان محبت و الفت کے جو لازوال رشتے ہیں ان پر اثر انداز ہوا جائے۔ اس تمام عرصہ میں انتہائی غیر شائستہ طریقے سے توہین آمیز انداز میں پاکستان بھر سے افغان شہریوں کو واپس افغانستان بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا گیا تاکہ نومولود افغان حکومت کو معاشی مشکلات کا شکار کیا جائے۔ اس دوران گالیوں کا سلسلہ تواتر سے چلتا رہا حالانکہ گذشتہ کئی دہائیوں سے پاکستانی اشرافیہ افغان مہاجرین کے نام پر اقوام متحدہ اور دیگر عالمی اداروں سے بھاری رقم وصول کرتی رہی ہے اور یہ سلسلہ تاحال قائم ہے۔ لیکن یہ رقم یا اس کا چوتھائی حصہ بھی افغان مہاجرین پر خرچ نہیں کیا جاتا تھا۔ افغان ایک محنتی قوم ہے جو ہمیشہ اپنی محنت کی کمائی کا راستہ تلاش کرتے ہیں، پاکستان میں بھی جتنا عرصہ افغان مہاجرین نے قیام کیا انہوں نے محنت مشقت سے لے کر تجارت تک پوری جانفشانی سے کام کر کے رزق حلال کمایا جس کا ایک حصہ وہ ٹیکسوں کی مد میں پاکستانی ریاست کو دیتے رہے۔ لیکن جس طرح ان کے اموال اور جائیدادیں ان سے چھین کر ان کو راتوں رات ملک چھوڑنے پر توہین آمیز انداز میں مجبور کیا گیا، یہ پاکستانی فوج کے سیاہ کارناموں میں ایک اور باب کا اضافہ تھا۔

الغرض اس عرصہ میں ہر منفی اور غیر اخلاقی ہتھکنڈہ اپنایا گیا کہ دونوں ملکوں کے عوام کے درمیان موجود مضبوط مذہبی، ثقافتی اور ہمسائیگی کے رشتوں میں دراڑ ڈالی جائے تاکہ فوج اپنے گھناؤنے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکے۔ لیکن حالیہ جنگ میں سب کچھ کرنے کے بعد بھی پاکستانی فوج نے دیکھ لیا کہ دونوں ملکوں کے مسلمان آج بھی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور مرتد فوج کی چالوں سے واقف ہیں۔ ایسے میں فوج کے زرخرید ایجنٹوں پر نفرت پھیلانے کے لیے آئندہ دنوں میں ذمہ داری بڑھنے کا امکان ہے۔

لیکن خود کو استاد صاحب کہلوانے کے شوقین کراچی کی ایک جامعہ کے نام کو داغدار کرنے والے عبدالرحیم کو آج عوامی حلقوں میں تین طرح سے بلایا جاتا ہے۔ حوالدار عبدالرحیم، صوبیدار عبدالرحیم یا بریگیڈیئر عبدالرحیم۔

مختلف لوگوں میں یہ اختلاف تو پایا جاتا ہے کہ فوج کے ہاں ان ایجنٹوں کی کیا حیثیت ہے لیکن ان ضمیر فروشوں کے ننگ دین و ملت ہونے میں پاکستانی قوم بالخصوص باعمل طبقہ پوری طرح متفق ہے۔ کثیر پراپیگنڈہ مہم چلا کر ہر طرح کے جھوٹ بول کر بھی یہ لوگ امارت اسلامیہ افغانستان کا مسلمانوں میں منفی تاثر پیدا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اس لیے انہوں اپنے چند چیلوں کو اس کام پر معمور کر دیا ہے کہ وہ ان کے لیے تعظیمی کلمات ادا کیا کریں اور پراپیگنڈہ مہم کو بھی آگے بڑھاتے رہیں۔

اسی طرح کی ایک اور عبرت انگیز مثال طاہر اشرفی نامی ایمان فروش کی ہے جس کا نام آج لوگ گالی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

اللہ جلاشانہ نے قرآن حکیم میں بجا فرمایا ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ
وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○
(سورۃ آل عمران: ۲۶)

”کہو کہ اے اللہ! اے اقتدار کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے اقتدار بخشتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے رسوا کر دیتا ہے، تمام تر بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔“

اس آیت مبارکہ سے جہاں اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے اسی لیے یہ ضمیر فروش آج لوگوں میں ایمان فروشی کا استعارہ بن چکے ہیں جس طرح ماضی میں لوگ میر جعفر اور میر صادق کا نام لیتے تھے اب ان جیسوں کا نام بھی ایمان فروشوں کی فہرست میں درج ہو چکا ہے اسی لیے ان کے کسی بھی بیانیے پر کوئی ذی شعور کان دھرنے کو تیار نہیں۔

وہیں یہ آیت مبارکہ یہ بھی سمجھاتی ہے کہ پوری دنیا کا کفر جس طرح مل کر بھی امارت اسلامیہ کے قیام کو نہ روک سکا اسی طرح اسے مٹا بھی نہیں سکتا۔ یہ سب اللہ تبارک و تعالیٰ کے فیصلے ہیں۔

ایک اہم اشکال عوام میں یہ ڈالا جاتا ہے کہ امارت اسلامیہ کے بھارت سے اچھے تعلقات ہیں اور کیونکہ بھارت میں اکثریتی آبادی کا تعلق ہندو مذہب سے ہے لہذا یہ کیسی اسلامی حکومت ہے جس کے تعلقات بھارت سے ہیں۔

کیا پاکستان میں بھارت کا سفارت خانہ موجود نہیں؟ جبکہ بھارت نے تو ابھی تک امارت اسلامیہ افغانستان کی حکومت کو باقاعدہ تسلیم تک نہیں کیا۔ امارت اسلامیہ کی پالیسی ہے تمام ممالک سے برابری کی بنیاد پر ایسے روابط رکھنا جو افغانستان کے عوام کی ترقی اور خوشحالی کا سبب بنیں۔ بھارت اور امارت اسلامیہ افغانستان کے تعلق میں گرم جوشی بھارت کی طرف دکھائی گئی جس کا موقع اسے پاکستانی فوج کے امارت اسلامیہ کے ساتھ معاندانہ رویے کی بدولت ملا۔ نیز امارت کے بھارت سے تعلقات تجارتی ہیں نہ کہ نظریاتی تعلقات۔ اور کسی بھی اسلامی مملکت پر اسلام کفار سے تجارت کرنے پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتا۔ خود پاکستان کی اپنے قیام سے لے کر اب تک کئی جنگوں کے باوجود بھارت سے کھربوں روپے کی تجارت اعلانیہ ہوتی رہی ہے۔

اتنی سی بات پر پراپیگنڈہ کرنا پاکستانی فوج کی بدنیتی کے سوا کچھ نہیں۔ امارت اسلامیہ افغانستان ایک آزاد اور خود مختار حکومت ہے، پاکستانی فوج کی اس سے یہ توقع کہ اس کی خارجہ پالیسی ان سے پوچھ کر بنائی جائے گی کم عقلی اور خام خیالی کے سوا کچھ نہیں۔

ان سب باتوں کے علاوہ بھی دیگر کئی قسم کے جھوٹے اور بے بنیاد پراپیگنڈوں کی ایک بڑی عمارت پاکستانی فوج نے کھڑی کر رکھی ہے، مضمون کی مزید طوالت سے اجتناب کی خاطر سب کا رد ایک ہی مضمون میں ممکن نہیں، لیکن اخلاص کے ساتھ حق کی جستجو رکھنے والا کوئی بھی شخص حالیہ بھارتی وزیر اعظم کے صہیونی ناجائز قبضے کے دورے پر تقریر کی مصنوعی ذہانت سے بننے والی جعلی ویڈیو کے پراپیگنڈے کو نمونے کے طور پر دیکھ سکتا ہے جہاں صہیونی نیتن یاہو اور نریندر مودی دونوں کی تقاریر میں نقلی آواز ڈال کر یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی کہ گویا امیر المومنین ملا ہبیت اللہ اخونزادہ اور امارت اسلامیہ افغانستان کا اپنے قریبی دوست اور اتحادی کے طور پر ذکر کیا جا رہا ہے۔ جس پر بڑے بڑے شیوخ بھی اس جعل سازی کو نہ سمجھ پائے۔ جبکہ حقیقت میں حالیہ جنگ کے دوران امریکی صدر ٹرمپ کے پاکستانی فوج کے حق میں بیان نے ساری صورتحال واضح کر دی کہ دراصل یہ سب کس کے حکم سے ہو رہا ہے۔ اس لیے ہمیشہ امارت اسلامیہ افغانستان سے حسن ظن رکھیں اور پاکستانی افواج یا ان کے نمک خواروں کی حقیقت کھل جانے کے بعد ان پر کبھی بھروسہ نہ کریں۔

اس سب کے ساتھ جمعہ کو سورۃ کہف کی تلاوت اور صبح و شام کے مسنون اذکار کے علاوہ حفاظت کی مسنون دعاؤں کا اہتمام کر کے اللہ سے حق کی سمجھ بوجھ مانگتے رہا کریں۔ بے شک اللہ ہی کی استعانت سے ایسے فتنوں سے حفاظت ممکن ہے۔

☆☆☆☆☆

# نو آبادیاتی دور کی روایات پر کاربند کمشنر اور سول سروس افسران

اریب اطہر

ایبٹ آباد میں اسسٹنٹ کمشنر نے نمازِ جمعہ کے دوران مسجد کے قریب بازار میں پارک کی گئی ۲۷ گاڑیوں کے ٹائروں میں چاقو گھونپ دیے۔ فیس بک پر وائرل ویڈیو میں ملتان سے فیملی کے ہمراہ آنے والے ایک متاثرہ شخص نے بتایا کہ وہ سفر میں ہیں اور ۲۷ ہزار کا ایک ٹائر ہے۔ یہ کام تو ٹریفک پولیس کا ہے کہ وہ غلط پارکنگ پر جُرمانہ کرے۔ اب تک کمشنر حضرات اپنی پہچان ریڑھیاں الٹانے اور دکانیں سیل کرنے تک کے لیے بناپائے تھے، جسے سوشل میڈیا پر عرصہ دراز سے ہدفِ تنقید بنایا جاتا رہا ہے۔ پہلے ریڑھیاں ضبط کی جاتی تھیں تو اب بہت سی ویڈیو میں نظر آنے لگا ہے کہ ریڑھیوں کو موقع پر توڑا جاتا ہے اور ریڑھی پر موجود سامان ضائع کیا جاتا ہے۔ یہ کوئی اکا دکا واقعات بھی نہیں ہیں۔ عقل حیران ہے کہ کوئی کیسے اتنا پتھر دل ہو سکتا ہے۔

اسلام آباد سے ایڈووکیٹ حبیب کریم ایک کیس کے متعلق لکھتے ہیں:

”اسلام آباد رمنا تھانے کے بادشاہ حضور اسسٹنٹ کمشنر صاحب نے غریب مزدور ریڑھی بانوں کو ایک ایک لاکھ روپے کے مچلکے نہ جمع کرا سکنے پر چودہ روز کے لیے جوڈیشل کسٹڈی میں اڈیالہ جیل بھیج دیا۔ مجھے علی الصبح ریڑھی بان ایسوسی ایشن کے صدر نے آرڈر بھیجا۔ انہیں لے کر میں موصوف اسسٹنٹ کمشنر کے دفتر گیا۔ ان سے درخواست کی کہ جناب آپ کی ریٹ لسٹ ان کے پاس آپ کے عملے نے پہنچائی ہی نہیں تھی۔ اور نرخ نامے کے پہنچنے سے قبل ہی آپ نے نرخ نامہ آویزاں نہ کرنے کی پاداش میں انہیں گرفتار کیا اور ایک ایک لاکھ روپے کے ضمانتی مچلکے بھرنے کا آرڈر جاری کیا ہے۔ حضور، ان مزدوروں کے پاس ایک لاکھ روپے ہوتے تو یہ ریڑھی لگاتے؟ یہ تو ایک سال تک جیل میں پڑے رہیں مگر ایک لاکھ روپے جمع نہ کرا سکیں۔ رمضان کا مہینہ ہے۔ یہ ایک دن کام نہ کریں تو ان کے خاندان فاقہ کشی پہ مجبور ہو جائیں۔ لہٰذا، جناب مہربانی کریں اور شخصی ضمانت پہ انہیں رہا کر دیں۔ جس پر موصوف نے نہایت رعونت سے جواب دیا کہ ”میں نے ایک لاکھ روپے کا آرڈر بھی اسی لیے کیا ہے کہ یہ جیل سے باہر نہ آ سکیں۔ میں نے آرڈر کر دیا ہے۔ آپ جائیں چیلنج کریں۔ مجھ سے بات نہ کریں“۔ یہ ان اسسٹنٹ کمشنرز کا روز کا معمول ہے۔ نو آبادیاتی باقیات بیوروکریسی جوڈیشل اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے روزانہ سینکڑوں غریبوں، مزدوروں کی عزتِ نفس کو مجروح کرتی ہے۔ یہی اسسٹنٹ کمشنرز اکثر تو معمولی سے الزام پہ کسی ریڑھی بان کو گرفتار کر کے، سارے شواہد جانچ کر ایک ہی دن میں تین تین مہینے قید بامشقت کی سزا کے فیصلے سنا چکے ہیں۔ یہ بادشاہ سلامت نہ قانون کا علم رکھتے ہیں، نا اِن کا کوئی لیگل ایکومن ہے، اور نا ہی ان کے سینے میں دل ہوتا ہے۔ بجائے کہ ان سے تمام تر جوڈیشل اختیارات واپس لے لیے جائیں، وفاقی اور صوبائی حکومتیں اِنہیں آئے روز مزید عدالتی اختیارات دے رہی ہیں۔“

گزشتہ دسمبر میں پاکستان اور یورپی سرمایہ کاری بینک (EIB) نے کراچی کو صاف پانی کی فراہمی کے انتظام کو بہتر بنانے کے لیے ۲۰ ارب روپے (۶ کروڑ یورو) قرض کے لئے معاہدے پر دستخط کیے۔ صحافی فیض اللہ خان اپنے یوٹیوب چینل Faizyar digital میں اس سرمایہ کاری پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”اس بات کو چھوڑ دیتے ہیں کہ اس پراجیکٹ کے لیے ورلڈ بینک کتنا دے رہا ہے، صوبائی اور وفاقی حکومت کتنا دے رہی ہے، سارا حساب جوڑیں گے تو کیلکولیٹر عاجز آ جائے گا۔ ۲۰ ارب میں ہو گا کیا؟ اصل مزے بیوروکریسی کے ہونے والے ہیں۔ نئے دفاتر بنیں گے، نئی گاڑیاں، نئے آئی فون اور گیجٹس، ان کی بیگمات کے مزے، ان کے بچوں کے مزے، ان کی شاپنگز، ان کے بھائی وغیرہ پلاٹ بھی لے لیں گے۔ اس طرح یہ بیس ارب ملکی معیشت میں اہم کردار ادا کرنے جا رہے ہیں۔

......پاکستان کے عدالتی نظام میں کسی پر کرپشن ثابت کرنا ایسے ہی ہے جیسے اونٹ کو رکشے میں بٹھانا (سوائے ان کیسز کے جہاں نیب اور دیگر اداروں کے مقاصد سیاسی ہوتے ہیں اور حکومت اور اسٹیبلشمنٹ کے مخالفین کو انتقامی کارروائی کا نشانہ بنانا مقصود ہو)۔“

وزیر دفاع خواجہ آصف کا کہنا ہے:

”وطن عزیز کی آدھی سے زیادہ بیوروکریسی پرتگال میں پراپرٹی لے چکی ہے اور شہریت لینے کی تیاری کر رہی ہے۔ اور یہ نامی گرامی بیوروکریٹس ہیں۔ مگر مچھ اربوں روپے کھا کے آرام سے ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ بزدار کا ایک قریب ترین بیوروکریٹ بیٹیوں کی شادی پر چار ارب صرف سلامی وصول کر چکا ہے اور آرام سے ریٹائرمنٹ کی زندگی

> گزار رہا ہے۔ سیاستدان تو ان کا بچا کھچا کھاتے اور چولیں مارتے ہیں، نہ پلاٹ نہ غیر ملکی شہریت، کیونکہ الیکشن لڑنا ہوتا ہے۔ پاک سرزمین کو یہ بیوروکریسی پلید کر رہی ہے۔‘‘

یہاں یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ پاکستانی عوام کا خون اور ہڈیاں تک نچوڑنے والے بیوروکریٹس کیا ملٹری اسٹیبلشمنٹ سے بھی زیادہ طاقتور ہیں؟ یا بیوروکریٹس کٹھ پتلی سیاستدانوں کی مانند اس ڈیپ سٹیٹ ہائبرڈ نظام میں سیاستدانوں اور ملٹری اسٹبلشمنٹ کی خدمت گزاری کے صلے میں ہی بلاخوف یہ لوٹ مار کرتے ہیں؟

پاکستان کی بیوروکریسی کی ساخت اور خرابیوں کو سمجھنے کے لیے اس کی تاریخ جاننا ضروری ہے۔ بیوروکریسی کی جڑیں برطانوی نوآبادیاتی دور میں پیوست ہیں، جہاں انڈین سول سروس (ICS) کو ہندوستان پر حکمرانی اور کنٹرول کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ اس نظام کی بنیاد عوام کی خدمت کے بجائے اقتدار اور کنٹرول پر رکھی گئی تھی جیسا کہ مختلف مصنفین اور دانشوروں نے بیان کیا ہے۔ مثال کے طور پر، رالف برائبانٹی (Ralph Braibanti) اپنی کتاب "Research on the Bureaucracy of Pakistan" (۱۹۶۶ء) میں لکھتا ہے کہ یہ نظام نوآبادیاتی حکمرانی کا تسلسل تھا، جہاں بیوروکریٹس کو سیاسی عمل میں مرکزی کردار دیا گیا تھا۔

لارنس زائرنگ (Lawrence Ziring) نے "The Pakistan Bureaucracy" (۱۹۷۴ء) میں بیان کیا ہے کہ برطانوی ICS نے پاکستان کو ایک ایسا انتظامی ڈھانچہ دیا جو سیاسی اداروں سے زیادہ مضبوط تھا، جو نوآبادیاتی میراث کی وجہ سے تھا۔

چارلس ایچ کینیڈی (Charles H. Kennedy) نے "Bureaucracy in Pakistan" (۱۹۸۷ء) میں لکھا کہ یہ نظام پاکستان کی سیاسی تاریخ کے تناظر میں سمجھا جانا چاہیے، جو برطانوی راج سے ورثے میں ملا۔

مورخین اور دانشور متفق ہیں کہ نوآبادیاتی بیوروکریسی کا مقصد آبادی کو کنٹرول کرنا تھا، نہ کہ اقتصادی ترقی یا خدمت فراہم کرنا۔

قیام پاکستان کے بعد، بیوروکریسی نے نوآبادیاتی ڈھانچے کو برقرار رکھا اور ابتدائی سالوں میں یہ سیاسی اداروں سے زیادہ غالب رہی۔ ایوب خان کے دور (۱۹۵۸ء-۱۹۶۹ء) میں بیوروکریسی کو مزید طاقتور بنایا گیا، لیکن یہ نوآبادیاتی طرز کی ہی رہی۔

خالد بن سید کے مطابق ایوب خان کا سیاسی نظام درحقیقت بیوروکریٹک تھا، نہ کہ سیاسی۔ بیوروکریسی کو عوام کے سیاسی استحصال کے لیے استعمال کیا گیا تاکہ ایوب خان کی طاقت کو برقرار رکھا جائے اور معاشی استحصال کے لیے مفاد پرست طبقات کی حفاظت کی جائے۔ ان کے مطابق، بیوروکریسی نے کمزور سیاسی قیادت کے خلا کو پر کیا، خود کو سیاسی بنا لیا اور سیاستدانوں کو جدیدیت کی راہ میں رکاوٹ سمجھا۔ فوجی بیوروکریٹک اشرافیہ نے مخالفین کو کچلنے کے لیے آمرانہ اقدامات کیے، جو اختیارات کے ناجائز استعمال کی ایک واضح مثال تھی۔ مزید برآں، ایوب خان نے فوج اور بیوروکریسی کے کردار کو وسعت دی، صوبائی خودمختاری کو ختم کیا اور فیصلہ سازی کو صدر اور اس کے مشیروں تک محدود رکھا، جو نوآبادیاتی مرکزیت کی عکاسی کرتا تھا۔[1]

الہان نیاز استدلال کرتے ہیں کہ ۱۹۶۰ء کی دہائی میں ترقیاتی اخراجات میں اضافہ اور سول افسران کی طرف سے مقامی حکومتوں کی ہیرا پھیری نے ایوب خان کی فوجی حکومت کو جائز قرار دینے میں مدد دی، جو کرپشن کی سطح میں نمایاں اضافے کا سبب بنا۔ بیوروکریسی نے روزمرہ امور کے لیے حکومت کو عوامی مزاج سے الگ تھلگ رکھا، جو نوآبادیاتی طرز کے انتظامی کنٹرول کی یاد دلاتا ہے۔ یہ نظام اشرافیہ کی معاشی پالیسیوں کو سپورٹ کرتا تھا جو ترقی کو منصفانہ تقسیم پر ترجیح دیتا تھا، اور اختیارات کے ناجائز استعمال کو فروغ دیتا تھا۔[2]

ذوالفقار علی بھٹو نے بیوروکریسی میں سیاسی بھرتیوں کو پروموٹ کیا، جس نے بیوروکریسی کی کرپشن میں مزید اضافہ کیا۔ پاکستان پیپلز پارٹی بھٹو کی اس روایت کو آج بھی زندہ رکھے ہوئے ہے۔ اگر آج پاکستان کے چاروں صوبوں میں بیوروکریسی کی کرپشن کا مقابلہ ہو تو سندھ سب سے آگے ہی ہو گا۔ ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کی سال ۲۰۲۵ء کے سروے کے مطابق سندھ میں رشوت دینے کی شرح سب سے زیادہ ہے (۴۶٪ لوگوں نے پبلک سروسز تک رسائی کے لیے رشوت دی)، پھر پنجاب (۳۹٪)، بلوچستان (۳۱٪)، اور خیبر پختونخوا (۲۰٪)۔ یہاں سندھ واضح طور پر آگے ہے، جو بیوروکریسی کی کرپشن کی ایک اہم علامت ہے۔

پاکستان میں ان دنوں سنٹرل سپیریئر سروسز (CSS) امتحان پاس کرنے کے بعد، کامیاب امیدواروں کو پروبیشنری آفیسرز کے طور پر اپائنٹ کیا جاتا ہے اور ان کی تربیت شروع ہوتی ہے۔ یہ تربیت دو مراحل میں تقسیم ہے: کامن ٹریننگ پروگرام (CTP) اور اسپیشلائزڈ ٹریننگ پروگرام (STP)۔ تربیت کا کل وقت عام طور پر ۱۸ سے ۲۴ مہینے ہوتا ہے۔ CTP سول سروسز اکیڈمی (CSA) لاہور میں ہوتا ہے اور اس کی مدت ۶ سے ۹ مہینے ہوتی ہے اس کے بعد STP متعلقہ گروپ کی مخصوص اکیڈمیز میں ہوتا ہے، جو ۹ سے ۱۲ مہینے کا ہوتا ہے۔ یہ پورا عرصہ پروبیشن پیریڈ کا حصہ ہوتا ہے، جو ۲ سال کا ہے۔ تربیت مکمل ہونے کے فوراً بعد امیدواروں کی پوسٹنگز کی جاتی ہیں، جہاں وہ BS-17 گریڈ کے آفیسرز کے طور پر ڈیوٹی شروع کرتے ہیں (انڈر ٹریننگ کے طور پر)۔

پاکستان کی سول سروس (خاص طور پر PAS، PSP، FSP وغیرہ) میں ریٹائرڈ یا سابق فوجی افسران کی انڈکشن کا عمل الگ سے ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ افسران CSS کے مکمل تحریری امتحان سے مستثنیٰ ہوتے ہیں اور انہیں بائی پاس کر کے نفسیاتی جائزہ

---

[1] Politics in Pakistan; The nature and direction of change Page 55 & 70

[2] Corruption and the Bureaucratic Elite in Pakistan, Ilhan Niaz

(Psychological Assessment) اور انٹرویو (Viva Voce) کے ذریعے منتخب کیا جاتا ہے۔ یہ ۱۰ فیصد کوٹہ کے تحت ہوتا ہے جو مسلح افواج کے افسران کے لیے آسان راستہ ہے، اور یہ عمل ۱۹۸۰ء کی دہائی سے چلا آرہا ہے۔ تربیت کے حوالے سے، یہ افسران CSS کے ذریعے آنے والے افسران کی طرح دو سالہ مکمل ٹریننگ (CTP اور STP) سے نہیں گزرتے۔ بلکہ ان کی انڈکشن براہ راست ہوتی ہے۔ یہ امتحان اور ٹریننگ کو بائی پاس کرکے عہدوں پر تعینات کیے جاتے ہیں۔ یہ عمل کئی دہائیوں سے جاری ہے اور اس پر تنقید بھی کی جاتی رہی ہے کہ یہ میرٹ کی خلاف ورزی ہے۔

اسد علی طور لکھتے ہیں:

”پاکستان کی سول سروس اکیڈمی جتنا کوڑا پیدا کر رہی ہے اُس کے تعفن سے پورے مُلک کا سانس لینا مُشکل ہوتا جارہا ہے اور پھر روز یہ سی ایس ایس یافتہ جاہل اپنی چھچھوری ٹِک ٹاک وڈیوز سے قوم کے زخموں پر نمک بھی چھڑکتے ہیں!“

ایک اور جگہ CSS اور PSP افسران پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ افسران ٹیکس پیئرز کی تنخواہوں پر پروٹوکول اور گاڑیاں استعمال کرتے ہیں مگر عوام کے بیٹوں کی زندگیاں برباد کرتے ہیں، جو شرمناک ہے۔“

حسن خاور لکھتے ہیں کہ عوام کا خیال ہے کہ سول سروس کرپٹ ہے، غیر جوابدہی، بے حسی، اشرافیہ اور تکبر کی ثقافت کو فروغ دیتی ہے، اور افسران کو حد سے زیادہ مراعات حاصل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بیوروکریسی پر اشرافیہ کا الزام بے بنیاد نہیں ہے، اور یہ برطانوی راج کی ”افسر شاہی“ کی یاد دلاتی ہے جہاں سینئر افسران کے کمروں کے باہر سرخ اور سبز لائٹس لگی ہوتی تھیں۔ ڈان اخبار میں ایک مضمون میں بیان کیا گیا ہے کہ بیوروکریسی، بشمول ڈسٹرکٹ کمشنرز سے لے کر میونسپل افسران تک، اختیارات کو ذاتی فائدے کے لیے استعمال کرتی ہے اور خود کو بادشاہ سمجھتی ہے، جبکہ ریٹائرمنٹ کے بعد پنشن کی بھیک مانگتی ہے۔ یہ رویہ خود غرضی، nepotism اور کرونیزم کو فروغ دیتا ہے۔ ایکسپریس ٹریبیون میں ایک آرٹیکل میں پاکستان کے پبلک سیکٹر کے تکبر کی جڑوں کو نوآبادیاتی دور سے جوڑا گیا ہے، جہاں سرکاری افسران عوام کو غلام سمجھتے تھے۔ مصنف کہتے ہیں کہ یہ تکبر آج بھی جاری ہے، اور سرکاری ”خدمت گزار“ عوام کو حقیر سمجھتے ہیں۔ ڈان میں ایک اور جگہ تنقید میں CSS افسران کے متکبرانہ اور توہین آمیز رویے کی نشاندہی کی گئی ہے، جہاں وہ عام آدمی اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ بدتمیزی کرتے ہیں۔ مصنف پوچھتے ہیں کہ CSA میں انہیں ایسا سخت رویہ کیوں سکھایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سید فیصل بخاری نے CSS امیدواروں کے سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر دکھاوے کو تنقید کا نشانہ بنایا، جو عوام کو سول سروس سے مزید دور کرتا ہے۔

بیوروکریسی نے کرپشن، اختیارات کے ناجائز استعمال، سیاسی و فوجی قیادت کی ہر دور میں سہولت کاری کے ساتھ ان کے مظالم میں بھرپور ہاتھ بٹایا ہے۔ حال ہی میں پاکستان افغان جنگ و کشیدگی کے دوران کے پی کے میں افغان مہاجرین کی پکڑ دھکڑ کے لیے سرکاری مشینری کو جس بے رحم طریقے سے استعمال کیا گیا یہ پی ٹی ایم اور دیگر قوم پرست گروہوں کے لیے غور و فکر کا مقام ہونا چاہیے، کیونکہ اس ظلم کے عمل درآمد میں جو لوگ شامل ہیں وہ سارے آپ کے ہم وطن، ہم قبیلہ اور ہم زبان ہی ہیں۔ دوسری بات یہ کہ بیوروکریسی میں جو ظلم نہیں بھی کر رہے یا رشوت نہیں لیتے تب بھی اس بھاری بھرکم نظام میں شامل افراد کو جو مراعات دی جاتی ہیں، جو آسائشیں فراہم کی جاتی ہیں کیا قرضوں میں ڈوبا یہ ملک اس کا متحمل ہو سکتا ہے؟ کیا اس نظام کا موازنہ امارت اسلامیہ افغانستان کے نظام سے نہیں ہونا چاہیے کہ وہاں پانی، بجلی، توانائی اور دیگر عوامی نوعیت کے اداروں میں کام کرنے والے افراد کی تنخواہیں کیا ہیں اور ان کی کارکردگی کیا ہے؟ اور سب سے بڑھ کر ان کی طرز زندگی کیا ہے؟ پاکستان میں قدرتی آفات سے نمٹنے کے ادارے میں جرنیل بٹھا رکھے ہیں۔ ایک جرنیل پاکستانی قوم کو کتنے میں پڑتا ہے یہ الگ، اور وہ ادارہ جو بجٹ لیتا ہے وہ الگ، اور حالت یہ ہے کہ قدرتی آفت ہو یا کوئی بڑا حادثہ یہ ادارے ریسکیو جیسی بنیادی سروس دینے میں ناکام رہتے ہیں۔ حال ہی میں کراچی میں گل پلازہ میں لگنے والی آگ اس کی واضح مثال ہے۔ کرکٹ میچ کے دوران پچ سکھانے کے لیے ہیلی کاپٹر کا استعمال تو ہو سکتا ہے، اپنی ہی عوام پر بمباری کے لیے بھی یا تفریحی دوروں کے لیے بھی، لیکن ریسکیو کے لیے نہیں۔ جبکہ افغانستان میں سیلاب، قدرتی آفات یا حادثوں میں سول و عسکری انتظامیہ کس طرح فوری حرکت میں آتی ہے یہ تو سب ہی کے سامنے ہے۔

## بقیہ: افغاں سے محبت مری ایماں کے لیے ہے!

پھر اگر افغان اشرف غنی ہو تو ہمیں اس سے نفرت ہے اور ننگِ دین و ملت باجوہ و عاصم منیر ہوں تو وہ بھی ویسی ہی نفرت کے مستحق ہیں۔

جیسے افغانستان بھارت کا ایجنٹ نہیں ہے ویسے ہی پاکستان بھی اسرائیل ثانی نہیں ہے۔ مومن افغان ہو یا پنجابی عدل کا دامن کبھی نہیں چھوڑتا۔ دونوں کو اللہ اپنی شریعت کا اتباع اور شریعت کے نفاذ کا حکم دے رہا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُواْ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُواْ ۚ ٱعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ○ (سورۃ المآئدۃ: ۸)

”اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کیا کرو، یہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ سے ڈرو، یقین جانو کہ اللہ تمہارے کاموں سے خوب واقف ہے۔“

# گستاخیوں (Blasphemy) کا بڑھتا رجحان

سمیّہ مہند

امت مسلمہ کی بے بسی پر غیروں سے کیوں گلہ کریں، یہاں تو خود اپنے ہی خوابِ خرگوش میں مبتلا ہیں، عام تو عام دیندار طبقہ بھی خاموشی اور صبر کا لیبل لگائے ہوئے ہے، الا ماشاء اللہ۔ مسلمانوں میں یہ سوچ خوب پروان چڑھی ہے یا یوں کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ باقاعدہ چڑھائی گئی ہے، کہ اسلام امن کا مذہب ہے، ان الله مع الصابرين، یا ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔

جی ہاں! بات کچھ یوں ہی ہے کہ امن و سلامتی کا جتنا درس اسلام نے دیا روئے زمین پر کسی اور مذہب نے نہیں دیا، دین اسلام جھگڑا کرنا تو دور گالم گلوچ و بدزبانی سے بھی روکتا ہے لیکن جہاں قتل کا حکم آجائے وہاں امن کا نعرہ کھوکھلا پڑ جاتا ہے، جہاں اشداء على الكفار کا حکم ہو وہاں صبر گناہِ عظیم بن جاتا ہے اور جہاں فضرب الرقاب کی شرائط مکمل ہوں وہاں رحم عذاب بن جاتا ہے۔

آج امت مسلمہ ایک عجیب دور کا شکار ہے جہاں وہ خود اپنی تو اپنی، مقدس ہستیوں کا دفاع کرنے کے بھی قابل نہ رہی، ''گستاخ رسول ﷺ کی ایک ہی سزا، سر تن سے جدا سر تن سے جدا'' کے نعروں سے زبانوں کو تو مزین کیا مگر عمل میں لانے سے پیچھے ہٹ گئی۔

پوری دنیا میں آزادیٔ اظہارِ رائے کے نام پر دینِ اسلام کا خوب تماشا بنایا گیا کبھی فلم، کبھی ڈرامہ تو کبھی خاکہ بنایا حتیٰ کہ کارٹون ڈے تک منائے گئے۔ بات یہاں بھی محدود نہیں رہی پہلے گستاخی کے واقعات کے متعلق معلوم ہوتا تھا کہ یہ گستاخی فلاں ملحد، کافر، مشرک، صیہونی یا صلیبی کے ہاتھوں ہوئی ہے مگر آج وہ دور ہے کہ وہ لوگ جو کلمہ گو ہیں، خود کو مسلمان گردانتے ہیں، وہی بدترین گستاخی کے مرتکب ہیں۔

اے خاصۂ خاصانِ رسلؐ وقتِ دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

ملک پاکستان میں گستاخیوں (Blasphemy) کے واقعات زور شور سے ہو رہے ہیں مگر مسلمانانِ پاکستان نے نہ ان سے واقف ہونا چاہا اور نہ ہی شاید ان کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ ان سے واقف ہوں۔ اور جو واقف تھے وہ بے بسی کے عالم میں پریشان حال رہے۔ حال ہی میں پاکستان میں توہینِ رسالت ﷺ، توہین مذہب، توہین امہات المومنین، توہین اہل بیت، توہین قرآن و توہین اصحاب کے کیس سامنے آئے۔ اور یہ باب کچھ برس پہلے ہی کھلا، اور پاکستان میں ایک نئی قسم کی بلاس فیمی متعارف ہوئی جیسے پورنوگرافک بلاس فیمی کہا جاتا ہے۔ اسے ہم 'بھینسا' اور 'موچا' جیسے بدنام زمانہ گستاخ گروپ کا نیا روپ بھی کہہ سکتے ہیں۔

یہ گستاخیاں سوشل میڈیا پر کی گئیں اور ان کی تعداد لاکھوں میں ہے۔

چالیس سے زائد قران پاک برآمد ہوئے اور وہ FIA کی تحویل میں اب بھی موجود ہیں۔ اور ان کی بھی DNA رپورٹ میچ ہو گئی۔ FIA کے پاس چار سو سے اوپر پورنوگرافک بلاس فیمی کیس درج کیے گئے ہیں۔

بطور مثال ایک کیس مع وضاحت پیشِ خدمت ہے تاکہ اس معاملے کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

| | |
|---|---|
| وٹس ایپ نمبر: | ۰۳۴۴۵۹۵۵۹۸۲ |
| استعمال کرنے والا ملزم: | دلاور التمش سہیل ولد رضوان سہیل |
| گرفتاری کی تاریخ: | ۲۳ فروری ۲۰۲۴ء |
| ملزم سے ملنے والا موبائل بمع سمز: | Redmi Note 9s |

تفتیش کے دوران ملزم نے اپنے گھناؤنے فعل کا اعتراف کیا اور بتایا کہ اس کے گھر میں ایک قرآن پاک اور جائے نماز بھی موجود ہے جن کو استعمال کر کے ملزم نازیبا حرکات کرتا تھا۔

دوران تفتیش ملزم سے برآمد کیے جانے والے موبائل فون کی ٹیکنیکل رپورٹ کے مطابق ملزم کے موبائل فون میں موجود موبائل سم نمبر ۰۳۴۴۵۹۵۵۹۸۲ پر رجسٹرڈ وٹس ایپ نمبر سے مختلف اوقات میں متعدد بار توہین رسالت ﷺ، توہین قرآن، توہین مذہب پر مبنی گستاخانہ مواد شیئر کیا گیا۔

ٹیکنیکل رپورٹ کے مطابق ملزم "Mazhabi Bhai" نامی وٹس ایپ گروپ کا بانی اور ایڈمن تھا اور اس نے بہت سے لوگوں کو اس گروپ میں ایڈ کیا۔

اس وٹس ایپ گروپ میں دلاور التمش سہیل سمیت دیگر لوگوں نے توہین آمیز مذہبی گستاخی کا مواد متعدد مرتبہ شیئر کیا۔[1]

یہ کوئی فرضی بات نہیں نا یہ نام پتہ یا دیگر معلومات جعلی ہیں۔ یہ سب حقیقت پر مبنی باتیں ہیں۔ یہ بلاس فیمی ایک منظم طریقہ سے کی جا رہی ہے اور اب تک کی جاتی ہے۔ اس کیس کے ملزمان کے لیے انٹرنیشنل لیول پر وکلاء بھی کیے گئے اور ان گستاخوں کو بچانے کے لیے عالمی سطح پر کوششیں ہو رہی ہیں۔ یہ کوششیں صرف وکلاء کروا دینے اور انکی ضمانتوں تک محدود نہیں بلکہ بدنام زمانہ دجالی میڈیا بی بی سی بھی اس میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔

بی بی سی نے اس حوالے سے جو دجل پھیلایا وہ ملاحظہ ہو:

[1] تھانہ سائبر کرائم رپورٹنگ سینٹر

”عثمان اس وقت اڈیالہ جیل میں قید ہے اور ان کی والدہ کا دعویٰ ہے کہ انہیں ایک خاتون نے اس مقدمے میں باضابطہ طور پر پھنسایا جن سے ان کا تعارف سوشل میڈیا پر ہوا، ان کے بیٹے نے انہیں بتایا کہ اس لڑکی نے خود ان سے فیس بک پر رابطہ کیا اور وہیں بات ہونا شروع ہو گئی اور کچھ دنوں بعد واٹس ایپ پر بات کرنے لگے، ان کے بیٹے کو اسی خاتون نے واٹس ایپ گروپس میں ایڈ کیا جہاں پہلے تو معلوماتی پوسٹ آتی رہیں پھر بعد میں گروپ میں کچھ متنازع چیزیں آئیں جیسے دیکھ کر ان کے بیٹے نے واٹس ایپ گروپ ہی چھوڑ دیا۔ جب عثمان نے گروپ چھوڑا اور لڑکی سے رابطہ نہیں کیا تو پھر اس لڑکی نے عثمان سے بات نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو عثمان کے وجہ بتانے پر لڑکی نے صاف انکار کر دیا۔ لڑکی نے عثمان سے کہا کہ وہ ایسے پیغامات تو بھیجے تاکہ وہ دیکھ سکے کہ وہ کیا ہیں۔ اس کے بعد لڑکی نے عثمان کو ایک ریسٹورنٹ میں ملاقات کے لیے بلایا جہاں پہنچنے پر FIA نے توہین مذہب کے مقدمے میں گرفتار کر لیا۔“

یہ تھی ’بے چارے‘ عثمان کی کہانی جو بی بی سی نے پیش کی۔ ہر بار کی طرح یہ بھی ادھوری بات، اور حقائق سے منہ موڑتی بات!

اور یہ بات بھی واضح رہے کہ بی بی سی نے یہاں جو نام عثمان لیا ہے وہ ایک فرضی نام ہے اس لیے اس ملزم تک پہنچنے کے لیے بی بی سی کی ویب سائٹ پر مزید معلومات یہ ملیں کہ یہ دبئی کی ایک نجی کمپنی میں کام کرتا تھا اور ۲۰۲۴ء میں پاکستان آیا، اور یہ اڈیالہ جیل میں قید ہے۔ اللہ جزائے خیر دے ان لوگوں کو جنہوں نے اس عثمان کو ڈھونڈنے میں مدد کی اور تانے بانے جوڑ کر بتایا کہ اس کا حقیقت پر مبنی پہلو کیا ہے۔

| | |
|---|---|
| حقیقی نام: | جہانزیب |
| ان کے خلاف مدعی: | عثمان صدیقی صاحب |
| گرفتاری کی تاریخ: | ۱۷ اپریل ۲۰۲۴ء |
| الزام | بلاس فیمی گروپ ایڈ من، کانٹینٹ کریئٹر |
| نمبر: | ۰۳۰۷۸۶۵۰۸۹۲ ، ۹۲۱۵۶۲۵۳۷۳۱۱ ، ۹۲۱۵۶۱۴۹۷۷۹۹ |
| سوشل میڈیا اکاؤنٹس: | Syed fizan, fizan shah, fazi shah, Parvati devi, mehar begun, zakia shaguffta, dollfin doll |
| پلیٹ فارم: | فیس بک |
| بلاس فیمی کا طریقہ: | گروپ پوسٹنگ، پرسنل شیئرنگ، سٹوری رائٹنگ، کانٹینٹ کریئیشن |
| گروپس کے نام: | dharmic Mazhabi, Mazhabi randiya, darasage |
| ٹیکنیکل رپورٹ | ۴۳ صفحات پر مشتمل |
| فورینزک رپورٹ: | ۱۰۱ صفحات پر مشتمل [۲] |

مذکورہ بالا پیش کی گئی مکمل تفصیل پڑھ لینے کے بعد اس عثمان سے ”بیچارے اور مظلوم“ کا لیبل جسے لگانے کی بی بی سی کی خوب کوشش تھی، وہ تو ہٹ گیا۔ یہاں میں بی بی سی کی صحافت پر اشکال نہیں اٹھاؤں گی کیونکہ یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انہیں صحافت سے واقفیت شاید ہے ہی نہیں، جب ہی تو اتنے حساس معاملے میں ٹانگ اڑائی مگر منہ کی کھائی۔

اسی جہانزیب نے عدالت میں اپنی فورینزک رپورٹ کو چیلنج نہیں کیا بلکہ اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ مدعی نے پوچھا کہ اس نے بلاس فیمی کی، مدعی علیہ نے کہا جی کی ہے، معاملہ یہاں ختم ہو جانا چاہیے تھا مگر بی بی سی چونکہ اپنی قدیم عادت سے مجبور ہو کر درمیان میں آیا، اور آیا تو ایسا آیا کہ واقعہ کیا تھا، اس پر الزام کیا ہیں، عدالت میں کیا معاملہ پیش ہوا، سب بھولا دیا اور یاد رکھا تو اس ملزم کی والدہ کا دعویٰ!

اور اب یہ کہنا کہ یہ سب کچھ ایک گروپ کر رہا ہے جیسے ”بلاس فیمی بزنس گروپ“ باور کرایا جا رہا ہے، تو حقیقت یہی ہے کہ ایسا کوئی گروپ وجود ہی نہیں رکھتا، اور اگر رکھتا بھی ہے تو اس کے ہونے سے کیا یہ سارے ملزم بے گناہ ہو گئے؟ بلاس فیمی بزنس گروپ وجود رکھتا ہے یا نہیں مگر یہ بات تو بدیہی ہے کہ بلاس فیمی پروٹیکشن گروپ ضرور موجود ہے اور اندرون پاکستان اور بیرون پاکستان سے ملزمان کی مدد کی جا رہی ہے۔

اس کے لیے علاوہ پاکستان بھر میں ایسے سوشل میڈیا اکاؤنٹس اور بھی ہیں جو رسول ﷺ، صحابہ، اہل بیت، امہات المومنین، اور دیگر مقدس ہستیوں و مقامات کی گستاخیوں میں مبتلا ہے۔ ابھی تک پاکستان سے چار لاکھ ایسے اکاؤنٹس، جو توہین آمیز مواد پھیلاتے تھے، دریافت ہو چکے ہیں۔[۳] وہ اکاؤنٹس نہایت نازیبا الفاظ، ویڈیوز اور تصاویر گستاخیوں کے لیے استعمال کرتے تھے۔

اب ان گستاخوں کا کرنا کیا ہے؟

قرآن مجید نے گستاخ رسول کی سزا قتل تجویز کی، پھر آقا ﷺ نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ جب کبھی ناموس پر محلہ ہوا تو تحفظ رسالت ﷺ کے پروانے کبھی محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن کر سامنے آئے تو کبھی ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن کر۔

چاروں مذاہب حنفیہ، شافعیہ حنابلہ اور مالکیہ اس بات پر متفق ہیں کہ گستاخ رسول ﷺ کو قتل کیا جائے گا، اور شعائر اسلام کا تمسخر کرنے والے کو بد سے بدتر سزا دی جائے گی، امام

[۲] Brief of FIR no : 63 / 24

[۳] Ministry of Information and Broadcasting

مالک ؒ سے جب گستاخ رسول ﷺ کے متعلق فتویٰ طلب کیا گیا تو اس فتویٰ میں یہ بھی لکھا گیا کہ قتل کے بعد اس کی لاش کو جلا دیا جائے، یقیناً گستاخ اسی بات کا مستحق ہے۔[۴]

مشہور و معروف و معتبر اہلِ حدیث عالم علامہ وحید الزمان بھی یہ فرماتے ہیں کہ کسی نبی کی تحقیر یا توہین کفر ہے۔[۵]

فتاوی دار العلوم دیوبند میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی طرف فواحش کی نسبت کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ کفر ہے کیونکہ یہ چیز انہیں گالی دینے اور توہین و تحقیر کے برابر ہے۔[۶]

حکیم الامت حضرت تھانوی ؒ لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی اور اہانت کفر ہے۔[۷]

امام ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو اس وقت معاف کیا جاتا تھا جب اسلام کمزور تھا اور تالیف قلب کی ضرورت تھی لیکن بعد میں خود رسول اللہ ﷺ نے معافی کو موقوف فرما دیا تھا۔ اب یہ حق کسی امتی کو نہیں کہ وہ گستاخ رسول ﷺ کو معاف کر سکے۔[۸]

یہ مسئلہ اختلافی مسئلہ تو نہیں۔ سب اس بات پر متفق ہیں کہ گستاخ رسول ﷺ کی سزا قتل ہے، مگر ہم ارض پاکستان کے باسی بد قسمتی سے ایسی کھوکھلی جمہوریت کے زیر سایہ ہیں جو اندر سے فوجی آمریت ہے، اب اس طاغوت و صنم اکبر کے سامنے اسلام و شعائر اسلام کا دفاع کیسے ممکن ہے؟ جس نظام کے کارندے خود گستاخ ہوں یا گستاخوں کے حمایتی وہ کیسے ان گستاخوں کو انجام تک پہنچا سکتے ہیں؟ جس نظام نے پہلے آزادی اظہار رائے کے نام پر گستاخی کرنے کی کھلی چھوٹ دی مگر پھر دفع ۲۹۵ بنا کر یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ یہ آزادی اظہار رائے مقید ہے، اسلام کو یا شعائر اسلام کے متعلق کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ پھر اس ۲۹۵ کے بے کو کھڑا کر کے اہل اسلام کو اور عشاق رسول ﷺ کو اسے پوجنے پر مجبور کیا۔ مگر یہ کوشش رائیگاں گئی، من وجہ اگر کامیاب ہوئی تو معاملہ یہ ہوا کہ عشاق نے ایف آئی آر کٹوائی، FIA اور NCCIA میں شکایتیں بھجوائیں، زبردستی بیدار کرنے کی کوشش کی مگر وہ الحاد کی گولیاں کھا کر سو رہے تھے، غنودگی کے عالم میں اٹھے، ظاہر کیا کہ ہم تو گرفتاریاں کر رہے ہیں، ہر معاملے میں تمہارے ساتھ ہیں مگر پس پردہ جو افراد پورنوگرافک بلاس فیمی کو سمجھ چکے تھے اور ان کے لیے ملزمان کی رپورٹ نکالنا آسان ہو گیا تھا ان سے اداروں کو خالی کرنا شروع کر دیا۔

عدالتی کارروائیاں اپنی ایک حیثیت رکھتی ہیں، اور یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ عدالت نے ناموس کے لیے کھڑے ہونے والے وکلاء کے ساتھ کیسا تحقیر آمیز سلوک کیا۔ چلو یہ سلوک برداشت کر ہی لیتے اگر قتل کی سزا سننے کو ملتی مگر:

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

جج کا ایک جملہ کافی ہے حقیقت عیاں کرنے کے لیے، جج نے بائیسویں ساعت پر کہا کہ فیصلہ تو میں نے ساتویں ہی پر سوچ لیا تھا کہ کیا دینا ہے۔ واہ! فیصلہ تو جب ہوتا ہے جب دونوں فریقین کو سن لیا ہو، یہاں فیصلہ گستاخوں کو سننے کے بعد ہی ہو چکا تھا۔

یاد رکھیں! دفع ۲۹۵ اب وہ بوسیدہ لاش بن چکی ہے جس سے گستاخیوں کی بو آتی ہے، جس میں گستاخوں کی ضمانتوں اور انہیں بیرون ملک بھیج دینے کے کیڑے لگ چکے ہیں۔ اگر اس کا سد باب کرنا ہی ہے تو لائحہ عمل وہ نہیں جو انجینئر محمد علی مرزا نے یا اس جیسے دیگر گمراہ لوگوں نے پیش کیا کہ گستاخ سے پوچھو کہ کس نیت سے گستاخی کی، اگر غلطی کا اعتراف کر لے تو فی امان اللہ۔ نہیں ہرگز نہیں! یہ لائحہ عمل نہیں بلکہ لائحہ تو وہی قابل قبول ہے جو آقا ﷺ نے قولاً بتایا اور عملاً کر کے دکھایا کہ حرمت رسول ﷺ حرمت کعبہ سے بڑھ کر ہے، مگر آج کیا ہوا کہ حرمتِ عدالت، حرمت آئین اور حرمت قانون حرمت رسول ﷺ سے افضل ہو گئی؟ کہ گستاخ مصطفیٰ ﷺ اگر کعبہ کے پردوں میں لپٹا ہے تو سزا قتل مگر عدالت میں ہے تو امان؟ جب کہ وہ خود اعتراف جرم کر چکا ہے۔

ہاں لائحہ عمل وہی ہے جو محمد بن مسلمہ ؓ نے کعب بن اشرف کے ساتھ کیا، عبد اللہ بن عتیک ؓ نے ابو رافع کے ساتھ کیا، سالم بن عمیر ؓ نے ابو عفک کے ساتھ کیا اور عمیر بن عدی ؓ نے عصماء بنت مروان کے ساتھ کیا۔

اس حقیقت سے نظریں نہ چرائیں کہ پاکستان میں ابھی تک کسی گستاخ کو حکومت یا عدالت نے سزائے موت دی ہی نہیں۔ ہاں وہ سزا سناتے ہیں ہمیں خوش کرنے کے لیے مگر پھر آسیہ اور عنیقہ کی طرح باحفاظت کہیں بھیج دیتے ہیں۔

کبھی کبھی تو خیال آتا ہے کہ سورت الحجرات کی یہ آیت ہم جیسوں ہی کے لیے نازل ہوئی:

قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

(سورۃ الحجرات: ۱۴)

”ان سے کہو کہ تم ایمان تو نہیں لائے، البتہ یہ کہو کہ ہم تسلیم ہو گئے ہیں، اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔“

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۰ پر)

[۴] الشفاء

[۵] حاشیہ سنن ابن ماجہ، مترجم علامہ وحید الزمان

[۶] فتاوی دار العلوم دیوبند

[۷] امداد الفتاوی

[۸] الصارم المسلول

# دھوکے آج تک میں کھا رہا ہوں!

محمد طارق ڈار شوپیانی

قرآنِ کریم ہم سب پڑھتے ہیں، مگر ہمارا مزاج ایسا بن چکا ہے کہ ہم دین کو اپنی پسند اور خواہش کے مطابق قبول کرتے ہیں، جہاں حکم ہمارے نفس کو موافق ہو، وہاں سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں، اور جہاں آزمائش، قربانی یا مشقت ہو، وہاں تاویلات اور بہانے تلاش کرنے لگتے ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (سورۃ البقرۃ:۱۸۳)

”تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔“

یہ حکم ہم سب قبول کرتے ہیں، شوق سے روزے رکھتے ہیں، اس کی فضیلتیں بیان کرتے ہیں۔ مگر اسی سورہ میں آگے فرمایا گیا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ (سورۃ البقرۃ:۲۱۶)

”تم پر قتال فرض کیا گیا۔“

تو یہاں قدم ڈگمگانے لگتے ہیں، دلوں میں ہچکچاہٹ پیدا ہوتی ہے، اور ہم پہلو تہی اختیار کرنے لگتے ہیں۔

حالانکہ ہم ایسے نہ تھے۔ ہماری تاریخ گواہ ہے، مگر باطل کی سازشوں، مادہ پرستی، اور وہن (دنیا کی محبت اور موت کے خوف) نے ہمیں کمزور کر دیا ہے، ہم سہولت کے دین کے عادی ہو گئے ہیں، آزمائش کے دین سے گھبرانے لگے ہیں۔

لیکن ہر دور میں اللہ کے وہ بندے موجود ہوتے ہیں جن کا ایمان راسخ ہوتا ہے، وہ احکامِ الٰہی کو چن چن کر نہیں مانتے، بلکہ پورے خلوص اور استقامت کے ساتھ ان کی تکمیل کرتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک دین خواہش نہیں، امانت ہے۔ ان ہی احکامِ الٰہیہ یعنی قتال اور ہجرت پر عمل کرنے والے ہمارے بھائی، سیف اللہ، فرمان، باشا، معاویہ، عادل، مطابر رحمہم اللہ تھے۔

۲۲ فروری ۲۰۲۶ء، بمطابق پنجم رمضان المبارک ۱۴۴۷ ہجری: کشتواڑ کے علاقے چھترو میں تین اللہ کے سپاہیوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ آیئے، آج ان کے تذکرے سے اپنے قلوب کو منوّر کریں۔

یہ جانباز مجاہدین سال اپریل رمئی ۲۰۲۴ء میں ایل او سی عبور کر کے وادی میں داخل ہوئے تھے اور تب سے تادمِ شہادت مسلسل ہندو فوج سے نبرد آزما رہے۔

سرحد کے پار جا کر، خونِ جگر جلا کر
اس دین کے علم کو اونچا کیا جو ہم نے

ان کی داستان بھی کچھ ایسی ہی تھی کہ ایل او سی پار کر کے، ان دشوار گزار راستوں سے گزر کر وہ وادی میں داخل ہوئے۔ ان بھائیوں نے اپنے والدین کی شفقت، اپنے پیاروں کی محبت اور زندگی کی تمام تر آسائشوں کو قربان کر کے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، یہ پہلے نہیں تھے اور ان شاء اللہ آخری بھی نہیں ہوں گے، لیکن کچھ لوگ اپنی داستانیں رقم کر جاتے ہیں، یہ عظیم مجاہدین اس وقت وادی میں آئے جب کفر کا بول بالا ہے، جب حق کمزور ہو چکا ہے اور بد قسمتی سے بہت سے لوگ بھٹک چکے تھے۔ ان کی قربانیوں کا بدلہ چکانا ممکن نہیں۔

اِس دستے کی قیادت کمانڈر سیف اللہ بھائی کے ہاتھوں میں تھی، اِس قافلے میں ایک دو مجاہدین کا تعلق آزاد کشمیر سے تھا جبکہ بقیہ جانباز خیبر پختونخواہ کے باسی تھے۔

وہی سیف اللہ، جس کی ہیبت سے ہندو فوج لرز اٹھتی تھی، وہی جس کی دشمنانِ دین اور ان کے زیرِ اثر میڈیا نے ایسی ہیبت ناک اور مبالغہ آمیز تصویر پیش کی کہ یوں محسوس ہوتا تھا گویا وہ کوئی قد آور، بھاری بھرکم اور غیر معمولی طاقت کا حامل انسان ہو۔

حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ وہ تو سادہ سا اللہ کا بندہ تھا، یاروں کا یار، حافظِ قرآن، دل موہ لینے والی خوبصورت آواز کا مالک، بے شمار خوبیوں سے آراستہ، مگر مزاج میں ایسی انکساری کہ کبھی اپنے بڑے ہونے کا احساس تک نہ ہونے دیتا۔ خود آگے بڑھ کر اپنے ساتھیوں کے کام سنبھالنے والا، محبت اور اخلاص کا پیکر۔ چہرے پر مسکراہٹ، زبان پر خیر، اور دل میں امت کا درد، بس خدمت کا جذبہ اور اللہ کی رضا کی فکر۔

۲۰۲۴ء سے ۲۰۲۵ء تک انہوں نے کئی کامیاب کارروائیاں کیں، ان کی ضربیں کاری اور فیصلہ کن تھیں، جس نے دشمنوں کے دلوں میں دہشت بٹھا دی۔ وہ بے باکی اور مؤثر طریقے سے حملے کرتے اور غائب ہو جاتے۔ کفار کو مکمل طور پر بدحواس اور ذلیل چھوڑ جاتے۔ ایک پورا سال یہ گروپ ناقابلِ گرفت اور ناقابلِ شکست رہا، جس سے دشمن کی صفوں میں خوف اور تباہی پھیل گئی۔

ان کے نام افسانے بن گئے، کہا جانے لگا کہ سیف اللہ جادوگر ہے، غائب ہو جاتا ہے۔ آخر اس گروپ کا نام بھی دلچسپ تھا، ”عزرائیل گروپ“۔ یعنی کفار کے لیے موت کا فرشتہ بننے والا گروپ اور یقیناً بنے بھی۔ انہوں نے بے شمار حملے کیے ساتھ سے اسّی تک ہندو فوجیوں کو جہنم واصل کیا، ایسا لگتا تھا کہ یہ ہمیشہ ایسے ہی سرفراز رہیں گے، اور رہتے بھی کیوں نہ، سیف اللہ کی زبانی ہی ان کا حامی تو اللہ تھا، جس نے انہیں اپنی قدرت کے معجزات دکھائے۔

سیف اللہ بھائی کہتے ہیں کہ جب میں کشمیر پہنچا تو میرے پاس صرف دو سو گولیاں اور پانچ گرنیڈ تھے اور میں نے تقریباً تین سو گولیاں چلائی ہیں، اور میرے پاس ابھی بھی دو سو باقی ہیں! میں نے بارہ گرینیڈ استعمال کیے، لیکن چار ابھی بھی میرے پاس ہیں۔

ایک بار میں اور میرا ساتھی زخمی ہو گئے تھے، مسلسل بارہ دنوں تک، ایک ریچھ ہر شام ہماری حفاظت کو آتا تھا اور صبح کو چلا جاتا تھا۔ اگر یہ اللہ کے وعدوں کی تکمیل نہیں، تو اور کیا ہے؟ یہ اللہ کی خاص مدد تھی۔

ایک دن ہم ایک کھلی وادی میں تھے اور بھارتی فوجیوں نے ہم پر فائرنگ کر دی، گولیاں ہمارے سروں کے اوپر، ہمارے پیروں کے پاس سے سیٹیاں بجاتی ہوئی گزر گئیں، لیکن ایک بھی نہیں لگی۔

ایک بار تو ہمیں پانچ سو فوجیوں نے گھیر لیا تو ایک بکرے نے ہمیں وہاں سے نکلنے میں مدد کی، اگر یہ اللہ کا معجزہ نہیں، تو اور کیا ہے؟

مزید کہتے ہیں کہ ایک دن ہم ان کے فوجی کو قتل کر رہے تھے، میرا ہتھیار ایک طرف پڑا تھا، اور میرا ساتھی میری مدد کر رہا تھا، دو ہندو فوجی قریب ہی بیٹھے دیکھ رہے تھے، حالانکہ ان کے پاس ہتھیار تھے، وہ دو گولیاں بھی نہیں مار سکے تاکہ ہمیں مار سکیں، ان کے ہاتھ خوف سے کانپ رہے تھے۔

آگے کہتے ہیں میں ایک گھر میں گیا، اور گھر والوں نے بتایا کہ بھارتی کمانڈر نے انہیں حکم دیا تھا: ”اگر سیف اللہ آئے تو اسے کھانا دے دینا اور اس سے ہمارا ذکر نہ کرنا۔“

مگر اپریل ۲۰۲۵ء کے بعد، ہندوستان کے آپریشن سندور کے نتیجے میں، پار بیٹھے ہینڈلرز نے ان ساتھیوں کو واضح ہدایت دیں کہ مزید کارروائیاں نہ کی جائیں، اس کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ پاکستانی حکام و فوج کو ہندوستان کے ساتھ کسی قسم کا مزید تناؤ نہیں چاہیے تھا، اور یوں انہیں جان بوجھ کر پیچھے دھکیلا گیا، حالانکہ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ یہاں کا محاذ کیسا ہے، جہاں زندہ رہنا (survive کرنا) مشکل ہو وہاں دفاعی موڈ میں جانے کا کیا جواز ہے؟

آڈیو بیان میں سیف اللہ بھائی خود اس بات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ ہمیں دشمنوں سے ہر وقت الجھے رہنا چاہیے، مگر جب جہاد کسی ملک کی خارجہ پالیسیوں کے زیر اثر ہو جائے، تو پھر جہاد کے مفاد نظر انداز کر دیے جاتے ہیں۔

۲۰۲۵ء-۲۰۲۶ء کے دوران یہ ساتھی ایک ایک کر کے شہید ہوتے رہے۔ ان کی عظمت و بہادری کا یہ عالم تھا کہ دفاعی موڈ میں رہنے کے باوجود انہوں نے دشمن کو نقصان پہنچایا، اور آخر کار، تمام بھائی شہید ہو گئے۔

آپ بتائیں، ان کی شہادت کا قصوروار کون ہے؟ ان کے ساتھ دھوکہ کس نے کیا؟

اللہ تعالیٰ ان شہداء کی قربانیوں کو قبول فرمائے، یہ عظیم جوان مخلص تھے، منافق تو آئی ایس آئی کے ہینڈلرز ہیں، طلحہ عبد الرحمٰن بھائی کے الفاظ میں، اگر اس جہاد کو دبانے والا ایک ہاتھ گائے کے پجاری کا ہے تو دوسرے ہاتھ پر اپنے ہی ’محسنوں‘ کی کارستانی ہے۔ یہ حقیقت وقت کے ساتھ ساتھ واضح ہوتی رہی ہے۔

ہماری سپلائی لائن بند کرنے والے منافقین اب سرزمین انبیائے کرام کے عظیم مجاہدین کا اسلحہ چھیننے کے لیے بورڈ آف پیس میں شامل ہو چکے ہیں۔ اہالیان کشمیر کو آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہے۔ جو فلسطین کے نہ ہوئے، وہ ہمارے کیا ہوں گے؟ یہ جہاد اس وقت تک ثمر آور نہیں ہو سکتا جب تک اس کی قیادت خالصتاً اللہ کے احکامات کے مطابق نہ ہو، جب تک یہ ملکی مفادات اور ایجنڈے کے زیر اثر رہے گا، تب تک محض دھوکہ دہی اور فریب ہی دیکھنے کو ملے گا۔

میں اہالیان پاکستان سے بھی یہ درخواست کرتا ہوں کہ ہماری باتوں کو سمجھیں، جب ہم پاکستان کے خلاف بولتے ہیں، تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم اس ملک یا اس کے لوگوں کے خلاف ہیں، ہم آپ کے قرض دار ہیں، مگر ہم پاکستان کے موجودہ نظام سے برات کرتے ہیں، ہم پاکستان کی حکومت، فوج، اور ایجنسیوں سے لاتعلق ہیں، کیونکہ انہوں نے کشمیر کے ساتھ ساتھ پاکستان کو بھی تباہ کر دیا ہے، یہ سب غلام ہیں، یہودیوں کے غلام۔ پردے اٹھ چکے ہیں، کفار و منافقین یکجا ہو چکے ہیں، بس اب ہمیں فیصلہ کرنا ہے ہم کس طرف ہیں۔

امید ہے آپ ان نکات پر غور کریں گے، اللہ تعالیٰ اس تحریر میں جو خیر ہے اسے قبول کرے اور لغزشوں کو معاف فرمائے۔ پچھلے کچھ ایام بڑے سخت گزرے ہیں، آپ سب سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

☆☆☆☆☆

## ہم سبھی تجھ پر فدا ہوں!

ان شاء اللہ ہم اپنے محبوب نبی ﷺ کی عزت کے دفاع سے کبھی دستبردار نہیں ہوں گے۔ ہم آپ ﷺ کی خاطر لڑتے رہیں گے، ہم اس معاملے پر مسلم امت کے جذبات کبھی سرد نہ ہونے دیں گے اور یہ کفار ملعونین ہر دم ہمارے بموں اور گولیوں کے نشانوں پر رہیں گے۔ ہماری مائیں ہم پر روئیں اگر ہم اپنے نبی ﷺ کے دفاع کے لیے نہ اٹھیں۔ لوگو! یہ خیر البشر ﷺ کی عزت کا معاملہ ہے۔ اس کے بدلے تو پوری دنیا کو آگ میں جل جانا بھی کوئی معنیٰ نہیں رکھتا!

شیخ انور العولقی رحمۃ اللہ علیہ

# غزوۂ ہند کی فکری بنیادیں

تاریخ کے آئینے میں

ڈاکٹر محمد سربلند زبیر خان

ڈاکٹر محمد سربلند زبیر خان شہید مجاہدینِ پاکستان و برِّصغیر کے درمیان کسی تعارف کے محتاج نہیں اور ان کے یہاں ڈاکٹر ابو خالد کے نام سے معروف ہیں۔ پیشِ نظر ان کی کتاب 'عصرِ حاضر کے جہاد کی فکری بنیادیں' زیورِ اشاعت سے آراستہ ہو کر عام و خاص قارئین تک آج سے گیارہ سال قبل پہنچ چکی ہے۔ ڈاکٹر ابو خالد رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری کتاب 'غزوۂ ہند کی فکری بنیادیں تاریخ کے آئینے میں'، مؤلف شہید نے مارچ ۲۰۱۲ء میں مکمل کی، لیکن مختلف النوع وجوہات کی بنا پر اب تک شائع نہ ہو سکی۔ اس کتاب میں موجود حقائق اور اعداد و شمار کو ویسا ہی رکھا گیا ہے جیسا کہ بوقتِ تالیف مؤلف شہید نے تحریر کیا تھا۔
'نوائے غزوۂ ہند' ڈاکٹر ابو خالد شہید کی اس کتاب کو قارئین کی سہولت اور تدوین و ادارت میں آسانی کی خاطر، قسط وار مجلّے میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ (ادارہ)

## باب ثانی: ہندوستان کا مختصر تعارف

### تعارف

۱۹۴۷ء میں ہندوستان، پاکستان اور بھارت دو ملکوں میں تقسیم ہو گیا۔ یہ تقسیم انگریزوں کے ہندوستان سے چلے جانے کے نتیجے میں ہوئی۔ ابھی اس تقسیم کو ۲۵ سال بھی نہ ہوئے تھے کہ مشرقی پاکستان علیحدہ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔ ہندوستان جو کبھی ایک ملک ہوا کرتا تھا اب تین ملکوں میں تقسیم ہو گیا۔ ہندوستان میں بسنے والی قومیں ایک دوسرے سے مذہب، تمدن و معاشرت میں بہت مختلف ہیں اور تاریخ کے مختلف ادوار میں پیش آنے والے اہم واقعات نے ان کے درمیان اختلاف و اتفاق کی نئی بنیادیں قائم کی ہیں۔ ہندوستان میں برپا کی جانے والی کسی بھی ہمہ گیر تحریک کے لیے ہندوستان میں بسنے والی مختلف قوموں کے آپس میں تعلقات کی مختلف جہتوں اور انکی نوعیت کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ خصوصاً مجاہدین کو ان تمام معاملات میں دینِ اسلام کا وہ موقف سمجھنے اور اس کو احسن انداز میں پیش کرنے کی ضرورت ہے جس میں پوری انسانیت کی فلاح پوشیدہ ہے۔

### ہندوستان دورِ جدید میں

حالت و واقعات کی گواہی یہ ہے کہ ہندوستان میں جہاد برپا کرنے کے لیے مغربی ہند (موجودہ پاکستان) اور خطہ خراسان کے مجاہدین کو خصوصی کردار ادا کرنا ہو گا۔ یہ وقت کی ضرورت بھی ہے اور نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سچی پیشین گوئی بھی۔ تاریخ میں خراسانی مسلمانوں نے ہندوستان پر تاخت و تاراج تو بہت کی ہے اور ہندوستانی مسلم حکومتیں اکثر خراسان ہی کی طرف سے آنے والے حملہ آوروں نے قائم کی ہیں لیکن ابھی تک تاریخ میں یہ واقعہ رونما نہیں ہوا ہے کہ خراسانی مجاہدین پورے ہندوستان پر قبضہ کر کے ہندوستانی بادشاہوں کو گرفتار کر لیں اور نہ ہی ابھی تک امام مہدی کا ظہور ہوا ہے جن کے لشکر کی معاونت کے لیے خراسان سے ایک لشکر بھی نکلے گا اور ہندوستان پر حملہ آور لشکر بھی ہندوستان سے فارغ ہو کر امام مہدی کے لشکر سے مل جائے گا۔ پس یہ واقعہ ابھی ظہور میں آنا ہے اور قرائن بتاتے ہیں کہ یہ کام مستقبل قریب میں ہی ہونے والا ہے۔ ہندوستان میں جہاد قائم کرنے کے لیے خراسان اور مغربی ہند سے آنے والے مجاہدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہندوستانی علاقوں، ان کی تاریخ، ان کی آبادی کے خواص سے مطلع رکھیں تاکہ انہیں ہندوستان میں جہاد میں یہ معلومات معاونت کریں۔ اس ذیل میں پہلے موجودہ ہندوستان کی آبادی کی تقسیم بیان کی گئی ہے۔

### ہندوستان کی آبادی

ہندوستان دنیا کا علاقے کے حساب سے ساتواں اور آبادی کے لحاظ سے دوسرا بڑا ملک ہے۔ اس کی آبادی ایک عشاریہ دو ارب ہے اس کا اسی فیصد ہندو، چودہ فیصد مسلمان، دو فیصد عیسائی، دو فیصد سکھ اور باقی آبادی بدھ، پارسی، یہودی اور دیگر مذاہب پر مشتمل ہے۔ اس ملک میں مسلمانوں کی آبادی دنیا کی تیسری بڑی آبادی ہے۔ اس کی سمندری حدود سات ہزار کلومیٹر لمبی ہے۔ جو کراچی کے قریب سے شروع ہو کر خلیج بنگال میں بنگلہ دیش تک جاتی ہے۔ اس کے اٹھائیس ریاستیں اور آٹھ یونین ٹریٹریز ہیں۔ جن میں:

۱. آندھرا پردیس (۹ فیصد مسلم آبادی)،
۲. اروناچل پردیش (۱ فیصد مسلم آبادی)
۳. آسام (۳۰ فیصد مسلم آبادی)،
۴. بہار (۱۶ فیصد مسلم آبادی)،
۵. چھتیس گڑھ،
۶. گوا (۷ فیصد مسلم آبادی)،
۷. گجرات (۹ فیصد مسلم آبادی)،
۸. ہریانہ،
۹. ہماچل پردیش،
۱۰. تلنگانہ
۱۱. جھاڑکھنڈ (۱۳ فیصد مسلم آبادی)،
۱۲. کرناٹک (۱۲ فیصد مسلم آبادی)،
۱۳. کرالہ (۲۴ فیصد مسلم آبادی)،
۱۴. مدھیا پردیش (۶ فیصد مسلم آبادی)،
۱۵. مہاراشٹر (۱۰ فیصد مسلم آبادی)،
۱۶. منی پور (۸ فیصد مسلم آبادی)،

۱۷. میگالہ،

۱۸. میزورام(۱فیصد مسلم آبادی)،

۱۹. ناگالینڈ(۱فیصد مسلم آبادی)،

۲۰. اوڑیسہ (۲فیصد مسلم آبادی)،

۲۱. پنجاب(۲فیصد مسلم آبادی)،

۲۲. راجستھان(۸فیصد مسلم آبادی)،

۲۳. سکم (۱فیصد مسلم آبادی)،

۲۴. تامل ناڈو(۵فیصد مسلم آبادی)،

۲۵. تریپرہ(۸فیصد مسلم آبادی)،

۲۶. اترپردیش(۱۸فیصد مسلم آبادی)،

۲۷. اتراکھنڈ

۲۸. مغربی بنگال(۲۵فیصد مسلم آبادی)شامل ہیں۔

آٹھ یونین ٹیریٹریز یہ ہیں:

۱. جموں وکشمیر(۶۶فیصد مسلم آبادی)،

۲. انڈمان اور نیکوبار کے جزائر(۸فیصد مسلم آبادی)،

۳. چندی گڑھ(۳فیصد مسلم آبادی)،

۴. دادراہ اور نگر حویلی،

۵. ڈمن اورڈو(۸فیصد مسلم آبادی)،

۶. لکشادیپ،

۷. دہلی(۱۱فیصد مسلم آبادی)،

۸. پانڈی چری(۶فیصد مسلم آبادی)۔

## ہندوستانی فوج کی عددی قوت

ہندوستان کی فوج تیرہ لاکھ ہے۔اور سات آپریشنل کمانڈز میں تقسیم ہے۔ مشرقی فوج بنگلہ دیش کے ساتھ ہے۔ شمالی فوج کشمیر میں ہے مغربی فوج پنجاب میں پاکستان کے ساتھ ہے۔ جنوب مغربی فوج راجستھان میں پاکستان کے سندھ بارڈر پر تعینات ہے۔ جنوبی اور وسطی فوج بھارت کی سٹرائک فوج کہلاتی ہے جو جنگ کی صورت میں دشمن کے علاقے پر قبضہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ہندوستان کو پاکستان پر 2.23:1 کی عددی برتری حاصل ہے۔

## ہندوستان کی جغرافیائی تقسیم

ہندوستان جغرافیائی طور پر پانچ علیحدہ علیحدہ خطوں میں تقسیم ہے۔

۱. مشرقی ہند،

۲. جنوبی ہند،

۳. شمالی ہند،

۴. مغربی ہند،

۵. وسطی ہند

یہ پانچوں نسلی، لسانی اور مذہبی اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل جدا جدا ہیں مگر خاص تاریخی اعتبار سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اس تاریخ کو سمجھنا ضروری ہے۔

### ۱۔ مشرقی ہند

مشرقی ہند میں بنگال، بہار، بنگلہ دیش، اڑیسہ اور کرناٹک کی ریاستیں شامل ہے۔ مشرقی ہند میں مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی بنگال میں ہے۔بنگال کے دو حصے ہیں ایک مشرقی بنگال اور دوسرا مغربی بنگال۔ مشرقی بنگال میں مسلمان اکثریت میں ہیں جب کہ مغربی بنگال میں مسلمانوں کی آبادی پچاس فیصد تک ہے۔ ۱۹۰۵ء میں انگریزوں نے بنگال کو مشرقی اور مغربی بنگال میں دو علیحدہ علیحدہ صوبوں میں تقسیم کردیا۔ہندوؤں کی مخالفت پر اس کو ۱۹۰۹ء میں دوبارہ ایک صوبہ بنا دیا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد ایک دفعہ پھر تقسیم ہوگیا اور مشرقی بنگال مشرقی پاکستان بن گیا جب کہ مغربی بنگال بھارت کا حصہ بن گیا۔ ۱۹۷۱ء میں مشرقی بنگال پاکستان سے علیحدہ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔ اس علاقے کی جہاد کی تاریخ بھی ہے اور دشمن کے خلاف مزاحمت کی تاریخ بھی۔

### ۲۔ جنوبی ہند

جنوبی ہند جزیرہ نما ہے۔ مغرب میں بحر عرب اور مشرق میں خلیج بنگال ہیں جبکہ جنوب میں بحر عرب اور خلیج بنگال کا ملاپ ہے۔ جنوبی ہند میں تامل ناڈو، کرناٹک اور کیرالا وغیرہ شامل ہیں۔ جنوبی ہند میں چار بڑی قومیں رہتی ہیں۔ یہاں پانچ زبانیں بولی جاتیں ہیں۔ جن میں ملیالم، تامل، تلنگا، تولو اور کناڈا شامل ہیں۔ یہاں کے چار بڑے دریا گوداوری، کرشنا، ٹنگا بھدرا اور کاوری ہیں۔ ٹیپو سلطان بھی اس علاقے سے تھا۔ سری لنکا کی تامل ٹائیگر کا بھی اس علاقے سے تعلق ہے۔اس علاقے میں جنگل اور سمندر دونوں ہیں۔اس علاقے میں مسلمان کمزور مگر مناسب تعداد میں ہیں۔

### ۳۔ وسطی ہند

وسطی ہند ہندوستان کا ترقی یافتہ علاقہ ہے۔ اس میں آندھرا پردیش، مہاراشٹر وغیرہ شامل ہیں۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں سے مغل سلطنت کے زوال کے دوران مرہٹہ قوت نے اپنی سلطنت قائم کرلی تھی۔ شیواجی کے مرنے کے بعد یہ چار ریاستوں میں تبدیل ہو گیا تھا۔ لیکن یہ چاروں ریاستیں مل کر ایک پیشوا کے تحت اکٹھی تھیں۔ انگریزوں نے بالترتیب ۱۷۸۱ء، ۱۸۰۶ء اور ۱۸۱۸ء کی پہلی دوسری اور تیسری مرہٹہ جنگ میں مرہٹہ حکومت کا خاتمہ کردیا اور وسطی ہند کو ۱۴۸ ریاستوں میں تبدیل کردیا۔ ۱۹۴۷ء میں یہ تمام ریاستیں

ہندوستان میں شامل کر دیں گئیں۔ اور ان کو آندھرا پردیش، مہاراشٹر کے صوبوں میں شامل کر دیا۔ آج کل یہ علاقہ بھارت کا تجارتی مرکز ہے۔ یہ زیادہ تر ہندو اکثریت کا علاقہ ہے۔

**۴۔ شمالی ہند**

شمالی ہند کے تین حصے بھارت میں ہیں اور آدھا کشمیر ہے اور تیسرا حصہ پاکستان کے شمالی علاقہ جات۔ اس علاقے میں بدھ مذہب زیادہ ہے یہ ہمالیہ کا پہاڑی علاقہ ہے۔ اس علاقے میں مسئلہ کشمیر پہلے سے ہی پاکستان اور انڈیا کے درمیان چل رہا ہے۔ جہادی مقاصد کے لیے مسئلہ کشمیر پانچ حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ اسی علاقے میں انڈیا اور چین کے درمیان تبت کا مسئلہ بھی مسئلہ کشمیر کی طرح ہے۔ اس مسئلہ میں امریکہ بھی تبت والوں کے ساتھ ہے۔

**۵۔ مغربی ہند**

مغربی ہند وہ علاقہ ہے جسے آج پاکستان کہا جاتا ہے۔ یہ آٹھ لاکھ مربع میل پر پھیلا ہوا علاقہ ہے۔ اس میں سات انتظامی علاقے ہیں۔ چار صوبے جس میں پنجاب، سندھ، بلوچستان اور خیبر پختون خواہ شامل ہیں اس کے علاوہ فاٹا، کشمیر اور شمالی علاقاجات بھی اس کی انتظامی یونٹ ہیں۔[1] اس کی نوے فیصد آبادی مسلمان ہے۔ یہ ہندوستان کا ایسا علاقہ ہے جو بیرونی دنیا سے ہندوستان کو جوڑتا ہے۔ یہ درۂ خیبر، درۂ بولان اور درۂ خوجک کے ذریعے ایران اور افغانستان سے ملتا ہے۔ اسے ہندوستان میں داخلے کا دروازہ بھی کہا جاتا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند میں یہ مغربی پاکستان بن گیا۔ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان بننے کے بعد یہ صرف پاکستان ہی رہ گیا۔

## ہندوستانی اقوام میں تعلقات کی بنیادیں

ہندوستان میں مسلمان، ہندو، بدھ مت، جین مت، سکھ مذہب سے تعلق رکھنے والی قومیں آباد ہیں۔ یہ قومیں مشرقی ہند میں ہوں یا مغربی ہند میں، شمالی ہند سے تعلق رکھتی ہوں یا جنوبی ہند سے، یہ ایک دوسرے سے تعلقات کے اپنے نظریات اور اپنی بنیادیں رکھتی ہیں۔ ہندوستان میں بسنے والی مختلف قوموں کے مابین موجود تعلقات کی مندرجہ ذیل چھ اہم بنیادیں ہیں جن پر وہ ایک دوسرے سے اتفاق واختلاف کرتے ہیں۔

۱. دین اور مذہب
۲. مسلمانوں کے ہندوستان پر قبضے کے اثرات
۳. انگریزی دور حکومت کے اثرات
۴. آزادئ ہند کی جدوجہد کی تاریخ
۵. تقسیم ہند کے اثرات
۶. نیو ورلڈ آرڈر کے نظام کے اثرات

**۱۔ دین و مذہب کے اثرات**

ہندوستان ہمیشہ سے ایک مذہبی قسم کا ملک رہا ہے اور مذہب کا یہاں کی عوام کی زندگی پر ایک گہرا اثر رہا ہے۔ یہ مذہب ہندوستانی باشندوں کے درمیان اتفاق و اختلاف کی اہم ترین بنیاد رہا ہے۔ مذہب نے ہی جنوبی ہند کے ہندو کو نیپال کے ہندو سے بھی جوڑا ہوا ہے۔ اسی طرح مشرقی ہند (بنگال) کا مسلمان اپنے آپ کو انتہائی مغربی ہند کے پشتونوں کے ساتھ منسلک سمجھتا ہے۔ تقریباً یہی معاملہ ہندوستان میں پائے جانے والے دیگر مذاہب کا بھی ہے۔

دینِ اسلام نے اپنی حقانیت کے ساتھ ساتھ اپنی رواداری کی وجہ سے ہندوستان کے غیر مسلم باشندوں پر بھی گہرے اثرات ڈالے ہیں۔ مسلمان ہمیشہ سے اعلیٰ اخلاقی صفات، دیانت و امانت، شجاعت و سخاوت اور عادلانہ حکومت کے باعث ممتاز رہے ہیں۔ ہندوستان کے تمام مذاہب آپس کے اصولی اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ رہتے رہے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ مذہبی بنیادوں پر لڑائی جھگڑے انگریزوں کی آمد سے قبل شاذ و نادر ہی رہے ہیں۔ مسلمانوں کے اعلیٰ کردار ہی کی بدولت آج نصف امت مسلمہ صرف ہندوستان میں آباد ہے۔

**۲۔ مسلمانوں کے ہندوستان پر قبضے کے اثرات**

ہندوستانی عوام کے باہمی تعلق میں ایک اہم معاملہ مسلمانوں کا ہندوستان پر قبضہ ہے۔ مسلمان حملہ آوروں کی ہندوستانی غیر مسلم عوام نے روایتی انداز میں مخالفت ضرور کی ہے جو انسانی دفاعی جبلت کا خاصہ ہے لیکن مسلمان حکمرانوں کے کردار اور دین اسلام کی حقانیت نے مسلمانوں کو ہندوستان کا فطری حکمران بنا دیا۔ یہاں تک کہ آزادئ ہند کی ابتدائی تمام تحریکیں ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر چلائی ہیں۔ ہندو مسلمانوں کو ہی ہندوستان کا نہ صرف محافظ سمجھتے تھے بلکہ اپنے آپس کے مسائل کو بھی مسلمان حکمرانوں کے ہاتھوں حل کروانے کو ترجیح دیتے تھے۔ مسلمانوں نے ہندوستان کو جس آسودگی و خوشحالی سے روشناس کروایا اس کا ایک عام ہندو اپنے ذات پات کے غیر فطری نظام میں رہتے ہوئے صرف خواب ہی دیکھ سکتا تھا۔ مسلمان حکمرانوں نے ایک طرف ہندوستانی عوام کی کی ایک بڑی اکثریت کو شرک کی آلودگی اور ذلت سے نکال کر توحید کی عظمت سے روشناس کروایا تو دوسری طرف ہندوستان کو وہ معاشی استحکام بخشا کہ تاریخ انسانی میں اسے سونے کی چڑیا کا خطاب ملا۔

[1] جس وقت یہ تحریر لکھی گئی اس وقت فاٹا کا خیبر پختون خواہ میں انضمام نہیں ہوا تھا اور نہ ہی گلگت بلتستان کو علیحدہ حیثیت ملی تھی۔ (ادارہ)

### ۳۔ انگریزی دورِ حکومت کے اثرات

ہندوستانی تاریخ کا سیاہ ترین دور انگریزوں کے قبضے کا دور ہے جس میں ہندوستانی عوام کا وہ استحصال کیا گیا کہ خود انگریز مؤرخین بھی اس پر چیخ پڑے ہیں۔ وہ ملک جو سونے کی چڑیا کے لقب سے مشہور تھا اس کا یہ حال ہوا کہ لوگ بڑی تعداد میں فاقوں سے مرنے لگے۔ جنگ پلاسی کے بعد انگریزوں نے بتدریج ہندوستان پر قبضہ کیا تو یہاں کا قدیم مغلوں کا نظام تبدیل کر دیا۔ ہندوستان میں نئی علاقائی اور انتظامی تقسیم کی گئی۔ شریعت کے قانون کو ختم کر کے برطانوی کامن لا ''Common law'' کو ملک کا قانون بنایا گیا۔ جمہوریت کو اس ملک میں متعارف کرایا گیا۔ پولیس، فوج اور بیوروکریسی کا نظام متعارف کرایا گیا۔ ہر قدیم چیز کو بدلنے کی کوشش کی گئی۔ انگریز چلے گئے مگر ان تینوں ملکوں میں انگریز کا نظام نہیں بدلا۔ پاکستان سے لے کر ہندوستان تک اور ہندوستان سے بنگلہ دیش تک ایک ہی طرح کا نظام آج پورے ہندوستان پر غالب ہے۔

انگریزوں نے نہ صرف ہندوستان کی لوٹ مار میں کوئی کسر نہیں چھوڑی بلکہ اس میں فتنہ و فساد کے وہ بیج بوئے جن کی فصل اب تک پھل دے رہی ہے۔ حیران کن بات ہے کہ مسلمان اپنی حکومت کے دوران کبھی ہندوؤں کو غاصب نہیں محسوس ہوئے لیکن انگریزوں کے اقتدار میں مسلم ہندو فسادات ہوتے رہے۔ یہ تصور کہ ہندو اور مسلمان ساتھ نہیں رہ سکتے یہ مغربی تصورِ وطنیت ہی کی ایک خاص شکل تھی جسے بعض کی سازشوں اور بعض کی نادانیوں نے ہندوستان پر مسلط کر دیا۔ انگریز کو خطرہ یہ تھا کہ اس کے ملک سے جانے کے بعد مسلمان اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر لیں گے کیونکہ ہندو عوام فطری طور پر مسلمانوں کو حکمران کے طور پر تسلیم کر چکے تھے اور مسلمانوں اور ہندوؤں میں تاریخی طور پر حکمرانی کے مسئلہ میں اگر کوئی لڑائیاں ہوئی بھی ہیں تو وہ روایتی انداز میں ہوئی ہیں نہ کہ مذہب کی بنیاد پر۔ باصلاحیت مسلمان حکمرانوں کو بالاتفاق تمام غیر مسلم عوام بھی اپنا حاکم تسلیم کرتے رہے ہیں۔ انگریزوں نے اس خدشہ کے پیشِ نظر ہندوؤں اور مسلمانوں میں اختلافات کی ایک غیر فطری خلیج قائم کی جس نے ہندوستان کو فتنہ و فساد سے بھر دیا نتیجتاً ہندو جو کبھی بھی مغرب کے لیے عالمی خطرہ نہیں بن سکتے تھے وہ متحد ہو گئے اور مسلمان تین حصوں میں تقسیم ہو گئے اور یہ تین بھی ایک دوسرے کے مددو معاون بننے کے بجائے ایک دوسرے کے مدمقابل آ گئے۔ یوں انگریز دور ہندوستان میں فساد کی نشو و نما کا دور ثابت ہوا ہے۔

### ۴۔ آزادیٔ ہند کی جدوجہد کی تاریخ

آزادیٔ ہند کی تاریخ نے ہندوستانی عوام کو متاثر کیا اور اس کے اثرات آج تک ہندوستانی عوام پر نظر آتے ہیں۔ کیونکہ انگریز نے اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا اور مسلمان اپنے دین اسلام، جو زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہے، کے تقاضوں کی وجہ سے اپنے اوپر انگریزی بالادستی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ یوں اگرچہ تحریکِ آزادیٔ ہند میں دیگر غیر مسلم اقوام نے بھی حصہ ڈالا لیکن مسلمان ہمیشہ ان تحریکوں کی قیادت پر فائز رہے۔ تاہم آہستہ آہستہ انگریزوں کی سازشوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو اقتدار کی جنگ میں ایک دوسرے کے مقابل لا کھڑا کیا۔ حقیقتاً ہندو یہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کے زیرِ اقتدار ہندوستان کسی بھی صورت ہندوؤں کے لیے ان کے اپنے زیرِ اقتدار ہندوستان سے کم مفید ثابت نہیں ہو گا اور اس حقیقت کا وہ صدیوں سے مشاہدہ کرتے چلے آ رہے تھے لیکن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے ہندو اکثریت کو مسلمانوں کی تحریکوں میں شمولیت اور ان کی پشت پناہی سے کاٹنا شروع کر دیا اور خود انگریزوں نے ہندوستانی عوام کو کانگریس نامی پارٹی تیار کر کے دی جس میں صلاحیت کے بجائے اکثریت کی بنیاد پر مسلمانوں کے بجائے ہندو قیادت کے منصب پر فائز ہو جائیں جس نے ہندوستانی معاشرے کا صدیوں سے قائم شدہ توازن بگاڑ دیا اور اس کے بعد سے لے کر تقسیمِ ہند تک کی تاریخ سازشوں کی تاریخ ہے جس کا نتیجہ بے شمار لاحاصل فسادات اور قتل و غارت کی صورت میں نکلا۔ خود انگریزی سازشوں اور سر سید احمد خان کی کوششوں کے نتیجے میں مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ جہاد کے بجائے جمہوری جدوجہد کی لاحاصل جدوجہد میں کھو گیا۔

### ۵۔ تقسیمِ ہند کے اثرات

انگریزوں کی سازشوں کے نتیجے میں جب ہندوستان میں قیادت کا معیار اکثریت کی بنیاد پر قائم ہو گیا تو مسلمانوں کو قیادت اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرنے کے بجائے ہندو اکثریت کے خوف سے ڈرا کر اپنے لیے علیحدہ مسلم اکثریتی ملک بنانے کے کام پر لگا دیا گیا اور جس کے لیے انگریز اتنی آسانی سے تیار ہو گیا گویا وہ پہلے سے ہی اس کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ تقسیمِ ہند انگریز کی خواہش تھی جسے مسلمانوں نے قبول کر لیا یا مسلمانوں کا مطالبہ تھا جسے انگریز نے منظور کر لیا۔ نتیجہ وہی نکلا جو پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے کہ مسلمان تقسیم ہو گئے اور ہندو مضبوط ہو گیا اس کے ساتھ ساتھ تقسیمِ ہند کے موقع پر جو قتلِ عام ہوا اس کی وجہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں غیر حقیقی نفرت کا وہ بیج پڑا جس کا پھل پاکستان نے چار جنگوں کی صورت میں کاٹا اور ہندوستانی مسلمان صبح شام کاٹتے ہیں۔ اس تقسیم نے پاکستان کو مسئلہ کشمیر، پانی کی تقسیم کا مسئلہ اور دیگر کئی مسائل کا تحفہ دیا جن مسائل کے گرداب سے پاکستان آج تک نہیں نکل سکا۔

تقسیم کے موقع پر ہی پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کے پورے انتظامات کیے گئے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ تقسیم کے ساٹھ سال بعد ہندوستان کے حکمران (مسلمان) کس حال میں ہیں اور ہندو کہاں کھڑا ہے۔

یوں مسلمان حکمرانوں نے اپنی محنت، لیاقت اور صلاحیت سے جن ہندوؤں کو اپنا مطیع بنایا تھا اور اس میں سے کروڑوں کی تعداد کو مسلمان بھی کر لیا، وہی مسلمان جو ہندوؤں کے مسیحا کا کردار ادا کر تا رہا تھا اس مسلمان سے ہندو کو دشمنی کی اس سطح پر لا کھڑا کیا کہ جس نے درندے کو بھی شرما دیا۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۷۵ پر)

# جہاد کیوں چھوڑا جاتا ہے؟

تالیف: شهيد شيخ قاضى أبو البــراء الإبّي

وجه نمبر: انتاليس (39)

## انتالیسویں وجہ: خاندان یا دیگر افراد کے دباؤ میں آنا

بعض جوان جب فی سبیل اللہ نکل پڑتے ہیں تو ان کا خاندان یا قبیلہ ان پر دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ جہاد کے راستے کو چھوڑ دیں۔ اس دباؤ کے تحت وہ جوان واپس چلا جاتا ہے، اپنے راستے سے بھٹک جاتا ہے اور عذر پیش کرنے لگتا ہے کہ اس پر دباؤ ڈالا گیا تھا، یا اس کی امی رو پڑی تھیں اور اسے والدین کی نافرمانی کا خدشہ تھا۔ حالانکہ جہاد دفع میں والدین کی اجازت شرط ہی نہیں ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ا۟قْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (سورۃ التوبۃ: ۲۴)

”کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔“

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا (سورۃ لقمان: ۱۵)

”اور اگر وہ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا ماننا ہاں دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا۔“

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت سعد بن اَبی وقاص کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ جب وہ مسلمان ہوئے تھے تو ان کی والدہ حمنہ نے ان سے کہا:

”اے سعد، مجھے خبر ملی ہے کہ تم بے دین ہو گئے ہو۔ تو اللہ کی قسم، دھوپ اور آندھی سے مجھے کسی گھر کی چھت سایہ نہ دے گی، نہ ہی میں کھاؤں گی نہ پیوؤں گی، یہاں تک کہ تم محمدؐ کا کفر نہ کر دو، اور جس پر تم پہلے تھے اسے دوبارہ اختیار نہ کر لو۔“

حضرت سعد اپنی والدہ کے سب سے محبوب بیٹے تھے لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ ان کی والدہ نے تین دین صبر کرتے ہوئے نہ کھایا، نہ پیا اور نہ کسی چیز کا سایہ لیا یہاں تک کہ ان کے مرنے کا خدشہ پیدا ہو گیا۔ حضرت سعد پیغمبر پاک ﷺ کے ہاں گئے اور انہیں اپنا دکھڑا سنایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی جو سورہ لقمان اور سورہ احقاف میں ہے۔ امام واحدی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ حضرت ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے اپنی سند سے نقل کیا ہے جنہوں نے یہ روایت حضرت ابو خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ سے کی ہے۔ حضرت ابو خیثمہ کا نام زہیر بن حرب ہے اور وہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔ امام مسلم نے بھی یہ قصہ حضرت ابو خیثمہ کے واسطے اپنے سند سے نقل کیا ہے۔ جس میں حضرت ابو خیثمہ نے حضرت سعد بن اَبی وقاص سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”یہ آیت ......... اس بارے میں نازل ہوئی......“۔

ایک روایت میں یہ بھی ذکر ہوا ہے کہ حضرت سعد نے اپنی والدہ سے کہا:

”اے میری امی جان! ایسا نہ کریں۔ کیونکہ میں اپنا یہ دین کسی بھی چیز کے بدلے نہیں چھوڑوں گا۔“

پھر فرمایا کہ:

”میری امی نے پورا ایک دن اور رات بغیر کھانے کے گزار دیا۔ جب صبح ہوئی تو ان کی کمزوری شدید ہو گئی۔“

فرماتے ہیں:

”جب میں نے یہ دیکھا تو ان سے کہا: آپ کو پتہ ہے میری امی جان! اللہ کی قسم اگر میری سو ۱۰۰ جانیں ہوتیں اور ایک ایک کر کے سب جانیں نکل جاتیں پھر بھی میں اپنا یہ دین کسی بھی چیز کے بدلے نہ چھوڑتا۔ اب آپ کی مرضی ہے آپ کھائیں یا نہ کھائیں۔ جب والدہ نے میرا یہ رویہ دیکھا تو کھانا شروع کر دیا۔“

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (سورۃ البقرۃ: ۲۰۷)

”اور کوئی شخص ایسا ہے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے۔“

اس آیت کا سبب نزول یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت صہیب مکہ سے نبی اکرم ﷺ کے پاس مدینہ ہجرت کرنے کے لیے نکلے تو مشرکین نے انہیں آلیا جبکہ وہ اکیلے تھے۔ حضرت صہیب نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور فرمایا:

”اللہ کی قسم تم میں جو بھی آگے آئے گا میں اسے تیر ماروں گا۔“

گویا اکیلے ہی لڑنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور فرمایا:

”اگر تم لوگ مکہ میں میرا مال لینا چاہتے ہو تو لے سکتے ہو۔ میں خود تمہیں اس کی نشاندہی کر دیتا ہوں۔“

پھر وہ نبی اکرم ﷺ سے جا ملے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رَبِحَ الْبَيْعُ أَبَا يَحْيَى

”ابو یحییٰ! سودا نفع بخش ٹھہرا۔“

امام صنعانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ’سبل السلام‘ میں لکھتے ہیں:

”اس حدیث سے یہ دلیل بنتی ہے کہ والدین یا ان میں سے کسی ایک کی موجودگی میں جہاد کا فرض ساقط ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ امام احمد اور امام نسائی نے حضرت معاویہ بن جاہمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ان کے دادا ابو جاہمہ نبی اکرم ﷺ کے پاس گئے اور ان سے کہا: ’یا رسول اللہ! میں نے غزا کا ارادہ کیا ہے‘۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’کیا تمہاری والدہ ہیں؟‘۔ حضرت ابو جاہمہ نے کہا: ’جی‘۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’تم ان کی خدمت کو اپنے اوپر لازم کر لو‘۔

اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکم یہی ہے چاہیے جہاد فرض عین ہو یا فرض کفایہ، اور چاہے کسی شخص کے والدین کو اس کے نکلنے سے نقصان پہنچے یا نہ پہنچے۔ جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ (اگر جہاد فرض کفایہ ہو تو) بیٹے پر جہاد حرام ہو جاتا ہے اگر اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک منع کر دے۔ بہ شرط یہ کہ وہ مسلمان ہوں۔ کیونکہ والدین کے ساتھ حسن سلوک بالخصوص اس شخص پر فرض ہے جبکہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ البتہ اگر جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر یہ حکم نہیں ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ والدین کی خدمت بھی فرض عین ہے اور جہاد بعد میں فرض عین ہوا، اور اس طرح دونوں عمل برابر ٹھہرے۔ اس صورت میں جہاد کو کیوں ترجیح دی گئی ہے؟

میں کہتا ہوں کہ کیونکہ جہاد کی مصلحت عمومی ہے۔ جہاد کی مصلحت دین کی حفاظت اور مسلمانوں کا دفاع ہے۔ یہ عمومی مصلحت دیگر مصلحتوں پر مقدم ہے۔ اس لیے اسے جسم کی حفاظت پر ترجیح دی گئی ہے۔“

امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ ’المغنی‘ میں فرماتے ہیں:

”جب جہاد کے لیے اعلان کر دیا جائے تو والدین کی اجازت نہیں لی جاتی۔ اسی طرح تمام فرض اعمال ہیں۔ والدین کی اطاعت کرتے ہوئے انہیں نہیں چھوڑا جا سکتا۔ یعنی جب جہاد واجب ہو جائے تو والدین کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں رہتا کیونکہ جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور اسے چھوڑنا معصیت بن جاتی ہے۔ اور اللہ کی معصیت میں کسی شخص کی اطاعت جائز نہیں۔ اسی طرح تمام واجبات ہیں جیسے کہ حج، نماز با جماعت، جمعہ کی نماز، واجب علم کے حصول کے لیے سفر۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ’فرائض، نماز جمعہ، حج اور قتال کو ترک کرنے میں والدین کی اطاعت نہیں کی جاتی۔ کیونکہ یہ ہر شخص پر متعین عبادتیں ہیں۔ اس لیے ان میں والدین کی اجازت کا اعتبار نہیں ہو گا جیسے کہ نماز میں نہیں ہوتا۔ اور اس لیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (سورۃ آل عمران: ۹۷)

’اور لوگوں پر اللہ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے۔‘

اور اس میں بھی والدین کی اجازت شرط نہیں ٹھہرائی‘۔“

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ ’محلی‘ میں فرماتے ہیں:

”والدین کی اجازت کے بغیر جہاد جائز نہیں ما سوائے جب دشمن کسی مسلمان قوم پر حملہ آور ہو جائے۔ تب جو بھی ان کی مدد کر سکے اس پر فرض ہے کہ وہ ان کی نصرت کے لیے روانہ ہو جائے چاہے والدین اجازت دیں یا نہ دیں۔ البتہ اگر اس کے جانے کے بعد دونوں والدین یا

ان میں سے کسی ایک کو شدید نقصان کا خدشہ ہو تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ انہیں اکیلا چھوڑ دے۔‘‘

امام محمد بن الحسین آجری ﷫ اپنی کتاب ’الغرباء‘ میں لکھتے ہیں:

’’جسے یہ پسند ہو کہ وہ غرباء کے مرتبوں تک پہنچ جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے والدین، بیوی، بھائیوں اور رشتہ داروں کی ناراضگی اور اعراض پر صبر کرے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ وہ مجھ سے کیوں کنارہ کش ہوتے ہیں جبکہ میں انہیں محبوب بھی ہوں اور میری دوری کا غم ان کے لیے سخت بھی ہے۔ تو کہا جائے گا کیونکہ دنیا سے محبت اور اس کے شدید حرص کی جس حالت میں وہ مبتلا ہیں تم نے اس بارے میں ان سے مخالفت کی۔ اور چونکہ خواہشات نے ان کے دلوں پر گرفت کر رکھی ہے اس لیے انہیں پرواہ نہیں کہ تمہارے یا ان کے دین میں کیا کمی آتی ہے جب تک تمہارے ذریعے ان کی دنیا سلامت ہے۔ اگر تم اس حالت میں ان کی پیروی کرو گے تو تم ان کے محبوب ترین اور انتہائی قریب ہو گے۔ لیکن اگر تم نے ان کی مخالفت کی اور حق کو بروئے کار لاتے ہوئے آخرت والوں کی راہ اختیار کی تو وہ تمہاری حرکت سے ناراض ہو جائیں گے۔ والدین تمہارے کاموں پر زچ ہو جائیں گے۔ اور بیوی تم سے تنگ پڑ جائے گی اور چاہے گی کہ تم دور ہو جاؤ۔ بھائی اور رشتہ دار تمہاری ملاقات کی خواہش نہ کریں گے۔ تم ان کے درمیان غم زدہ اور تکالیف میں مبتلا ہو گے۔ اس وقت تم اپنے آپ کو اجنبیت کی نگاہ سے دیکھو گے۔ تب تمہیں اپنے آپ سے ملتے جلتے غرباء سے انس و مودت پیدا ہو گی۔ جبکہ بھائیوں اور رشتہ داروں سے وحشت پیدا ہو گی۔ اس طرح تم اللہ کی کریم ذات کی طرف پہنچانے والے راستے پر اکیلے چل پڑو گے۔ اگر تم اس راستے کی دشواری پر چند دن صبر کر لو گے، تھوڑی دیر کے لیے ذلت اور بے توجہی برداشت کر لو گے، اس حقیر دنیا کو ہیچ جان لو گے، تو یہ صبر نتیجے میں تمہیں عافیت کی دنیا میں پہنچا دے گا۔ جس کی زمین پاک ہے، باغ ہرے بھرے ہیں، درخت پھلدار ہیں، نہریں میٹھی ہیں اور اس میں ہر وہ چیز ہے جس کی جی خواہش کرے اور آنکھ لطف اندوز ہو۔ اُس دنیا والے اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ جہاں ان کو خالص شراب سربمہر پلائی جائے گی جس کی مہر مشک کی ہو گی۔ تو نعمتوں کے شائقین کو چاہیے کہ اسی سے رغبت کریں۔‘‘

☆☆☆☆☆

## غیر ضروری سوال کا جواب ارشاد نہ فرمانا

’’لوگوں کو بیٹھے بٹھلائے کوئی نہ کوئی مشغلہ ضرور چاہیے اور کچھ نہیں تو یہ ہی سہی کہ فضول سوال کر کر کے مولویوں ہی کو تختۂ مشق بنائیں۔ جو چیزیں قابلِ اہتمام اور ضروری ہیں ان کا تو کہیں نام و نشان نہیں نہ ان کی فکر بس غیر ضروری میں ابتلا ہو رہا ہے۔ اب ضروری غیر ضروری کی تفسیر سمجھو۔ جس چیز کا اپنے سے تعلق نہ ہو بس وہ غیر ضروری ہے، پس جو چیز ضروری ہو آدمی اس کا حکم معلوم کرے۔

آج ہی خط آیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ آج کل جو یہود اور نصرانی ہیں ان کی عورتوں سے نکاح بغیر مسلمان کیے ہوئے کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ میں نے جواب میں لکھا ہے کہ جو شخص نکاح کر رہا ہے اس سے کہو کہ وہ خود مسئلہ دریافت کرے اور جس عورت سے نکاح کرنا ہے اس کے عقیدے اس سے معلوم کر کے لکھو، تب ہم مسئلہ بتائیں گے۔

اب جھلائے گا اور دل میں کہے گا یہ پیسے بھی بے کار ہی گئے، اگر اور جگہ یہ سوال جاتا تو ایک رسالہ تصنیف کر کے جواب میں روانہ کیا جاتا۔ یہاں سے یہ روکھا اور ضابطے کا جواب گیا تو بے چارہ کیا خوش ہو سکتا ہے، گالیاں ہی دے گا۔ خیر دیا کرے میں نے تو اس میں آئندہ کے لیے بھی تعلیم دے دی ہے کہ غیر ضروری چیزوں میں آدمی کو اپنا وقت برباد کرنا نہ چاہیے۔ ارے پہلے آدمی ضروری باتوں سے تو فراغ حاصل کر لے۔ اور وہ ضروری بات یہ ہے کہ پہلے اپنی اصلاح کی فکر کرے۔ معلوم ہوتا ہے ان سائل صاحب کی کسی سے گفتگو ہوئی ہو گی اس پر یہ تحقیقات شروع کر دیں تاکہ جواب دکھلا کر دوسرے کو رسوا کریں۔ عام مذاق یہی ہو رہا ہے کہ دوسروں پر تو اگر مکھی بھی بیٹھی ہو تو اعتراض ہے اور اپنے جسم میں کیڑے پڑے ہوئے ہوں اس کی بھی فکر نہیں۔

اس قسم کے بہت سوال آتے ہیں، یہاں سے جواب بھی ایسے ہی جاتے ہیں جس پر گالیاں ہی دیتے ہیں۔ ایک شخص کا خط آیا تھا، لکھا تھا کی یہ چھوٹی قومیں کیوں ذلیل ہیں۔ میں نے لکھا کہ دنیا میں یا آخرت میں؟ جواب آیا کہ شافی جواب نہ ملا اور کچھ اعتراض بھی لکھے تھے۔ میں نے لکھ دیا جہاں سے شفا ہو وہاں سے سوال کرلو بیہودہ اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں۔‘‘

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (نوّر اللہ مرقدہ)

(ملفوظاتِ حکیم الامت ج۵)

# الشوک والقرنفل
## کانٹے اور پھول ۸

شیخ یحییٰ السنوار شہید رحمۃ اللہ علیہ کا شہرۂ آفاق ناول

مجلّہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ بطلِ اسلام، مجاہد قائد، شہیدِ امت، صاحبِ سیف و قلم شیخ یحییٰ ابراہیم السنوار رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان اور جذبۂ جہاد و استشہاد کو جلا بخشتے، آنکھیں اشک بار کر دینے والے خوب صورت ناول اور خود نوشت و سرگزشت ’الشوک والقرنفل‘ کا اردو ترجمہ، قسط وار شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ یہ ناول شیخ نے دورانِ اسیری اسرائیل کی بئر سبع جیل میں تالیف کیا۔ بقول شیخ شہید اس ناول میں تخیل صرف اتنا ہے کہ اسے ناول کی شکل دی گئی ہے جو مخصوص کرداروں کے گرد گھومتا ہے تاکہ ناول کے تقاضے اور شرائط پوری ہو سکیں، اس کے علاوہ ہر چیز حقیقی ہے۔ ’کانٹے اور پھول‘ کے نام سے یہ ترجمہ انٹرنیٹ پر شائع ہو چکا ہے، معمولی تبدیلیوں کے ساتھ نذرِ قارئین ہے۔ (ادارہ)

## سترہویں فصل

جمال اور اس کے کئی بھائی الخلیل شہر سے اپنی گاڑیوں میں سوار ہو کر صوریف جا رہے تھے تاکہ اپنے دوست عبد الرحمٰن سے ملاقات کر سکیں۔ جب انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو عبد الرحیم دوڑتا ہوا دروازے کی طرف آیا اور اپنے چچا کے دوستوں اور اپنے بڑے دوستوں کو دیکھا، جن میں سے اکثر کو وہ جانتا ہے کیونکہ بچپن سے ہی وہ اپنے چچا کے ساتھ ان سے ملنے آتا رہتا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے خوش آمدید کہا، ”خوش آمدید، خوش آمدید“ اور اندر کی طرف مڑ کر چیخا: ”چچا! کچھ نوجوان آپ سے ملنے آئے ہیں“، پھر ان کی طرف مڑا اور کہا، ”آئیں، آئیں“ اور ان کی مہمان خانے کی طرف رہنمائی کرنے لگا، اتنے میں عبد الرحمٰن تیزی سے آیا اور اس نے بھی خوش آمدید کہا۔ وہ سب بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے۔ عبد الرحیم خود کو ان میں سے ایک سمجھ رہا تھا، حالانکہ عمر کا فرق پچیس سال سے زیادہ کا ہو گا۔

خواتین نے دوپہر کا کھانا تیار کیا اور کمرے کے دروازے تک لے آئیں، پھر عبد الرحمٰن اور عبد الرحیم اسے اندر لے آئے۔ کھانا کھانے کے بعد وہ گاؤں کے اطراف میں سیر کرنے نکل گئے اور عبد الرحیم ان کے ساتھ ہو لیا، زمین ہموار اور زرخیز تھی، لیکن اس میں اچھی فصلیں نہیں تھیں اور دور تک پھیلی ہوئی تاروں کی باقیات تھیں۔ عبد الرحمن نے ان تاروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ حد بندی کی لائن ہے، جس کے مغرب میں فلسطینی علاقے ہیں جو ۱۹۴۸ء اور ۱۹۶۷ء میں قبضے میں چلے گئے تھے اور اس تار کے مغرب میں ہمارے گاؤں کی زمین کا بھی ایک حصہ ہے، جو ہماری خاندان کی چالیس دونم[1] زمین ہے، جو ۱۹۴۸ء میں ضبط ہو گئی تھی اور یہ حصہ ہماری زمین کے چند دونمات کو مکمل کرتا ہے، لیکن ہم اسے سرحدی لائن کے قریب ہونے کی وجہ سے کاشت نہیں کر سکتے۔ اسے یاد رکھنا عبد الرحیم! عبد الرحیم سر ہلاتے ہوئے کہتا ہے، ”کیسے بھول سکتا ہوں، چچا، کیسے بھول سکتا ہوں“۔ جمال نے بھی کہا، ”کیسے بھول سکتا ہوں، کیسے بھول سکتا ہوں، اور انسان اپنے دل اور اعضا کے بغیر کیسے جی سکتا ہے؟“ وہ گاڑی میں سوار ہو کر الخلیل کی طرف روانہ ہو گئے، اور عبد الرحیم اپنے چچا کے ساتھ بیٹھ گیا۔ راستے میں درجنوں گاڑیاں زرد رنگ کی لائسنس پلیٹ کے ساتھ نظر آ رہی تھیں جو کہ اسرائیلی ہونے کی علامت ہے۔ گاڑیاں دونوں سمتوں میں آ جا رہی تھیں۔ جمال غصے میں گرم سانس لیتے ہوئے کہتا ہے، ”پھر ان آبادکاروں کا کیا ہو گا؟ انہوں زمین ہڑپ کر لی ہے پھر بھی وہ نہ تو مطمئن ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی حد پر رکتے ہیں۔

یہ سب شہر میں داخل ہو گئے، مغرب کی اذان کا وقت قریب تھا اور مسجد الحرم الابراہیمی الشریف کے مؤذن کی اذان کی آواز آنے لگی۔ ڈرائیور نے حرم کی طرف گاڑی موڑ لی۔ گاڑی بھیڑ کی وجہ سے بمشکل آگے بڑھ رہی تھی، وہاں سینکڑوں آبادکار اور قابض فوجی ان کی حرم تک کے راستے میں نگرانی کر رہے تھے۔ اسی حال میں وہ مسجد میں داخل ہوئے، درجنوں بندوقیں قابض فوجیوں کے ہاتھوں میں تیار حالت میں تھیں، آبادکار یہودی اپنے سروں پر چھوٹی رنگین ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے، لمبی غیر منظم داڑھیاں تھیں، اور وہ اپنے جسموں کو دھاری دار کپڑوں میں لپیٹے ہوئے تھے جن میں بہت سارے دھاگے لٹک رہے تھے جو ان کے گھٹنوں کے قریب تک جاتے تھے۔ وہ مسجد کی طرف دوڑنے لگے، اس کے نمازیوں کو دھکا دینے لگے۔ وہ ہر رکاوٹ پر کو روک رہے تھے۔ نوجوان مسجد میں داخل ہونے لگے۔ مسجد کے پچھلے حصے سے قالین اٹھا دیے گئے تھے اور رکاوٹیں لگا دی گئی تھیں، لوہے کے ستونوں کے درمیان موٹی رسیوں سے نماز کے لیے جگہ مختص کی گئی تھی۔ صرف مسجد کا چوتھائی حصہ نماز کے لیے تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ اس کے تین چوتھائی حصے کے علاوہ باہر کی جگہ اور دو ہالوں میں یہودی بھرے ہوئے تھے، کیونکہ یہ ہفتے کا دن تھا۔ جمال نے بڑبڑاتے ہوئے کہا: ہر گوشے میں ایک یہودی کتاب ہاتھ میں لیے، تیزی سے پڑھ رہا ہے اور اپنا جسم آگے پیچھے ہلا رہا ہے۔

---

[1] دونم فلسطین میں زرعی زمین کی پیمائش کا پیمانہ ہے۔ ایک دونم ایک ہزار مربع میٹر یا تقریباً ایک چوتھائی ایکڑ کے برابر ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے چالیس دونم چالیس ہزار مربع میٹر یا تقریباً دس ایکڑ کے برابر زمین بنتی ہے۔ (ادارہ)

مؤذن نے نماز کے لیے اقامت کہی، جمال نے امامت کے لیے قدم بڑھایا، نمازی صف بستہ ہوئے، اس نے تکبیر تحریمہ کہی، اور سورہ فاتحہ پڑھی، نمازیوں کی آواز اس دعا کے جواب میں گونج اٹھی ''غیر المغضوب علیہم ولا الضالین'' آمین۔ پھر اس نے خوبصورت بلند آواز میں پڑھنا شروع کیا ''سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً'' یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچا ''وجعلنا جهنم للكافرين حصيرا''، اللہ اکبر، وہ رکوع میں جھکا اور نمازی بھی جھکے، جبکہ ان کے پیچھے یہودی اپنے جسموں کو ہلارہے ہیں اور تورات پڑھ رہے ہیں۔

☆☆☆☆

میں آخری لیکچر ہال سے نکلا، جو شام کے قریب ختم ہوا تھا، اور سورج قریب الغروب تھا، میں کیا دیکھتا ہوں کہ ابراہیم، میرے چچازاد بھائی قریب کے ہال میں ہے، میں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب دیا، ہاں، اور ہم ایک ساتھ نکلے۔ ہر ایک اپنی کتابیں اٹھائے ہوئے تھا، اور ہمارے ارد گرد بہت سے طلباء اپنے گھروں کی طرف جارہے تھے، اور یونیورسٹی کے دروازے پر ایک بس کھڑی تھی، جو جنوبی علاقوں کے طلباء کو ان کے گھروں تک پہنچاتی تھی۔ ہم پیدل چلتے ہوئے گھر واپس جارہے تھے کہ ہمیں دور سے ایک فوجی جیپ کھڑی نظر آئی جو یونیورسٹی سے نکلنے والے طلبہ کو دیکھ رہی تھی۔ ابراہیم نے ان کی طرف دیکھا اور کہا: ''کون یقین کرتا کہ غزہ میں واقعی ایک یونیورسٹی بنے گی جیسی اب ہے؟ احمد، کیا تمہیں یاد ہے جب تم نے اسلامی یونیورسٹی میں داخلہ لینے کا فیصلہ کیا تھا تو تمہاری والدہ کا کیا جواب تھا؟ میں نے سر ہلایا، سڑک کے دوسرے کنارے ایک گاڑی رکی جس میں اسلامی بلاک کے چند کارکن، جو ابراہیم کے دوست تھے، موجود تھے۔ انہوں نے اسے بلایا، اس نے چند الفاظ میں گفتگو کی اور واپس آکر مجھے اپنی کتابیں دیتے ہوئے کہا: یہ اپنے ساتھ لے جاؤ، میں دوستوں کے ساتھ جارہاہوں اور شاید دیر ہو جائے۔ حکومت (امی) کو مطمئن کر دینا۔

میں نے مسکرا کر اس کے کاغذات اور کتابیں لیں اور چلتے ہوئے اپنی امی اور ابراہیم کے ساتھ اس کے تعلقات کے بارے میں سوچنے لگا۔ انہی خیالات میں گم تھا کہ ایک کار کا ہارن سنائی دیا، جو قریب تھی کہ مجھے ٹکر مار دیتی۔ میں نے جلدی سے سڑک پار کی اور اس حادثے میں میری کتابیں زمین پر گر گئیں، میں نے انہیں بجلی کے کھمبے کے نیچے جمع کرنا شروع کیا، میری کتابیں اور ابراہیم کی کتابیں آپس میں مل گئیں، میں نے انہیں الگ کرنے کی کوشش کی۔

مجھے ایک کاغذ نے متوجہ کیا جو ابراہیم کا تھا، جب میں نے اسے اس کی کتابوں میں رکھنے کی کوشش کی، تو میری نظر اس کے عنوان پر پڑی: ''حسن الصالح کی حرکات اور اعمال کی رپورٹ'' میں اپنے تجسس پر قابو نہ رکھ سکا اور اس رپورٹ کو پڑھنے لگ گیا جو ابراہیم کے پاس تھی اور جس پر دستخط تھے: ''آپ کا بھائی (۲۳)''۔ اس کا مطلب تھا کہ ابراہیم اور اس کے ساتھیوں کا معاملہ صرف طلبہ کی سرگرمیوں اور مسجد کی نمازوں تک محدود نہیں تھا۔

اس رات ابراہیم غیر معمولی طور پر دیر سے آیا، میں نے امی کو اس کی طرف سے تسلی دی۔ امی نے کہا: ''میرا دل کہتا ہے کہ ابراہیم خطرناک راستے پر چل نکلا ہے اور مجھے اس کے انجام کا خوف ہے''، میں نے کہا: امی، ابراہیم سمجھدار اور بالغ ہے، آپ اس کے بارے میں فکر نہ کریں، اسے کیا ہو سکتا ہے؟ امی نے کہا: میرا دل یہی کہتا ہے۔ میں نے کہا: آپ دل کی نہ سنیں، یہ شیطان کی طرف سے ہے جو آپ کو پریشان کر رہا ہے۔ امی نے کہا: ایک ماں کا دل کبھی غلط نہیں ہوتا احمد! میں نے ان کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو تھے، جیسے انہوں نے میرے حیرت کو سمجھ لیا ہو۔ کہا: وہ میرا بیٹا ہے، بالکل تمہاری طرح، کیا میں نے اسے بچپن سے نہیں پالا؟ میری ماں عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد تقریباً تین گھنٹے جائے نماز پر بیٹھی رہیں، پریشانی ان کے چہرے پر واضح تھی اور وہ اسے چھپا نہیں پارہی تھیں، یہاں تک کہ دروازے پر دستک سنائی دی اور دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔ ابراہیم داخل ہوا تو ماں اس کی طرف بھاگتے ہوئے چیخیں: تم کہاں تھے؟ اتنی دیر کیوں لگا دی؟ ابراہیم نے جواب دیا: حکومت کو تحریری رپورٹ چاہیے یا زبانی؟ ماں نے پھر چیخ کر کہا کیونکہ ابراہیم ان کا غصہ کم نہیں کر پارہا تھا: میں تم سے پوچھ رہی ہوں تم کہاں تھے؟ اور دیر کیوں ہوئی؟ ابراہیم نے صورتحال کی سنگینی کو سمجھتے ہوئے جواب دیا: میرے ایک دوست کو مسئلہ تھا، ہم اسے حل کرنے گئے تھے اور ہمیں دیر ہوگئی کیونکہ ہمیں اس کے والد کو منانا پڑا۔ ماں نے کہا: کیا یہ کام دن میں نہیں ہو سکتا تھا؟ آئندہ اس طرح دیر نہ کرنا، سمجھ گئے؟ ابراہیم نے مذاق میں جواب دیا: سمع وطاعت، اے جلالت مآب سلطانہ! ماں اس کے لیے کھانا تیار کرنے کے لیے جانے لگی، تو ابراہیم نے اسے روک کر کہا کہ وہ خود ہی کھانا تیار کرلے گا۔

میں یہ سب دیکھ رہا تھا اور میرے اندر ایک آتش فشاں پھٹنے والا تھا۔ مجھے ابراہیم کو بتانا پڑے گا کہ میں نے وہ کاغذ پڑھا ہے اور اسے معاملے کی وضاحت کرنی ہوگی۔ خاموش رہنا صحیح نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ ناراض ہو اور چلا جائے، کوئی بات نہیں، لیکن مجھے اسے بتانا ضروری ہے۔ ماں اپنے کمرے میں سونے چلی گئیں اور ابراہیم اپنے لیے کھانا تیار کرنے کے بعد میرے پاس واپس آیا کیونکہ ہم دونوں ایک ہی کمرے میں سوتے تھے۔ وہ کھانا کھانے بیٹھا، تو میں نے کرسی کھینچ کر اس کے قریب بیٹھا اور اپنے منہ کو اس کے کان کے قریب لے جاکر کہا: مجھے معاف کر دینا، تمہاری فائل میرے ہاتھ سے گر گئی تھی اور جب میں نے بکھرے ہوئے کاغذات جمع کیے تو میں نے حسن کے بارے میں لکھی ہوئی رپورٹ دیکھی۔ ابراہیم نے کھانا چھوڑ دیا اور اس کے حلق میں پھنسا ہوا نوالہ اسے مارنے کے قریب تھا۔ اس نے کہا: کیا؟ میں نے کہا: پریشان نہ ہو، میں احمد ہوں اور تم مجھے جانتے ہو، تمہارا راز اس کنویں میں محفوظ ہے، پھر میں اپنے تجسس کو قابو نہ کر سکا تو میں نے کاغذ پڑھ لیا۔

ابراہیم کی پریشانی واضح تھی اور وہ صحیح طور پر ردعمل نہیں دے پارہا تھا، یہ ابراہیم کا سب سے مشکل لمحہ تھا جو میں نے دیکھا تھا۔ میں نے مزید کہا: سمجھ لو کہ کسی نے کچھ نہیں پڑھا اور نہ ہی دیکھا، ابراہیم نے کوئی جواب نہیں دیا اور جلدی سے کھانا ختم کیا، پھر ہم سونے چلے گئے۔

اگلے دن وہ یونیورسٹی لے جانے کے لیے میرا انتظار کر رہا تھا۔ ہم دونوں یونیورسٹی کے لیے نکلے، راستے میں ابراہیم نے بات شروع کرتے ہوئے کہا: سنو احمد، میں جانتا ہوں کہ تم کسی کو کچھ نہیں بتاؤ گے، لیکن جان لو کہ حسن کا معاملہ مجھے پریشان کر رہا ہے۔ میں نے اپنے کچھ دوستوں کو اس کی نگرانی پر لگا دیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کیا کر رہا ہے، میں نے اسے گہری نظر سے دیکھا اور کہا: ابراہیم! یہ بات کسی اور کو بتاؤ، رپورٹ کا کام کسی عام لڑکوں یا دوستوں کا نہیں، یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو جانتے ہیں کہ کیا کرنا ہے۔ معلومات عام لوگوں کے ہاتھ نہیں آ سکتیں، یہ ماہرین کی معلومات ہیں، لیکن میرے لیے اہم یہ ہے کہ تم حسن کے ساتھ کیا کرو گے؟ ابراہیم نے گہری سانس لی اور کہا: میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اسے مار دوں گا اور لوگوں کو اس کے شر سے بچاؤں گا۔ میں سب سے پہلے اسے ماروں گا، لیکن ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے اور وقت پر سب کچھ اچھا ہوتا ہے۔

اپنی ضرورت سے زائد جو پیسے بچتے تھے، ابراہیم انہیں ماں کے پاس جمع کراتا تھا، جنہیں وہ تعمیراتی کام سے کماتا تھا۔ اُس دن جب وہ یونیورسٹی سے واپس آیا، تو اُس نے ماں سے ان جمع شدہ پیسوں میں سے پندرہ سو دینار مانگے، کیونکہ وہ ایک گاڑی خریدنا چاہتا تھا جو اُسے نقل و حرکت میں اور کام کے اوزار لے جانے میں مدد دے گی، اور کام اور پڑھائی کے دوران وقت کی بچت کرے گی۔ میں جانتا تھا کہ وہ اپنے بھائی حسن کے معاملے کو ختم کرنے کی گہرائی سے منصوبہ بندی کر رہا ہے، ماں نے اُسے پیسے دیے اور بتایا کہ تقریباً پندرہ سو دینار باقی ہیں۔ ابراہیم نے ایک پیجو براویٹ (۴۰۴) گاڑی خریدی، جو کہ ایک مشہور گاڑی ہے اور علاقے میں بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہے، لیکن یہ سب گاڑیاں پرانی اور کم از کم پندرہ سال پرانی ہوتی ہیں، مگر کیمپ کے معیار کے مطابق یہ ایک عیاشی کی چیز تھی۔

☆☆☆☆

محمد اپنے کرائے کے کمرے سے جہاں وہ اور کچھ طالب علم رہتے تھے، بیرزیت یونیورسٹی کے لیے نکل پڑا۔ یونیورسٹی میں داخل ہوتے ہی اُس نے محسوس کیا کہ ماحول میں غیر معمولی طور پر تناؤ ہے، کیونکہ طلباء اور طالبات حسب معمول قابض فوجیوں کے ساتھ جھڑپوں کے لیے تیار ہو رہے تھے، وہ مختلف کونوں میں پتھر اکٹھے کر رہے تھے، ماسک پہن رہے تھے، اور رکاوٹیں لگا رہے تھے۔ پھر وہ ایک بڑے مظاہرے میں شامل ہو گئے جس میں لوگ یونیورسٹی سے نکل کر قبضے اور آبادکاری کے خلاف اور فلسطین کے حق میں نعرے لگا رہے تھے۔ زیادہ وقت نہ گزرا کہ قابض فوجیوں کی گاڑیاں آئیں اور جھڑپ شروع ہو گئی، فوجی اپنی گاڑیوں کے پیچھے چھپ گئے، اور طلباء پیچھے ہٹ کر پتھریلی دیواروں کے پیچھے چھپ گئے۔ پتھر فوجیوں پر برسنے لگے، جو جواب میں طلباء پر گولیاں اور آنسو گیس برسانے لگے۔ تمام طلباء تنظیمیں ان واقعات میں شامل تھیں، ایسے واقعات میں جب تمام طلباء تنظیمیں شامل ہوتی ہیں، تو جھڑپ زیادہ سخت اور شدید ہو جاتی ہے کیونکہ طلباء اور طالبات کا جوش و خروش بڑھتا ہے اور ان کا حوصلہ بڑھتا ہے۔ جھڑپیں کئی گھنٹوں تک جاری رہیں، جس دوران فوجیوں کو کئی بار پیچھے ہٹنا پڑا، اور وہ اپنے ان زخمی ساتھیوں کو کھینچتے ہوئے لے جا رہے تھے، جن کے سر یا چہرے سے خون بہہ رہا تھا، کیونکہ وہ پتھروں سے زخمی ہو گئے تھے۔ فوجیوں نے نہ صرف مظاہرین کو منتشر کرنے یا زخمی کرنے کے لیے، بلکہ واضح طور پر قتل کرنے کے ارادے سے گولیاں چلانا شروع کر دیں۔ کچھ ہی منٹوں میں، دو طلباء "جواد ابو سلمیہ" اور "صائب ذهب" شہید ہو گئے۔ حسب معمول طلباء کا جوش بڑھ گیا اور وہ فوجیوں کا پیچھا کرنے لگے، جنہیں یونیورسٹی اور طلباء سے دور شہر کے کنارے پر پناہ لینی پڑی۔ لاشوں اور زخمیوں کو رام اللہ کے ہسپتال منتقل کیا گیا، رات ہو چکی تھی، صبح ہوتے ہی بیرزیت کی جھڑپوں اور شہداء کی خبریں پورے وطن میں پھیل چکی تھیں، تو ہر علاقے میں مظاہرے شروع ہو گئے اور عام ہڑتال کا اعلان کیا گیا۔ مظاہرین اور قابض فوجیوں کے درمیان جھڑپیں ہر جگہ پھیل گئی، یہاں تک کہ اسلامی یونیورسٹی میں بھی، طلباء نے بڑے پیمانے پر مظاہرے کیے، اور اپنے پتھروں کو قابض فوج کی گشت کرنے والی گاڑیوں پر پھینکا۔ یہ واقعات پھیل کر کیمپ سے شہر کے ہر حصے میں پہنچ گئے، خاص طور پر الشجاعیہ محلہ جہاں شہید صائب ذهب رہتا تھا، اور جنوبی علاقے خان یونس جہاں شہید جواد ابو سلمیہ رہتا تھا، تک پھیل گئے۔

واقعات اگلے دنوں میں بھی جاری رہے، اور جب پتھر قابض فوج کی گاڑیوں پر پھینکے گئے جو جامعہ کے پاس کھڑی تھی اور وہاں سے گزر رہی تھی، تو قابض فوج کی بڑی تعداد نے جامعہ کو گھیرے میں لے لیا۔ یہ واضح ہو گیا کہ وہ ہمیں سبق سکھانا چاہتے ہیں تاکہ ہم اچھے اور خاموش بچے بن جائیں۔ سینکڑوں فوجیوں نے جامعہ کو گھیر لیا اور اس میں بار بار داخل ہونے کی کوشش کی، لیکن ہر بار ان پر پتھروں کی بارش ہوتی اور وہ پیچھے ہٹ جاتے۔ وقت گزرتا گیا اور شام قریب آ گئی، یہ واضح ہو گیا کہ رات جامعہ میں گزارنی پڑے گی۔

لیکن کچھ معززین کی گاڑی آئی اور اسے جامعہ میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی۔ انہوں نے طلباء کے سرگرم کارکنان اور جامعہ کے منتظمین سے مذاکرات کیے۔ پھر انہوں نے بتایا کہ فوجی حکام کو کوئی اعتراض نہیں کہ طلباء جامعہ سے مخصوص گروپوں میں باہر نکلیں، ہر پانچ منٹ میں دس طلباء، تاکہ کوئی اجتماع نہ ہو اور مظاہرے شہر میں نہ پھیل سکیں۔ انہوں نے یہ بھی یقین دہانی کرائی کہ فوجی طلباء کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ سب نے اس پر اتفاق کیا اور ہم نے دس دس کے گروپوں میں نکلنا شروع کیا اور فوجی ہمیں ایک سڑک کے کنارے کی طرف لے جا رہے تھے۔ جیسے ہی ایک گروپ نکلتا، دوسرا گروپ اس کی پیروی کرتا، میں بھی ایک گروپ میں باہر نکلا اور جب ہم اس سڑک کے ایک موڑ پر پہنچے، تو فوجیوں نے ہمیں مڑنے کا اشارہ دیا اور وہاں سینکڑوں فوجی کھڑے تھے جن کے ہاتھ میں ڈنڈے تھے اور ان کی گاڑیاں سڑک کو بند کر کے ایک قید خانے میں تبدیل کر چکی تھیں۔ وہاں ہمیں مار پیٹ کر مجبور کیا گیا کہ ہم اپنے گھٹنوں پر بیٹھیں، اپنے ہاتھ سر پر رکھیں اور دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھیں۔ ہمارے شناختی کارڈ لے کر تفتیش کی گئی اور ایسا لگتا تھا کہ ان کے پاس سرگرم کارکنوں کی فہرستیں تھیں، جنہیں وہ مار پیٹ کر ایک قریبی میدان میں لے جا رہے تھے۔ پھر باقیوں کو ان کے شناختی کارڈ واپس دے کر جانے کی اجازت دے

رہے تھے۔ میں کسی بھی طالب علم تنظیم کا سرگرم کارکن نہیں تھا، مجھے اپنا شناختی کارڈ ملا اور میں وہاں سے جلدی نکل گیا۔

ابراہیم کو تقریباً سو دیگر طلباء کے ساتھ تین دن تک حراست میں رکھا گیا، انہیں بری طرح مارا پیٹا گیا اور ایسی ذلت برداشت کرنی پڑی جو تصور سے باہر تھی۔ فوجی حاکم نے سوچا کہ اس نے ہمیں سبق سکھا دیا ہے اور ہمیں 'اچھے بچے' بننے کی تعلیم دے دی ہے۔ چند دنوں بعد میں یونیورسٹی میں داخل ہوا اور پہلی نظر میں ہی ظاہر ہو گیا کہ آج جنگ چھڑنے والی ہے۔ سرگرم کارکنان کے ایک گروپ کی قیادت ابراہیم کر رہا تھا اور وہ تصادم کی تیاری کر رہے تھے۔ جب طلباء کا مجمع اکٹھا ہوا تو پتھر پولیس کی گاڑیوں اور فوجی گاڑیوں پر برسنے لگے جو یونیورسٹی کے قریب سے گزر رہی تھیں۔ آدھے گھنٹے کے اندر ہی یونیورسٹی کو محاصرے میں لے لیا گیا اور فوجی بسوں سے سینکڑوں فوجیوں کی آمد شروع ہو گئی۔ یہ بالکل واضح تھا کہ اس بار ہمیں پچھلی بار سے کہیں زیادہ مار پڑنے والی ہے، مگر ہر حادثے کا الگ حال ہوتا ہے۔ ابھی تو مقابلہ کرنا ہے تو مقابلہ کریں، زیادہ تر طلباء نے کیمروں اور دوربینوں سے بچنے کے لیے اپنے چہرے ڈھانپ لیے، جو ایک اونچی عمارت پر نصب تھے۔ پتھر فوجیوں پر برسنے لگے جو اپنی گاڑیوں اور پلاسٹک کی ڈھالوں کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ جواب میں وہ گولیاں اور آنسو گیس کے شیل برسانے لگے۔ واضح تھا کہ طلباء اس بار پچھلے دنوں کی مار کا بدلہ لے رہے تھے، وہ ایک بڑی گاڑی لائے جو گرم پانی کا چھڑکاؤ کر رہی تھی، یہ گاڑی یونیورسٹی کے دروازے کی طرف بڑھی اور فوجی اس کے پیچھے چھپے ہوئے تھے، اس گاڑی نے دروازہ اکھاڑ دیا اور پتھروں کی بارش بھی اسے نہ روک سکی اور وہ ہمارے قریب آ گئی۔ فوجی اس کے ساتھ آگے نہ بڑھ سکے اور پیچھے ہٹ گئے، صورتحال یہی رہی کہ کبھی وہ ہم پر حملہ کرتے اور کبھی ہم ان پر، یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا اور پھر اچانک ایک فوجی ٹینک کی آواز آئی جو زمین کو کپکپاتا ہوا یونیورسٹی کے پچھلے دروازے کو توڑ کر اندر داخل ہو گیا۔ ایک طالب علم نے لاؤڈ اسپیکر پر چلا کر کہا: ایک ٹینک پچھلے دروازے سے یونیورسٹی میں داخل ہو گیا ہے، تقریباً سات سو سے زائد طلباء ایک ساتھ ٹینک کی طرف مڑ گئے، بجائے اس کے کہ وہ اس سے بھاگتے، وہ اس کی طرف دوڑنے لگے۔ یہ منظر کسی جنون سے کم نہ تھا، ٹینک اور ہمارے مجمع کے درمیان سو میٹر سے زیادہ کا فاصلہ تھا، لیکن یہ واضح تھا کہ ٹینک کے اندر موجود لوگ جانتے تھے کہ یہ مجمع ان کی کھال ادھیڑ دے گا۔

ٹینک نے واپس مڑ کر یونیورسٹی سے باہر کا راستہ لیا، مجمع ٹوٹے ہوئے دروازے تک پہنچا اور انہوں نے پتھروں، کنکریٹ کے ٹکڑوں، ڈرموں اور درختوں کے تنے جیسی ہر چیز سے اسے بند کرنا شروع کر دیا، پھر ان کی اکثریت واپس آ گئی۔ جبکہ کچھ لوگ دیوار پر چڑھ کر فوجیوں کی حرکات کو دیکھنے لگے۔ وقت گزرتا گیا اور وقت مغرب قریب آ گیا، معتبر لوگوں نے ثالثی کی کوشش کی، لیکن ان کی ثالثی کو مسترد کر دیا گیا اور انہیں سخت باتیں سنائی گئیں۔ ہم انتظار کرتے رہے اور سوچتے رہے کہ اب کیا ہو گا؟ ابراہیم اپنے چہرے پر مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کر رہا تھا، مگر ناکام رہا۔ تھوڑا سکون ہوا اور پھر غزہ شہر کی مساجد کے درجنوں لاؤڈ اسپیکرز ایک ساتھ بلند ہونے لگے: حی علی الجہاد...... قابض فوج نے آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں کو یونیورسٹی میں محاصرے میں لے لیا ہے، انہیں بچانے کے لیے باہر نکلیں، اللہ اکبر...... اللہ اکبر۔

اچانک شہر کے تمام محلوں کے لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے، ہجوم بڑے بڑے جلوسوں اور مظاہروں میں تبدیل ہو کر ہر جانب سے یونیورسٹی کی طرف بڑھنے لگے، اور اچانک غزہ شہر پورے کا پورا نکل آیا۔ اللہ اکبر...... اللہ اکبر اور قابضین کی موت کا نعرہ لگایا۔ اس صورتحال میں بدامنی پھیل گئی اور فوراً ہی یونیورسٹی کا محاصرہ کرنے والی افواج کو حکم ملا کہ وہ یونیورسٹی کو چھوڑ دیں اور شہر میں امن بحال کرنے کے لیے پھیل جائیں۔ افواج نے رخ بدلا اور بکھر گئی، تو ان کے سامنے غصے سے بھرے لوگوں کے لشکر تھے اور ان کے پیچھے غصے سے بھرے یونیورسٹی کے ہزاروں طلباء وطالبات تھے۔

ابراہیم اپنی کار میں یونیورسٹی کے دروازے سے نکلا اور مجھے دیکھ کر رک گیا، اس نے کہا کہ وہ گھر نہیں جا رہا بلکہ شہر کی صورتحال دیکھنے کے لیے چکر لگانا چاہتا ہے۔ پورا شہر، اس کے مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے سڑکوں پر تھے، ہر جگہ جلتی ہوئی گاڑیوں کے ٹائر تھے، رکاوٹوں سے راستے بند کیے جا رہے تھے اور وہاں پریشان حال فوجی تھے جو اطراف میں گھوم رہے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ کیا ہو رہا ہے۔ ابراہیم کے چہرے پر بڑی مسکراہٹ تھی اور وہ اسے چھپانے کی کوشش نہیں کر رہا تھا، میں نے کہا کہ واقعی تم لوگوں نے معاملات کو اچھے سے ترتیب دیا ہے۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا: الحمد للہ، الحمد للہ، لوگ خیریت سے ہیں، الحمد للہ لوگ خیریت سے ہیں۔ ہم نے ہزاروں شہریوں اور طلباء کے ہجوم کو الحاکم سرائے کی طرف بڑھتے دیکھا، وہ اسے پتھروں سے مار رہے تھے اور فوجی اپنے سروں کو بچانے میں ناکام تھے اور اندھا دھند فائرنگ کر رہے تھے۔

☆☆☆☆

محمود کے چند دوست اس کے گھر آئے اور واضح تھا کہ وہ فکرمند ہیں۔ وہ بیٹھے اور کچھ دیر بعد میں ان کے لیے چائے لایا جو محمود کی بیوی نے بنائی تھی۔ میں نے ان کو چائے پیش کی، تو وہ بات کر رہے تھے۔ وہ ایک فتح کے نوجوان کے بارے میں بات کر رہے تھے جو حال ہی میں گرفتار ہوا تھا اور ایک خصوصی عسکری گروہ کا ذمہ دار تھا، اور اس نے تفتیش میں سب کچھ قبول کر لیا تھا۔ محمود نے پوچھا کیسے؟ میں نے سنا تھا کہ وہ ایک مضبوط اور ضدی نوجوان ہے۔ ان میں سے ایک نے جواب دیا کہ ہاں وہ مضبوط اور ضدی ہے، لیکن وہ اسے ''العصافیر'' لے گئے تو اس نے وہاں قبول کر لیا۔ میں نے سوال کیا: ''العصافیر'' کیا ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ جاسوسوں کا ایک بڑا گروہ ہے جو تفتیش میں انٹیلی جنس کی مدد کرتے ہیں، انہیں جیل کی طرح کے کمروں میں رکھا جاتا ہے۔ اگر انٹیلی جنس کسی سے اقبال جرم نہیں کرا سکتی تو اسے ان کے پاس لے جاتے ہیں، یہ جاسوس ظاہر کرتے ہیں کہ وہ عام قیدی ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اس قیدی سے اس کی معلومات حاصل کر لیں۔

وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ وہ ان کو افسروں کے سامنے لانا چاہتے ہیں تا کہ اس گروہ کو گرفتار ہونے سے بچایا جا سکے، یا کسی اور وجہ سے، اور کبھی کبھار جب وہ دیکھتے ہیں کہ قیدی اپنی عزت بچانے کی کوشش کر رہا ہے کہ وہ کوئی جاسوس نہیں ہے تو وہ اس پر الزام لگانا جاری رکھتے ہیں۔ بعض اوقات قیدی کو اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے اپنے رازوں کو ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ وہ جاسوس نہیں ہے، اور وہ اس طرح کی چالوں اور دھوکہ دہی کے طریقے استعمال کرتے ہیں۔

اسلامی یونیورسٹی میں طلباء اور طالبات کے درمیان مکمل علیحدگی ہے، ہر گروہ اپنے مخصوص شعبوں میں پڑھتا ہے اور یونیورسٹی میں طلباء اور طالبات کا اختلاط نہیں ہوتا۔ لیکن جب طلباء اور طالبات یونیورسٹی جاتے یا واپس آتے ہیں تو وہ سڑکوں، گلیوں، پارکنگ اور بس اسٹاپوں میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ راستے کے آداب اور عمومی قواعد کا خیال رکھتے ہیں بلکہ ان میں مبالغہ بھی کرتے ہیں، حالانکہ کچھ طلباء یا طالبات جب یونیورسٹی سے نکلتے ہیں تو بغیر کسی پابندی کے آزادانہ طور پر چلتے ہیں جیسا کہ معاشرتی عادات میں ہوتا ہے۔ تمام یونیورسٹی کی طالبات حجاب پہنتی ہیں کیونکہ یہ یونیورسٹی کا قانون ہے اور بغیر حجاب کے داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ زیادہ تر طالبات سنجیدگی سے حجاب پہنتی ہیں، لیکن کچھ طالبات یونیورسٹی میں داخل ہونے پر ہی حجاب پہنتی ہیں اور فوراً یونیورسٹی سے نکلنے کے بعد اتار دیتی ہیں یا کچھ اپنے سر کا دوپٹہ پیچھے کر دیتی ہیں جس سے ان کے بالوں کا کچھ حصہ ظاہر ہو جاتا ہے۔

پڑوس کے کیمپ کی ایک طالبہ جو یونیورسٹی میں پڑھتی تھی، کئی بار ایسا ہوا کہ میں یونیورسٹی جاتے یا واپس آتے وقت اسے راستے میں دیکھتا تھا۔ کبھی کبھار میں اس کی طرف دیکھتا تھا جب وہ زمین کی طرف دیکھتے ہوئے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنی منزل کی طرف جا رہی ہوتی، میرا دل بار بار مجھ سے کہتا کہ شاید مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے۔ میں ہمت نہیں کر سکا کہ اسے سلام کہہ سکوں، شرم اور خوف کی وجہ سے۔ ایک دن اتفاق سے میری نظر اس کی نظر سے ٹکرا گئی تو میرے جسم میں ایک عجیب سی سنسنی دوڑ گئی اور میرے دل میں محبت کے جذبات بھر گئے۔ ایک مختصر نظر پھر اس نے فوراً اپنی نظر جھکا لی۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ اسے یونیورسٹی جاتے یا واپس آتے ہوئے ملوں، چاہے میں اس پر نظر نہ بھی ڈالوں، بس اس کا سڑک پر ہونا مجھے سکون دیتا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ کیا میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں؟ اور کیا یہ واقعی محبت ہے جس کا اتنا ذکر ہوتا ہے؟ ایک بار پھر ہماری نظریں دور سے ملیں اور میرا دل تیز دھڑکنے لگا۔ تیسری بار جب نظریں ملیں تو میں مسکرایا اور اس کا چہرہ شرم سے لال ہو گیا اور وہ تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے دور چلی گئی۔

میں بعد میں اس سے زیادہ کی امید کے بغیر اس کے یونیورسٹی جانے کا انتظار کرتا تھا تا کہ اسے دور سے دیکھ سکوں، یہاں تک کہ نظر ڈالنے کی بھی خواہش نہیں تھی، مجھے بس اتنا ہی کافی تھا کہ میں نے محبت کی اور یہ کافی تھا کہ وہ یہ بات بخوبی سمجھ گئی تھی۔ وہ ہر بار یہ سمجھتی جب وہ میری کوشش کو محسوس کرتی کہ میں اسے ہر روز یا دو دن میں دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں اور مجھے اس کی حفاظت کرنی چاہیے، اس مرحلے پر زیادہ کی خواہش نہیں ہونی چاہیے، اس سے پہلے کہ میں یونیورسٹی سے فارغ ہو جاؤں اور شادی کے لیے اس کے پاس جاؤں، جیسا کہ مجھے بچپن سے سکھایا گیا تھا۔

میرے چچازاد حسن کے معاملے نے ابراہیم کو بہت پریشان کر دیا تھا اور اس نے کئی بار میرے دماغ میں یہ بات بٹھا دی تھی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ حسن کی حرکات کا پتہ لگانے کے لیے لے گیا تا کہ اس رپورٹ کی سچائی کی تصدیق ہو سکے۔ ہم نے کئی معلومات کی تصدیق کی، ہم نے دیکھا کہ وہ مخصوص اوقات میں "ابو ودیع" سے ملنے جاتا تھا۔ اپنی گاڑی کو سرایے کے قریب روکتا، پھر گاڑی سے اترتا اور سرایے میں داخل ہو جاتا۔ اس کے پاس ایک خاص کارڈ ہوتا تھا جو وہ گیٹ پر موجود فوجیوں کو دکھاتا تھا۔ وہ اندر جاتا اور ایک گھنٹے یا کچھ دیر کے بعد باہر آتا تھا۔ ہم نے اسے کئی ایسی دکانوں پر جاتے ہوئے دیکھا، جن کے مالکان کا مخبر ہونا معروف تھا۔

ہم نے اسے سڑکوں پر عورتوں کو تنگ کرتے ہوئے بھی دیکھا اور ان کے ساتھ ہر طرح کی بدتمیزی کرتے دیکھا۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ کچھ فاحشائیں اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتی تھیں اور دور دراز کے مقامات پر چلی جاتی تھیں۔ بعض اوقات وہ ان میں سے کسی ایک کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا اور کسی نوجوان کو بھی ایسے مقام پر لے جاتا تھا جو ویران ہوتا تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس نوجوان کو پھنسانے کی کوشش کر رہا ہے، معاملات بالکل صاف ہو گئے تھے اور کسی شک یا تاویل کی گنجائش نہیں تھی۔

میری ماں ہمیں رات دیر تک گھر سے باہر رہنے کی اجازت نہیں دیتی تھیں اور اگر ہم میں سے کوئی رات دیر سے باہر جانا چاہتا تو وہ اور بھی سخت ہو جاتیں۔ ہمیں لگتا تھا کہ وہ سو رہی ہیں یا مصروف ہیں، لیکن جیسے ہی ہم میں سے کوئی دروازے کے قریب جاتا، وہ چیختی ہوئی پوچھتیں: احمد، کہاں جا رہے ہو؟ ابراہیم، کہاں جا رہے ہو؟ پھر ہمیں ان کے سوالات اور استفسار سے بچانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

ابراہیم جانتا تھا کہ حسن کے خلاف کچھ کرنے کی کوششوں میں ماں اس کے لیے مشکلات کھڑی کریں گی، اس لیے اس نے میرے ساتھ یہ منصوبہ بنایا کہ ہم جلدی گھر واپس آ جائیں، پڑھائی کریں اور محنت کریں، پھر جلد سو جائیں۔ آدھی رات کو میں اس کی مدد کرتا تا کہ وہ گھر سے نکل جائے اور واپس آنے کا انتظار کرتا۔ وہ ہر ہفتے ایک یا دو بار باہر جاتا اور واپس آ کر میرا شکریہ ادا کرتا اور سونے چلا جاتا۔ میں نے کبھی اس سے نہیں پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہاں گیا تھا؟ کیا کیا؟

ایک رات جب ابراہیم واپس آیا تو اس کا چہرہ بگڑا ہوا تھا اور صاف ظاہر تھا کہ اس نے بہت مشکل صورتحال کا سامنا کیا ہے، اس نے اپنے کپڑے بدلے اور بغیر کسی بات چیت کے بستر پر لیٹ گیا۔ اس رات کے بعد اس نے مجھے کبھی کسی اور مشن پر ساتھ نہیں لیا۔

ایک ہفتے بعد ایک رات اس نے مجھ سے کہا: احمد، اب اس پروگرام پر رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آرام سے جیسے چاہو ویسے کرو۔ مجھے یہ بات بہت عجیب لگی، لیکن میں نے اس کے پیچھے کی وجوہات نہیں پوچھیں۔ کچھ راتوں بعد جب میں دیر سے گھر واپس آ رہا تھا، اور ایک ذیلی راستے پر مڑ گیا، تو میں نے دیکھا کہ انٹیلی جنس افسر ''ابو ودیع'' کی گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی ہے، وہ اپنے عام شہری لباس میں گاڑی سے باہر آیا اور مسجد کی دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ تھا جس سے وہ دیوار کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ میں ایک اور گلی میں مڑ گیا تاکہ اس سے سامنا نہ ہو اور مجھے کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے، اور اس کے چلے جانے کا انتظار کرنے لگا۔ پھر جب میں واپس اپنے راستے پر گیا اور اسی جگہ سے گزرا تو دیکھا کہ اس نے دیوار پر کچھ نشان بنائے اور کچھ نمبر لکھے ہیں۔ جب میں گھر پہنچا اور کمرے میں داخل ہوا، تو ابراہیم اپنے بستر پر بیٹھا اپنے کالج کی کتابیں پڑھ رہا تھا، میں نے اسے اس واقعے کے بارے میں بتایا تو اس نے جانے کی تیاری کی۔ پھر گھڑی کی طرف دیکھا اور کہا: اگر وقت زیادہ نہ ہوتا تو میں جا کر دیکھ لیتا، لیکن اس وقت باہر جانے سے حکومت مجھے پکڑ لے گی، صبح تک انتظار کرتے ہیں۔

فجر کی اذان کے وقت ہم مسجد جانے کے لیے نکلے، دیوار کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی اس نے مجھے خبردار کیا کہ نہ رکنا اور نہ ہی دیوار کی طرف اشارہ کرنا، بلکہ بات کرتے ہوئے صرف اسے مقام کے بارے میں بتانا۔ میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا، اور اس نے وہ مقام بخوبی دیکھ لیا۔ اس مقام سے گزرتے ہوئے اس نے سرگوشی کی، ''ایسی بہت سی نشانیاں مختلف مقامات پر ہیں، جو پہلے بھی میری نظر میں آئی تھی، میں نے سوچا تھا کہ یہ بلدیہ کے نشانات ہیں، جیسے سیوریج یا بجلی کے۔ لیکن یہ انٹیلی جنس کے لیے ہیں، یعنی یہ خفیہ اور بہت خطرناک جاسوسوں کی ملاقاتوں کے نشانات ہیں۔ اگر یہ عام جاسوس ہوتے تو اتنی محنت اور رازداری کی ضرورت نہ ہوتی۔ ہم نے فجر کی نماز ادا کی اور واپسی کے وقت دوبارہ ان نشانات کو دیکھا۔ ابراہیم نے کچھ بڑبڑاتے ہوئے کہا: آج یہ وقت اور یہ مقام۔ میں نے پوچھا: کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: کچھ نہیں۔

اس دن شام کو اس نے مجھے اپنی گاڑی میں ساتھ لیا اور کہا: ڈائری اور قلم نکالو اور کچھ چیزیں نوٹ کرنے کے لیے تیار رہو۔ ہم نے گاڑی میں بیٹھ کر کیمپ کی گلیوں میں چکر لگائے، اور جب بھی ہم کسی دیوار سے گزرتے، وہ رفتار کم کرتا اور کہتا، ''دائیں طرف دیوار کو دیکھو، یہ نشان پچھلی رات کی نشانی جیسا ہے، اسے نوٹ کرو۔ ہم نے بہت سی نشانیاں جمع کی، اور مغرب کی اذان کے وقت ایک مسجد میں نماز ادا کی، پھر واپس گھر آئے۔

کمرے میں داخل ہوا تو اُس نے مجھ سے ڈائری لے لی اور میز پر رکھ کر اعداد و شمار کا موازنہ کرنے لگا، اور سرگوشی میں کہا: کیا تم یہ مماثلت نہیں دیکھ رہے؟ یہ نمبر آج کی تاریخ ہے، کیونکہ سارے نمبر (۱) سے (۳۱) تک کے درمیان ہیں، کیا ایسا نہیں ہے؟ میں نے جواب دیا: صحیح ہے، پھر اُس نے دوسرے نمبر کا موازنہ شروع کیا اور کہا: یہ لگتا ہے کہ یہ گھنٹے ہیں، دیکھ رہے ہو کہ یہ (۱) سے (۲۴) کے درمیان ہیں اور دن کے گھنٹوں کی تعداد کے برابر ہیں، کیا یہ ایسا نہیں؟ میں نے جواب دیا: صحیح ہے، اُس نے کہا: اور یہ نمبر منٹوں کو ظاہر کرتے ہیں، دیکھو یہ بڑے نمبروں کے مقابلے میں چھوٹے ہیں جو گھنٹے ظاہر کرتے ہیں اور یہ یا تو (۱۵) یا (۳۰) یا (۴۵) ہوتے ہیں، میں نے کہا: سو فیصد۔

وہ مسکرایا اور اپنے ہاتھ کو میرے ہاتھ پر مارنے کے لیے اٹھایا، میں نے ہاتھ بڑھایا اور اس نے ہلکی آواز میں میرے ہاتھ پر مارا، پھر کہا: یہ خفیہ ادارے کی اپنے ایجنٹوں کے ساتھ شِفر[2] ہے، احمد۔ ہم نے اسے حل کر لیا ہے اور اب اہم بات یہ ہے کہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں۔

مجھے موقع مناسب لگا کہ ایک موضوع کھولوں جس پر میں کافی عرصے سے غور کر رہا تھا۔ میں نے کہا: ہاں، اب اہم بات یہ ہے کہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں، اب اپنے کمپیوٹر پر اس کو چلاؤ۔ اُس نے تیز نظروں سے اور غصے سے دیکھتے ہوئے کہا: تم کس بارے میں بات کر رہے ہو؟ میں نے کہا: اُن کے بارے میں جنہوں نے تمہارے لیے حسن کی رپورٹ تیار کی، اُس نے ناراضگی سے دیکھا اور کہا: کیا ہم نے اس بات پر اتفاق نہیں کیا تھا کہ ہم اسے بھول جائیں؟ میں نے کہا: نہیں، ہم نے بھولنے پر اتفاق نہیں کیا تھا، بلکہ ہم نے اس بات پر اتفاق کیا تھا کہ میں کسی اور سے اس بارے میں بات نہیں کروں گا اور میں تم سے بات کر رہا ہوں، کسی اور سے نہیں۔ اُس نے غصے سے کہا: اور تم کیا چاہتے ہو؟ میں خود حیران ہو گیا کیونکہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ میں نے جواب دیا: مجھے نہیں معلوم، مجھے نہیں معلوم، اس بات کو ابھی چھوڑ دو۔ ہم سونے چلے گئے اس سے پہلے ابراہیم نے کاغذات کو اچھی طرح ضائع کر دیا۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

## بقیہ: رمضان المبارک میں مجاہدین کے کرنے کے کام

افطاری کے وقت بہت زیادہ کھانے سے پرہیز کریں۔ نفس تو یہ چاہے گا کہ پورا دن بھوکا پیاسا رہنے کے بدلے چٹخارے دار کھانے ملیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ اپنے نفس کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیتے ہیں یا قابو کر لیتے ہیں۔ افطار کے وقت انواع واقسام کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے وقت گوانتاناموکے پنجروں میں قید اپنے بھائیوں کو ضرور یاد رکھیے گا اور اگر ان کی یاد سے آپ کی آنکھیں بھر آئیں تو امید رکھیں کہ ان شاء اللہ ہمارے لیے راہِ جہاد میں چلنا آسان ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

---

[2] شِفر Cipher ایک مخصوص طریقہ کار ہوتا ہے جسے معلومات یا پیغامات کو خفیہ کرنے یا ان کی حفاظت کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، شِفر کے ذریعے معلومات کو ایسے طریقے سے تبدیل کیا جاتا ہے کہ غیر مجاز افراد اس کو سمجھ نہ سکیں۔ شِفروں کی مختلف اقسام ہوتی ہیں۔

## گندم کے اسٹریٹجک ذخائر

وزیر اعلیٰ پنجاب مریم نواز نے اپنے ایکس اکاؤنٹ پر لکھا:

"پنجاب پہلا صوبہ ہے جس نے اپنے strategic wheat reserves کے لیے پہلی پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ پر مشتمل ایک پالیسی دی۔ جس کے تحت اس سال پنجاب کے کسانوں سے تیس لاکھ میٹرک ٹن گندم ۳۵۰۰ روپے فی من کے حساب سے خریدی جائے گی۔ مجھے یہ بتا کر خوشی ہو رہی ہے کہ الحمدُللہ آج ۳۵ ڈومیسٹک اور انٹرنیشنل کمپنیوں نے اس میں prequalify کیا ہے۔"

صحافی مسعود چوہدری مریم نواز کے دعوے کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قوم کو بے وقوف سمجھنے والوں کو خبر ہو کہ یہ جن پری کوالیفائی کرنے والی کمپنیوں کا ذکر ہو رہا ہے یہ وہی ہیں جنہوں نے کسان سے سستے ترین داموں پر گندم خریدی اور حکومت ہمارے کسان دوستوں کی مسلسل ریکویسٹ کے باوجود کہتی رہی کہ اوپن مارکیٹ ہے، حکومت گندم کیوں خریدے؟ ہم بتاتے رہے کہ فرنٹ مین سستے داموں گندم خرید رہے ہیں، کسان کو بلیک میل کر رہے ہیں، اور بعد میں حکومت کو ہی گندم بیچیں گے۔ جواب میں کہا جاتا رہا کہ اب حکومت پنجاب کسی سے گندم نہیں خریدے گی۔ اب پنجاب حکومت مافیا کی جانب سے کی گئی خریداری کو ہی اپنی کامیابی بنا کر پیش کر رہی ہے۔ الفاظ خواہ کچھ بھی استعمال کر لیں، دراصل یہ استحصال اور ظلم کیا گیا ہے! بے چارے کسان سے ۲۰۰۰ روپے من پر گندم نہیں خریدی گئی، درمیان کے مافیا سے ۳۵۰۰ روپے من خریداری کر لی! کس کس نے کتنے کتنے ارب کمائے؟"

پاکستان میں حکومت کی سرپرستی میں چلنے والے اور نوازے جانے والے مافیا یہ ظلم نہ پہلی دفعہ کر رہے ہیں اور نہ یہ صرف گندم کی فصل تک محدود ہے۔ کسانوں کی جس منظم انداز میں کمر توڑ کر ان کا معاشی قتل عام کیا جا رہا ہے یہ ملک کی بگڑتی معاشی صورتحال کو مزید تباہ کرنے کے مترادف ہے۔

## ۴۰ ارب کی فائر وال کا ناکام تجربہ

پاکستان میں سوشل میڈیا کو کنٹرول کرنے کے لیے لگائی گئی فائر وال کی لاگت تقریباً ۴۰ ارب روپے (تقریباً ۱۴۰ ملین ڈالر) تھی۔ یہ پروجیکٹ ۲۰۲۴ء میں شروع کیا گیا تھا، جس کا مقصد آن لائن مواد کی نگرانی اور ریگولیشن تھا، لیکن یہ تکنیکی طور پر ناکام رہا اور بعد میں بند کر دیا گیا۔ اس فائر وال سے ہونے والے نقصانات میں معاشی طور پر تقریباً ۳۰۰ ملین ڈالر کا نقصان شامل ہے، جو انٹرنیٹ کی سست رفتاری، VPN کی خرابی اور کاروباری رکاوٹوں کی وجہ سے ہوا۔ اس کے علاوہ فری لانسرز، آئی ٹی کمپنیوں اور ڈیجیٹل بزنسز کو شدید متاثر کیا، جن میں کنٹریکٹس کی منسوخی، پیداواری نقصان اور ملازمتوں کا خسارہ شامل ہے۔ مجموعی طور پر، ۲۰۲۴ء میں انٹرنیٹ شٹ ڈاؤنز اور پابندیوں سے پاکستان کو ۱ء۶۲ بلین ڈالر کا نقصان ہوا۔ تکنیکی مسائل کی وجہ سے انٹرنیٹ کی رفتار ۴۰ فیصد تک کم ہوئی، جو فری لانسرز اور آئی ٹی سیکٹر کے لیے تباہ کن ثابت ہوئی۔ تاہم، حکومت نے فائر وال کی بندش کی خبروں کو مسترد کیا ہے اور کہا ہے کہ ویب مانیٹرنگ سسٹم اب بھی فعال ہے اور یہ 5G آکشن میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔ مجموعی طور پر، مبصرین احتساب کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اسے ایک مہنگا اور ناکام تجربہ قرار دے رہے ہیں، جبکہ کچھ اس کی بندش کو معاشی بحالی کے لیے مثبت قدم سمجھتے ہیں۔

## بولتے اشتہار

کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی (سی ڈی اے) کی جانب سے ایک اشتہار شائع کیا گیا جس میں بولی درکار تھی۔ اشتہار کے مطابق پاکستان کی وزارت برائے تخفیف غُربت یعنی غریبی میں کمی اور سوشل سیفٹی یا معاشرتی تحفظ کے وزیر کے سرکاری گھر کی تزئین و آرائش اور اس میں نئے فرنیچر کے لیے صرف ایک کروڑ ۱۶ لاکھ روپے کا ٹھیکہ دیا جا رہا ہے۔

روزنامہ جنگ کی ایک خبر کے مطابق پنجاب حکومت کے ٹرانسپورٹ ونگ نے کابینہ کے لیے گاڑیوں کی خریداری کی سفارشات حکومت کو پیش کر دی ہیں۔ دستاویز کے مطابق پنجاب کابینہ کے لیے ۳۰ کروڑ روپے کی ۲۸ نئی گاڑیاں خریدنے کی تجویز ہے، جن میں ۲ وزرا کے لیے ۴ کروڑ روپے مالیت کی ۲ بلٹ پروف گاڑیاں شامل ہیں۔ دستاویز کے مطابق وی آئی پیز کے لیے ۲۷ کروڑ روپے مالیت کی ۲۵ گاڑیاں خریدنے کی سفارشات منظور ہو چکی ہیں۔ چیف منسٹر انسپکشن ٹیم کے لیے ۵۳ کروڑ روپے کی گاڑیاں خریدی جائیں گیں، جن میں موٹر سائیکلیں بھی شامل ہیں۔ چلیں یہ تو پاکستان میں ہمیشہ کا ہی معمول رہا کہ ہر حکومت اپنے وزراء کو اور بیورو کریسی کو نوازنے کے لیے لگژری گاڑیاں دیتی تھی لیکن اب تو معاملہ لگژری جہازوں تک جا پہنچا ہے۔

تجزیہ کار محمد مالک نے اس حوالے سے ڈی ڈبلیو کو بتایا کہ کفایت شعاری کے دعوے کرنے والی پنجاب حکومت نے ایک ایسے وقت پر گلف اسٹریم جی ۵۰۰ جیسا لگژری طیارہ خریدا ہے، جب صوبے کے شہری شدید معاشی مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ ان کے مطابق غربت اور مہنگائی میں اضافے کے دور میں اس نوعیت کے اخراجات حکومت کی غلط ترجیحات کو ظاہر کرتے ہیں۔ پنجاب حکومت کے ذرائع کے مطابق گلف اسٹریم جی ۵۰۰ ماڈل کا یہ طیارہ چند ہفتے قبل شمالی امریکہ سے لاہور پہنچا تھا۔ پاکستان میں سوشل میڈیا پر بھی اس موضوع پر بحث جاری ہے۔ بعض صارفین نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے سوال اٹھایا ہے کہ ایک طرف پی آئی اے کو "تقریباً دس ارب روپے" میں فروخت کیا گیا، تو دوسری جانب صرف ایک لگژری ہوائی جہاز کی قیمت گیارہ ارب روپے تک پہنچ رہی ہے۔ بعض صارفین کے مطابق حکمران

طبقہ ایمرجنسی کی صورت میں بیرون ملک بھاگنے کے انتظام مکمل کر رہا ہے۔

## جیو نیوز کی ٹرانسمیشن ہیک کر لی گئی

جیو نیوز کی ٹرانسمیشن ہیک کر کے دنیا بھر میں جیو نیوز پر یہ پیغام چلا دیا گیا کہ ''تمہاری فوج کے مخصوص حلقے نے پورے ملک کو تباہی سے دوچار کر دیا ہے اس کے خلاف کھڑے ہو جاؤ، ان کے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔''

جیو نیوز کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا کہ جیو نیوز جو پاکستان کے سیٹلائٹ پاک سیٹ پر ہے، اس کو کسی جانب سے پچھلے ۲۴ گھنٹوں سے ہیک کرنے کی اور اس کی نشریات میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور کچھ دیر سے جیو نیوز کی نشریات کو مسلسل رکاوٹ کا سامنا ہے، جیو نیوز کی ٹرانسمیشن کو ہیک کر کے نامناسب پیغام نشر کیا گیا۔ جیو نیوز نے حکام سے درخواست کی کہ اس صورت حال کا نوٹس لے کر فوری کارروائی کی جائے اور ذمے داروں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔

سوشل میڈیا پر یہ معاملہ زیر بحث رہا۔ ایک صارف نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ یہ افغان ہیکرز کی کارروائی لگتی ہے کیونکہ پیغام میں وہی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جو کچھ دن قبل ذبیح اللہ مجاہد نے استعمال کیے تھے یعنی ''فوج کے مخصوص حلقے''۔

زبیر علی خان لکھتے ہیں:

''جیو کی ٹرانسمیشن سے زیادہ ہیکرز کے پیغام کو ریٹنگ مل رہی ہے، ان ٹی وی چینلز کو پہلے ہی لوگ دیکھنا چھوڑ گئے تھے اب حالیہ (پاک افغان) کشیدگی میں انہوں نے مکمل طور پر اپنی ساکھ تباہ کر دی۔''

## ٹرمپ کے انتخابی وعدے اور موجودہ پالیسیاں

ڈونلڈ ٹرمپ کی دوسری مدتِ صدارت (جنوری ۲۰۲۵ء سے) کے بعد سے انہوں نے متعدد ممالک پر حملے یا تنقید کی ہے، جو کہ ان کے انتخابی وعدے کے برعکس ہے جہاں انہوں نے غیر ملکی جنگوں سے گریز کا اعلان کیا تھا۔ امریکہ اور اسرائیل کی مشترکہ کارروائیوں میں ایران کی جوہری تنصیبات پر حملے کیے گئے، جو حکومت کی تبدیلی کا مقصد رکھتے ہیں۔ یہ حملے بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی سمجھے جاتے ہیں۔ جون ۲۰۲۵ء میں حملوں میں ایران کی جوہری صلاحیت کو ''تباہ'' کرنے کا دعویٰ کیا گیا، اور ۱۲ روزہ جنگ میں ۱۲۰۱ افراد ہلاک ہوئے۔ وینزویلا کے دارالحکومت کاراکاس پر بمباری کی گئی جس میں ۸۳ افراد ہلاک ہوئے، اور صدر نکولس مادورو کو اغوا کیا گیا۔ لاطینی امریکہ اور کیریبین میں منشیات سمگلنگ کا الزام لگا کر کم از کم ۴۵ حملے کیے گئے جن میں ۱۵۱ افراد ہلاک ہوئے۔ ماہرین انہیں غیر قانونی قرار دیتے ہیں۔

نائیجیریا میں بھی فضائی حملوں کے ساتھ ۱۰۰ امریکی فوجیوں کی تربیت کے لیے تعیناتی، اور مزید حملوں کی دھمکیاں دیں۔ حکومت پر مسیحیوں کی ''نسل کشی'' کا الزام لگایا۔ صومالیہ میں ۲۰۲۵ء میں ۱۱۱ فضائی حملے کیے، جو پچھلی انتظامیہ سے زیادہ ہیں۔ یمن میں درجنوں بحری اور فضائی حملے کیے جن میں شہری ہلاکتیں ہوئیں۔ ایک حملے میں ۸۰ سے زائد شہری جاں بحق ہوئے جو جنگی جرائم کی تحقیقات کا باعث بنا۔ شام میں داعش کے نام پر حملے جاری رکھے ہوئے ہے۔ یہ کارروائیاں بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی، شہری ہلاکتوں، اور علاقائی انتشار کا باعث بنی ہیں۔ امریکہ میں ان پر اعتراضات پائے جاتے ہیں جبکہ ٹرمپ انہیں ''طاقت کے ذریعے امن'' کا نام دینے پر بضد ہے۔

## غیر قانونی تارکین وطن کی اموات اور گمشدگیوں میں غیر معمولی اضافہ

انٹرنیشنل آرگنائزیشن فار مائیگریشن کی تازہ رپورٹ کے مطابق ۲۰۲۵ء کے دوران دنیا بھر میں ۷ ہزار ۶۶۷ غیر قانونی تارکین وطن ہلاک اور لا پتہ ہوئے۔ رپورٹ کے مطابق ہجرت کے دوران غیر قانونی تارکین کے لیے سمندری راستے سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہوئے۔ بحیرۂ روم میں کم از کم ۲ ہزار ۱۸۵ افراد ہلاک یا لا پتہ ہوئے جبکہ مغربی افریقہ سے بحر اوقیانوس کے راستے کینری جزائر کی جانب جانے والے ایک ہزار ۲۱۴ افراد کی اموات یا گمشدگیاں درج کی گئیں۔ ترجمان نے کہا کہ اگرچہ ۲۰۲۴ء کے مقابلے میں اموات کی تعداد میں کمی آئی ہے، تاہم اندیشہ ہے کہ اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہو۔ ادارے کے مطابق ۲۰۲۴ء میں تقریباً ۹ ہزار ۲۰۰ افراد ہجرت کے دوران ہلاک یا لا پتہ ہوئے، جو ۲۰۲۵ء کے مقابلے میں زیادہ تعداد ہے۔ ایک تازہ خبر کے مطابق لیبیا سے یونان جانے والی کشتی بحیرۂ روم میں ڈوب جانے سے ۳۰ تارکین وطن کے ہلاک یا لا پتہ ہونے کا خدشہ ہے۔ اس حادثے میں ۲۰ افراد کی جان بچا لی گئی ہے۔ یہ کشتی ۱۹ فروری کو لیبیا کے شہر طبروق سے روانہ ہوئی تھی جو جزیرہ کریٹ کے جنوب میں تقریباً ۲۰ بحری میل کے فاصلے پر الٹ گئی۔ حادثے میں زندہ بچ جانے والوں میں ۱۶ مرد اور چار کمسن بچے شامل ہیں۔ 'آئی او ایم' کی رپورٹ کے مطابق رواں سال ہی بحیرۂ روم میں ترکِ وطن کے راستے پر کم از کم ۶۰۶ تارکین وطن ہلاک یا لا پتہ ہو چکے ہیں۔ ایسے واقعات کا ریکارڈ مرتب کرنے کا سلسلہ ۲۰۱۴ء میں شروع ہوا تھا جس کے بعد یہ پہلا موقع ہے جب کسی سال کے آغاز پر اس قدر بڑی تعداد میں ہلاکتیں ہوئی ہیں۔

## غزہ میں انڈونیشیا کے فوجیوں کی تعیناتی، مختلف مکاتب فکر کی جانب سے تنقید کی زد میں

انڈونیشیا غزہ میں ایک ہزار فوجی تعینات کرنے کی تیاری کر رہا ہے، جو کہ چند ہفتوں میں پہلی قسط کے طور پر ہو گی، جبکہ مجموعی طور پر آٹھ ہزار اہلکاروں کا وعدہ کیا گیا ہے۔ یہ تعیناتی امریکی صدر ڈانلڈ ٹرمپ کی جانب سے بنائی گئی انٹرنیشنل سٹیبلائزیشن فورس (ISF) کے تحت ہو رہی ہے۔ زیادہ تر فوجی جون تک زمین پر موجود ہوں گے، جیسا کہ انڈونیشیائی فوج کے ترجمان بریگیڈیئر جنرل ڈونی پرامونو نے تصدیق کی ہے۔ انڈونیشیا اس بورڈ آف پیس کا پہلا رکن ملک ہے جس نے فوجیوں کی مخصوص تعداد کا اعلان کیا ہے، اس کے بعد کوسوو، مراکش، البانیہ اور قازقستان شامل ہیں۔ (جبکہ پاکستان ممکنہ ردعمل کے خدشے کے پیش نظر پاکستانی فوجیوں کی تعیناتی کو فی الحال چھپانے کی کوشش کر رہا ہے)۔ دنیا کی سب سے بڑی مسلم آبادی والا ملک انڈونیشیا فلسطین کی حمایت اور دو ریاستی حل کی حمایت کی وجہ سے اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات نہیں رکھتا۔

الجزیرہ رپورٹ کے مطابق انڈونیشیا کو اقوام متحدہ کی امن فورس مشنز میں تجربہ ہے، جیسے لبنان اور جمہوریہ کانگو میں۔ تاہم، غزہ کی تعیناتی انڈونیشیا کے مختلف حلقوں میں تشویش کا باعث بنی ہے کیونکہ یہ اقوام متحدہ کی نگرانی کے بغیر ہے، جو ممکنہ طور پر انڈونیشیائی فورسز کو امریکہ کے اثر و رسوخ میں ڈال سکتی ہے، جو اسرائیل کا کلیدی اتحادی ہے، فلسطینیوں کو کنٹرول کرنے اور قبضے کو جائز قرار دینے کے لیے۔ ناقدین کو خدشہ ہے کہ یہ مشن انڈونیشیا کی فلسطین نواز پوزیشن کو نقصان پہنچا سکتا ہے، خاص طور پر بورڈ آف پیس کی ساخت کو دیکھتے ہوئے، جس میں ٹرمپ، جیریڈ کشنر، مارکو روبیو، سٹیو وٹکوف، مارک روون، اجے بنگا، ٹونی بلیئر اور رابرٹ گیبریل جونیئر شامل ہیں، جبکہ فلسطینی ان پٹ ایک تکنیکی عبوری کمیٹی تک محدود ہے جس کی قیادت علی شاتھ کر رہے ہیں۔

شوفوان البنا جو یونیورسٹی آف انڈونیشیا میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں اس تعیناتی کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ انڈونیشیا کے کردار کو خطرے میں ڈال رہا ہے۔ انہوں نے اسے امریکہ اسرائیل کے مشترکہ مقاصد کے لیے "shock absorber" قرار دیا۔

”انڈونیشیا صرف ایک ایکٹر ہو گا جو [اسرائیل کے قبضے کے لیے] قانونی حیثیت قائم کرنے کے لیے استعمال ہو گا ہے، اور اس سے بھی بدتر۔ انڈونیشیا کو یہ واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ ان شعبوں میں نہیں ہو گا جو فلسطینی دھڑوں کے ساتھ تصادم کا خطرہ رکھتے ہیں، [اور] یہ اسرائیل کے زیر کنٹرول علاقوں میں بھی نہیں ہو گا، کیونکہ اس کے لیے اسرائیلی فوج کے ساتھ آپریشنل کوآرڈی نیشن کی ضرورت ہو گی، جس کا مطلب اسرائیل کو عملی طور پر تسلیم کرنا ہے۔ بورڈ آف پیس اور اس کا غزہ سے متعلق نقطہ نظر بنیادی طور پر ”نو آبادیاتی“ ہے۔ انہوں نے کہا، ”یہ فلسطینیوں کے حقوق اور آواز کو مرکز میں رکھے بغیر منفی امن کے حصول کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے، اور فلسطینیوں کو اشیاء کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔“ شوفوان نے مزید کہا کہ ”انہیں ایسی چیز کے طور پر دیکھا جاتا ہے جس پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔ اسرائیل کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے، اس لیے ڈیزائن بہت نو آبادیاتی قسم کا ہے۔“

انڈونیشیا کی سرکاری خبر رساں ایجنسی انتارا کے مطابق پرابوو کے بورڈ آف پیس پر دستخط کرنے کے فوراً بعد، انڈونیشیا میں تقریباً ۴۰ سول سوسائٹی اور مذہبی گروپوں کے نمائندوں نے غزہ مشن پر بات چیت کے لیے صدر سے ملاقات کی۔ انڈونیشیا کے اعلیٰ اسلامی مشاورتی ادارے کے نائب چیئرمین محمد چول نفیس کا حوالہ دیتے ہوئے رپورٹ کیا گیا ہے کہ پرابوو نے ان وفود کو بتایا کہ وہ بورڈ آف پیس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار ہیں اگر وہ ”آزاد فلسطین کے مقصد کو آگے بڑھانے میں ناکام رہے“۔

## ۲۰۲۵ء میں صحافیوں کی دوتہائی اموات کا ذمہ دار اسرائیل تھا: سی پی جے

صحافیوں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی بین الاقوامی تنظیم کمیٹی ٹو پروٹیکٹ جرنلسٹس (سی پی جے) نے ۲۰۲۵ء کے دوران دنیا بھر میں مارے گئے ۱۲۹ صحافیوں میں سے دو تہائی اموات کے لیے اسرائیل کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ سی پی جے نے صحافیوں کی اموات کا لگاتار دوسرے سال کا ریکارڈ پیش کیا، جو یہ تنظیم گزشتہ تین دہائیوں میں اکٹھا کر رہی ہے۔ میڈیا واچ ڈاگ کی سی ای او جوڈی گینز برگ نے ایک بیان میں کہا: ”ایک ایسے وقت میں صحافیوں کو ریکارڈ تعداد میں قتل کیا جا رہا ہے جب معلومات تک رسائی پہلے سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ جب صحافیوں کو خبریں دینے پر مارا جاتا ہے تو ہم سب کو خطرہ ہوتا ہے۔“ سی پی جے نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ ۲۰۲۵ء میں ہونے والی تمام اموات میں سے تین چوتھائی سے زیادہ تنازعات کی وجہ سے ہوئیں۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ ۲۰۲۵ء میں اسرائیلی فائرنگ سے جان سے جانے والے پریس کے ۸۶ ارکان میں سے ۶۰ فیصد سے زیادہ غزہ سے رپورٹنگ کرنے والے فلسطینی تھے۔

## برطانیہ میں مسلمانوں کے خلاف بڑھتا نسلی تعصب

انگلستان کے ویسٹ مڈلینڈز کے علاقے ورسیسٹر میں ورسیسٹر مسلم ویلفیئر ایسوسی ایشن (WMWA) سے تعلق رکھنے والی ایک نئی مسجد کے ساتھ والی کمیونٹی بلڈنگ کو علی الصبح ایک مشتبہ شخص نے نشانہ بنایا۔ سوشل میڈیا پر گردش کرنے والے ویڈیو کلپس میں دکھایا گیا ہے کہ ایک سفید فام شخص عمارت کے قریب آگ لگاتا ہے اور بھاگنے سے پہلے آگ کے شعلے بڑھتے ہیں۔ مسلم ویلفئیر ایسوسی ایشن نے جاری کردہ بیان میں کہا کہ ”ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ایک نسلی اور مذہبی طور پر نفرت انگیز اسلاموفوبک عمل ہے۔“ دوسری جانب بی بی سی نے اس واقعے کے متعلق رپورٹ میں پولیس افسر کی رائے بتائی کہ یہ نسلی تعصب کا واقعہ نہیں تھا۔ ایک اور واقعہ مانچسٹر میں پیش آیا۔ ایک شخص کو اس وقت گرفتار کیا گیا جب وہ مبینہ طور پر کلہاڑی اور چاقو لے کر شہر کی ایک مرکزی مسجد میں داخل ہوا تھا۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق مانچسٹر پولیس کے اسسٹنٹ چیف کانسٹیبل جان ویبسٹر نے کہا: ”مشتبہ شخص کی تلاشی لی، اسے گرفتار کیا اور ایک کلہاڑی، ایک چھری اور کلاس بی کی منشیات سمیت دیگر ہتھیار قبضے میں لیے۔“ جان ویبسٹر کے مطابق اس وقت، یہ واضح نہیں ہے کہ اس واقعے کے محرکات یا مقاصد کیا تھے۔ سوشل میڈیا پر ایک بیان میں، مانچسٹر سینٹرل مسجد نے کہا کہ ”برطانیہ میں مسلم کمیونٹی کے خلاف حالیہ برسوں میں دھمکیوں اور دشمنی میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔“ گزشتہ اکتوبر میں، برطانیہ کی پولیس نے جنوبی انگلینڈ کے ساحلی قصبے پیس ہیون کی ایک مسجد میں آتش زنی کے مبینہ حملے کی بھی ”نفرت انگیز جرم“ کے طور پر تحقیقات کی تھیں۔

برطانیہ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز واقعات (اسلاموفوبیا) میں تشویشناک اضافہ ہوا ہے، جس میں مساجد پر حملے، خواتین کے حجاب کھینچنے، اور آن لائن نفرت انگیز تقاریر جیسے واقعات شامل ہیں۔ ۲۰۲۴ء میں چھ ہزار سے زائد مسلم مخالف واقعات رپورٹ ہوئے۔

## اقوام متحدہ کی نمائندہ فرانسسکا البانیز اسرائیل پر تنقید کے جرم میں ’زہریلے‘ حملوں کی زد میں

فرانسسکا البانیز پر حملوں کی بنیادی وجہ اُن کا وہ مؤقف ہے جو وہ مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں انسانی حقوق کی صورتِ حال کے بارے میں اختیار کرتی آئی ہیں۔ اقوام متحدہ کی فلسطینی

علاقوں سے متعلق ماہر فرانسسکا البانیز نے ان کی نجی زندگی پر اسرائیل اور اس کے حامیوں کی جانب سے ’زہریلے‘ حملوں کی مذمت کی ہے۔ اقوامِ متحدہ کی ماہر کا یہ بیان بعض یورپی ریاستوں کی طرف سے اس مطالبے کے بعد سامنے آیا ہے کہ فرانسسکا کو اپنے عہدے سے مستعفی ہو جانا چاہیے کیونکہ انہوں نے اسرائیل پر کھلے لفظوں میں اور براہ راست تنقید کی ہے۔ فرانسسکا البانیز پر حملوں کی بنیادی وجہ ان کا وہ مؤقف ہے جو وہ مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں انسانی حقوق کی صورتِ حال کے بارے میں اختیار کرتی آئی ہیں۔ وہ اقوامِ متحدہ کی خصوصی نمائندہ کی حیثیت سے اسرائیل کی پالیسیوں پر سخت تنقید کرتی رہی ہیں، خصوصاً غزہ اور مغربی کنارے میں فوجی کارروائیوں، بستیوں کی توسیع اور شہری آبادی کے حالات کے بارے میں۔ اُن کی حالیہ رپورٹس اور بیانات میں جنگی جرائم اور بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزیوں کے الزامات کا ذکر کیا گیا، جس پر چند مغربی ممالک نے شدید اعتراض اٹھایا۔ جرمنی، فرانس اور اٹلی نے فرانسسکا کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو جائیں۔ فرانسسکا البانیز ایک اطالوی قانون دان ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کو بتا سکتی ہوں کہ کس طرح مجھ پر ایسے افسوسناک حملے کیے گئے ہیں جو میری شخصیت اور میرے خاندان کے لیے سخت تکلیف اور نقصان کا باعث ہیں۔ پچھلے چند دن، چند ہفتے بلکہ چند مہینوں سے میں اس تکلیف دہ صورت حال سے گزر رہی ہوں۔ روئٹرز کے مطابق اسرائیلی حکومت نے جنیوا میں اپنے مستقل مشن کو خط لکھا ہے۔ خط میں فرانسسکا کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ وہ اسرائیل کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اقوامِ متحدہ کے ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کی مرتکب ہو رہی ہیں۔ خط میں کہا گیا ہے جہاں تک اس بات کا تعلق ہے جب سے ان کو اقوامِ متحدہ کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے وہ اپنے رویے سے اقوامِ متحدہ کی ساکھ اور اخلاقی حیثیت کو کمزور کر رہی ہیں اور بار بار یہود مخالف گفتگو کرتی ہیں اور یہودیوں پر الزام لگاتی ہیں۔ فرانسسکا اس اسرائیلی الزام کی تردید کرتی ہیں۔ جنیوا میں فرانسیسی مشن کے لیے نمائندے اور فرانس کے وزیر خارجہ بھی البانیز کو ہدف تنقید بنا چکے ہیں۔ فرانسسکا نے جولائی میں امریکہ کی طرف سے اپنے اوپر لگائی پابندیوں کو بین الاقوامی سطح پر احتساب کی سرگرمیوں کو کمزور کرنے کی حکمت عملی قرار دیا۔ امریکہ نے انسانی حقوق کی کونسل کے لیے لکھی گئی فرانسسکا کی اس رپورٹ پر پابندی عائد کی تھی جس میں سفارش کی گئی تھی کہ امریکی و اسرائیلی حکام کے علاوہ ان کی کمپنیوں کے خلاف فوری طور پر بین الاقوامی فوجداری عدالت کے ذریعے کارروائی کی جائے۔ اقوامِ متحدہ کی ماہر نے کہا کہ انہیں حالیہ حملوں کے ذریعے ان کاموں سے روکنے کی کوشش کی گئی ہے جس کے ذریعے وہ جنگی جرائم میں ملوث شخصیات کے خلاف کام کر رہی ہیں۔

## صومالیہ میں یو اے ای اسرائیل اتحاد

عرب سنٹر واشنگٹن ڈی سی کی ویب سائٹ نے ایک مضمون شائع کیا جس کا عنوان ہے ”سعودی عرب کا اسرائیل یو اے ای اتحاد کا صومالیہ میں مقابلہ“۔ مصنف جارجیو کیفیرو ہیں، جو گلوب سٹیٹ انالیٹکس کے سی ای او ہیں۔ لکھتے ہیں سعودی عرب اسرائیل کی جانب سے صومالی لینڈ کی یک طرفہ آزادی کو تسلیم کرنے اور متحدہ عرب امارات (یو اے ای) کی اس بریک آؤٹ علاقے کی حمایت کو صومالیہ کی علاقائی سالمیت، بحیرہ احمر اور خلیج عدن میں علاقائی استحکام، اور ریاض کے وسیع تر سکیورٹی مفادات کے لیے خطرہ سمجھتا ہے۔ اس نے سعودی عرب کو موگادیشو کے ساتھ دفاعی روابط مضبوط کرنے اور مصر، قطر اور ترکی جیسے دیگر علاقائی طاقتوں کے ساتھ اتحاد کرنے پر مجبور کیا ہے تاکہ یو اے ای اسرائیل کے اس اتحاد کا مقابلہ کیا جائے جو کمزور ریاستوں میں تقسیم کو فروغ دے رہا ہے۔

۲۶ دسمبر ۲۰۲۵ء کو اسرائیل نے صومالی لینڈ کی آزادی کو باضابطہ طور پر تسلیم کیا۔ اسرائیل پہلا ملک تھا جس نے ایسا کیا۔ اس پر افریقی یونین، عرب لیگ، یورپی یونین، جی سی سی اور اسلامی تعاون تنظیم کی طرف سے شدید مذمت کی گئی۔ رپورٹس میں اسرائیل کی صومالی لینڈ میں فوجی موجودگی قائم کرنے اور بندرگاہ تک رسائی حاصل کرنے کی منصوبہ بندی کا بھی ذکر ہے، بشمول ۶ فروری ۲۰۲۶ء کو صومالی لینڈ کے صدر کا بیان کہ اسرائیلی کمپنی کو بندرگاہ دینے سے انکار نہیں کیا جا رہا۔ ریاض نے فوری طور پر اسے مسترد کیا اور ۹ فروری ۲۰۲۶ء کو موگادیشو کے ساتھ فوجی تعاون پر ایک مفاہمتی یادداشت پر دستخط کیے، جو تکنیکی مدد، تربیت اور فورس ڈویلپمنٹ پر مرکوز ہے تاکہ صومالیہ کے اتحاد کو مضبوط بنایا جائے۔

یو اے ای نے صومالی لینڈ کی آزادی کو تسلیم نہیں کیا لیکن ابہام برقرار رکھا ہے، جنوری ۲۰۲۶ء میں عرب لیگ او آئی سی کی مشترکہ مذمت میں شامل نہیں ہوا اور افریقی یونین کے ساتھ الگ بیان جاری کیا جس میں صومالیہ کی خود مختاری کا دفاع کیا گیا۔ تاہم، یو اے ای نے صومالی لینڈ میں بڑی سرمایہ کاری کی ہے اور صومالی لینڈ اور ایتھوپیا کے درمیان تعلقات کو سہولت فراہم کی ہے، بشمول بحیرۂ احمر تک رسائی۔ اس کی وجہ سے صومالیہ نے ۱۲ جنوری ۲۰۲۶ء کو یو اے ای کے ساتھ تمام دفاعی، سکیورٹی اور بندرگاہ کے معاہدوں کو منسوخ کر دیا، خود مختاری کی خلاف ورزی کا حوالہ دیتے ہوئے۔ مصر نے ۲۰۲۴ء میں صومالیہ کے ساتھ دفاعی معاہدہ کیا اور بحیرۂ احمر کی سکیورٹی پر مشترکہ خدشات اور گرینڈ ایتھوپین رینیسانس ڈیم پر ایتھوپیا کے ساتھ تنازعات کی وجہ سے ریاض کے ساتھ اتحاد کر رہا ہے۔ قطر نے اسرائیل کی جانب سے صومالی لینڈ کو تسلیم کیے جانے کی مذمت کی اور سعودی عرب کے معاہدے سے چند ہفتے پہلے صومالیہ کے ساتھ دفاعی معاہدہ کیا، جو تربیت اور سکیورٹی کوآرڈینیشن سے متعلق ہے۔ ترکی نے بھی صومالی لینڈ کو تسلیم کرنے کی مذمت کی۔ ترکی موگادیشو کی حکومت کی حمایت کرتا ہے اور صومالیہ میں اس کی مستقل فوجی موجودگی بھی ہے۔

☆☆☆☆☆

# پہلا وار تم کرلو، دوسرا ہمارا ہے!

سندھ و ہند کے حکمرانوں کے نام، جن کا مستقبل بیڑیوں میں جکڑا جانا ہے!

طاقتیں تمہاری ہیں اور خدا ہمارا ہے
عکس پر نہ اتراؤ، آئینہ ہمارا ہے

آپ کی غلامی کا بوجھ ہم نہ ڈھوئیں گے
آبرو سے مرنے کا فیصلہ ہمارا ہے

عمر بھر تو کوئی بھی جنگ لڑ نہیں سکتا
تم بھی ٹوٹ جاؤ گے، تجربہ ہمارا ہے

اپنی رہنمائی پر اب غرور مت کرنا
آپ سے بہت آگے نقشِ پا ہمارا ہے

غیرتِ جہاد اپنی زخم کھا کے جاگے گی
پہلا وار تم کر لو، دوسرا ہمارا ہے

”

اے مسلمانانِ پاکستان! تمہاری حکومت اور فوجی قیادت نے نہ تو تمہاری کوئی عزت و ناموس باقی رہنے دی ہے اور نہ ہی کوئی قدر و قیمت! امریکہ اور صلیبی لشکر تمہاری سر زمین پر قابض ہیں، تمہارے اپنوں کو قتل کر رہے ہیں، تمہاری بستیوں کی بستیاں تباہ کر رہے ہیں، اور تمہاری عورتوں تک کو قید کر رہے ہیں، بھلا اس سے بڑھ کر بھی ذلت کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے؟ اور کیا اس سے بڑھ کر بھی آزمائش کی کوئی گھڑی آنا ابھی باقی ہے؟ اے پاکستان کے آزاد اور غیور مسلمانو! اے صدق وحمیت کے پاسبانو! اے حق کے پاسدارو! اے اسلام کے شہسوارو! راستہ کھلا اور طریقِ کار واضح ہے۔ چنانچہ جس شخص کے دل میں بھی عافیہ صدیقی اور دیگر مسلمان بہنوں کی رہائی اور ان پر ظلم کرنے والوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کی کوئی خواہش اور چنگاری موجود ہے، تو اسے چاہیے کہ قافلۂ جہاد میں شامل ہو کر مجاہدین کا ساتھ دے! کیونکہ جہاد کے بغیر نہ تو کوئی عزت ہے اور نہ ہی وقار!

“

فضيلة الشيخ

اَبو مُحمد

اَیمن الظواہِری

اِقتباس از بیان:

تم جو کر سکتے ہو کر گزرو......

امتِ مسلمہ تمہیں چھوڑنے والی نہیں!